اصلاحی، انقلابی، پرتاثیر بیانات کا حسین مجموعہ

بزمِ منوّر

جلد: دوم

خطبات

واعظ شیریں بیاں حضرت مولانا منور حسین ابن عبداللہ صاحب سورتی دامت برکاتہم

امام وخطیب جامع مسجد بالہم، لندن، یوکے

زیر سرپرستی

مفتی محمد طاہر صاحب سورتی دامت برکاتہم

امام وخطیب چوڑگر مسجد وشیخ الحدیث مدرسہ اسلامیہ وقف صوفی باغ، سورت، گجرات، انڈیا

جدید ترتیب وتہذیب

(مفتی) محمد امین اُدھنا غفرلہٗ

ناشر

حضرت حافظ عبدالغفور بن عبدالمجید شیخ صاحب دامت برکاتہم

مہتمم شیخ جامعہ احمد اللہ ومرکزی دارالعلوم پال، ضلع سورت، گجرات، انڈیا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام کتاب : بزم منور (جلد: دوم)

خطبات : واعظ شیریں بیاں حضرت مولانا منور حسین صاحب سورتی دامت برکاتہم

زیر سرپرستی : مفتی محمد طاہر صاحب سورتی دامت برکاتہم

جدید ترتیب وتہذیب : (مفتی) محمد امین اُدھنا غفرلہٗ

ناشر : حضرت حافظ عبد الغفور بن عبد المجید شیخ صاحب دامت برکاتہم

تیسرا ایڈیشن : محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۷ء

صفحات : ۴۰۰

ملنے کے پتے

(۱) مرکزی دار العلوم پال، ضلع سورت، گجرات، انڈیا 0091-0261-2840120

(۲) مولانا محمد انور مصری صاحب (اسلامک بک ڈپو) 091 - 9825793711
نزد جامع مسجد، چوک پازار، سورت، گجرات، انڈیا

(۳) **دار الحمد** ریسرچ انسٹیٹیوٹ، سوداگرواڑہ، سورت، گجرات، انڈیا 091 - 9173103824

(۴) (مفتی) محمد امین اُدھنا، امن سوسائٹی، ادھنا، سورت 091 - 9909279863

المُحتَویات

فہرستِ مضامین

۲ قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط اول)

۳ قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط دوم)

۴ قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط سوم)

۵ قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط چہارم)

۷ قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط ششم)

۸ قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط ہفتم)

۱۱ قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط دہم)

۱۲　اسلام میں نکاح کا مقام

(قسط اول)

۱۴ **اسلام میں نکاح کا مقام**

(قسط سوم)

۱۵ قرض کے احکام

تمت

کلماتِ بابرکت

از: حضرت مولانا مفتی اسماعیل واڈی والا صاحبؒ
شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت

الحمد لولیہ والصلوٰۃ و السلام علیٰ نبیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و اتباعہ اجمعین الیٰ یوم الدین. اما بعد!

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا: "**بلغوا عنی ولو آیۃ**" اس کے پیش نظر علماء وصلحاء اپنی اپنی طاقت بھر یہ فریضہ انجام دیتے چلے آئے ہیں۔ اسی سلسلہ کی یہ ایک کڑی ہے "بزم منور"۔

برادرم جناب مولانا حافظ منور حسین سورتی صاحب زادفضلہٗ نے اپنے فرض منصبی اور خالص دینی جذبات کے ساتھ مسلمانان برطانیہ کے سامنے عموماً اور اپنے حلقہ احباب کے سامنے خصوصاً تقریر کے ذریعہ علم وعمل اور حکمت وموعظت کے ذریعہ قرآن پاک اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بیش بہا موتی پہنچائے، جونہایت اہم اور مفید ہیں۔

اب "بزم منور" کے نام سے اس کو کتابی شکل میں افادۂ عام کی غرض سے شائع فرمارہے ہیں۔ مجموعہ بیانات کو دیکھا، مختلف ضروری موضوعات پر نہایت ہی عمدہ پیرایہ اور عام فہم زبان میں قرآن مجید، احادیث صحیحہ، اسوۂ صحابہ کرامؓ اور معتبر واقعات سے مزین

پایا۔ واقع میں مولانا نے تحصیل مضامین کے لئے بھرپور محنت اور مسلسل جانکاہی کی ہے۔ عبرت ونصیحت کے لئے یہ ایک بیش بہا ذخیرہ اور قیمتی تحفہ ہے۔ **ذالک فضل اللّٰہ یؤتیه من یشاء.**

ہمارے خیال میں گوناگوں بیانات کا یہ مجموعہ اس لائق ہے کہ مساجد میں بطور تقریر پڑھا جاتا رہے، اور ﴿یٰـاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَهْلِیْکُمْ نَاراً.﴾ (سورۂ تحریم) پر عمل کرتے ہوئے مکانات میں مطالعہ اور تعلیم کے لئے رکھا جاوے، تو ان شاء اللہ اعمال حسنہ کا شوق اور معلومات دینیہ میں اضافہ ہوگا۔

دعا ہے کہ ''بزم منور'' کا یہ حسین گلدستہ چاردانگ عالم میں اپنی خوشبوؤں سے مہکتا رہے، اور ظلمت کدہ قلوب کے لئے تنویر کا باعث ہوکر قلوب کو منور و مصفیٰ بنانے کا ذریعہ ثابت ہو، اور شایان شان پذیرائی کے ساتھ مولانا کی کوشش بارآور ہو۔ ''**وما ذلک علی اللّٰہ بعزیز**'' بلاشبہ مضامین پڑھ کر قلبی مسرت ہوئی۔

ناچیز اسماعیل غفرلہٗ

خادم الحدیث والافتاء جامعہ حسینیہ، راندیر، سورت (انڈیا)

کلماتِ بابرکت

از: شیخ الحدیث حضرت مولانا معین الدین صاحب

الحمد للہ وحدہ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ من لا نبی بعدہ، اما بعد!

ناظرین کرام! بندہ جب ۱۳/ جولائی ۱۹۹۹ء کو اپنے مدرسہ کے مہتمم جناب مولانا باقر حسین صاحب کی معیت میں بالٹم لندن پہنچا تو جناب مولانا منور حسین سورتی صاحب خطیب جامع مسجد بالٹم نے بزم منور جلد ثانی کے مسودہ پر نظر ڈالنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ قلت وقت کی وجہ سے سرسری مطالعہ کے بعد چند سطریں تحریر کر رہا ہوں۔

ماہ رمضان المبارک میں حضرت برکۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ کی مجلس میں جہاں ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا اور آخری سالوں میں ہزار سے زائد افراد اعتکاف کرتے تھے، درود شریف کی چہل حدیث اور تصوف کی کتابوں کی عصر وعشاء کے بعد پڑھ کر سنانے کی سعادت حق تعالیٰ نے بندہ کو عطا فرمائی تھی۔ اس لئے ہر آنے والا طالب بندہ کو اچھی طرح پہچانتا تھا۔ چنانچہ عزیز گرامی قدر جناب مولانا منور حسین سورتی سے سرسری ملاقات ان کے زمانہ طالب علمی میں مدرسہ مظاہر العلوم کی مسجد دار جدید میں ہوئی، جس میں مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، افریقہ، لندن و دیگر ممالک کے طالبین سیدی مرشدی حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ کی خدمت میں رمضان گذارنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ دوسری تفصیلی ملاقات گجرات کے ایک مشہور گاؤں موضع دیوا میں ہوئی، جہاں مولانا ایک معلم اور جامع مسجد کے امام وخطیب تھے اور وہاں مع اہل وعیال مقیم تھے۔ مولانا موصوف میں لوگوں کو جوڑنے اور اصلاحی امور کی خداداد صلاحیت کو میں نے دیوا ہی میں دیکھ لیا تھا۔

خواص وعوام کو دعوت دے کر مجھ سے ملاقات کرانا، دینی و اصلاحی نسبت سے لوگوں کو جوڑنا، مستورات میں اصلاحی خطاب کا نظم مولانا موصوف ہی نے انجام دیا تھا، جس کے نتیجہ میں کئی عورتوں نے اپنی اپنی جگہوں پر اعتکاف کیا۔ بہت سی رسموں مثلاً تقریبات کے موقع پر عورتوں اور مردوں کا مخلوط اجتماع وغیرہ کی اصلاح ہوئی۔

مولانا تدریساً تو میرے تلامذہ میں سے نہیں ہیں، لیکن تواضع، انکسار، علم دوستی اور خدمت کا جذبہ حق تعالیٰ نے شروع ہی سے آپ کو عطا فرمایا تھا، جس کی وجہ سے انہوں نے میرے ساتھ اکرام کا وہی معاملہ کیا جو ایک تلمیذ رشید اپنے استاذ سے اور ایک مرید اپنے شیخ کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ پھر جب مولانا بالہم لندن کی جامع مسجد میں معلم وخطیب و امام مقرر ہوئے، تو بتدریج مولانا کی خداداد صلاحیتیں ابھر ابھر کر لوگوں کے سامنے آئیں۔ محبوبیت ومقبولیت کے ساتھ ساتھ مواعظ و خطابت کے ذریعہ جس قدر علمی واصلاحی وتعلیمی کام حق تعالیٰ نے مولانا سے لیا وہ انہیں کا حصہ ہے۔ بہت کم کو یہ رتبہ حاصل ہوا ہے۔ اللّٰھم زد فزد. مولانا کی خواہش پر میں نے ۱۳؍جولائی ۱۹۹۹ء بالہم کی حاضری کے موقع پر ''بزم منور'' کی پہلی جلد مطبوعہ اور دوسری جلد کا مسودہ غیر مطبوعہ جس میں سیرت رسول ﷺ، طہارت کے فوائد، قرض کے احکام، زکوٰۃ کے فضائل ومسائل، قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ، فضائل رمضان واحکام رمضان، نکاح وغیرہ ضروری موضوعات پر وقتاً فوقتاً مولانا نے خطاب فرمایا ہے۔ موضوع کی مناسبت سے احاطہ کے ساتھ خطاب فرمانے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ ہر موضوع پر خطاب کی ابتداء آیت قرآنیہ سے کی ہے۔ موضوع سے متعلق احادیث طیبہ کو بھی ذکر فرمایا ہے، اور وعظ وخطبہ کو دل نشین ومؤثر بنانے کے لئے موضوع کی مناسبت سے حکایات و واقعات کو بھی ذکر فرمایا ہے۔ چوں کہ ان خطب ومواعظ کو کیسٹوں کے ذریعہ ضبط کیا گیا ہے، اس لئے اغلاط بھی ہیں۔ حق تعالیٰ جزاء خیر عطا فرمائے مولانا کے برادر نسبتی مفتی اکرام الحق ابن مولانا اسلام

الحق صاحبؒ کو جنہوں نے ایک طویل عرصہ تک حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری صاحب مدظلہ کی خدمت میں فتویٰ نویسی کے ساتھ ساتھ اپنی علمی صلاحیتوں کو اجاگر کیا ہے۔ انہوں نے گہری دلچسپی کے ساتھ تصحیح کا فریضہ انجام دیا۔ بندہ ناکارہ دل سے دعا گو ہے کہ حق تعالیٰ مولانا کے مواعظ وخطب -جو ''بزم منور'' کے نام سے شائع ہو رہے ہیں- کو قبولیت سے نوازے۔ مولانا اور ان کے متعلقین بالخصوص اساتذہ اور والدین کے حق میں صدقۂ جاریہ وذخیرۂ آخرت بنائے۔ سامعین وقارئین کے حق میں نفع بخش بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

معین الدین

شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ سرآباد یوپی (انڈیا)

یوم الجمعہ ۳؍ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۶؍جولائی ۱۹۹۹ء

تصدیق مہتمم مدرسہ امدادیہ سرآباد، یوپی (انڈیا)

احقر حضرت مولانا معین الدین مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ امدادیہ سرآباد کے مضمون کی تائید کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا منور حسین سورتی کے مواعظ وخطب کو قبولیت عامہ عطا فرمائے۔

محمد باقر حسین

۴؍ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۷؍جولائی ۱۹۹۹ء

کلماتِ دعائیہ

از: حضرت مولانا **عبدالقدیر سورتی** صاحب مدظلہ العالی

استاذ الحدیث دارالعلوم خدیجۃ الکبریٰ، سورت، گجرات، انڈیا

الحمد للّٰہ و کفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

عزیز محترم جناب الحاج الحافظ القاری مولانا منور حسین سورتی صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم کوحق تعالیٰ شانہ نے مواعظ اصلاحیہ اوراس کی تدوین کا شوق نصیب فرمایا، جوموصوف کے لئے بڑی سعادت اور خیر کا ذریعہ ہے۔

مولانا موصوف اپنی تقاریر اور شیریں بیانات میں ہم اہل گجرات کے نزدیک مقبول تھے ہی لیکن یوکے (UK) کے سفر کے بعد وہاں بھی اللہ نے مقبولیت عطا فرمائی، اور خاص وعام میں مقبول ہوئے، جس کا بین ثبوت مولانا موصوف کی تقاریر کا کیسٹوں میں جمع اندوز ہونا اور پھر کتابی شکل میں ''بزم منور'' کے نام سے چھپ کر منظر عام پر آنا اور عند الناس دل عزیز ہونا ہے۔

مولانا موصوف کی ان تقاریر کا سلسلہ ''بزم منور'' کے نام سے اب بھی جاری اور ساری ہے، جس کی تحریر کا کچھ حصہ مجھ ناچیز کے ذمہ بھی آیا ہے جو میرے لئے بڑی خیر و سعادت کا ذریعہ ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمیں کنی
منت ازو شناس بخدمت گذرشس

حضرت کی تقاریر کو سن کر ایسا محسوس ہوتا ہے گویا معانی اور حقائق و نکات و معارف کا ایک سمندر امنڈتا ہوا آرہا ہے۔ مولانا موصوف نے نہایت سلیس اور آسان انداز میں سامعین کو کافی دلیلوں اور مثالوں سے احکام شرعیہ اور اپنا موقف واضح فرمایا ہے۔ فیضان علم وحکمت کی یہ وراثت آپ کے مخلص اساتذۂ کرام زادمجدہم خصوصاً موجودہ حضرت شیخ الحدیث مفتی اسماعیل صاحب اور بلبل گجرات حضرت شیخ احمد اللہ صاحب سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ راندیر، گجرات کی وراثت اور توجہات ہیں، اور مولانا کا انداز بیان بھی عامۃً حضرت شیخ احمد اللہ صاحب کے طرز اور نقش قدم پر رواں دواں ہے۔
اللہ تعالیٰ موصوف کی اور عزیز مکرم مولانا موصوف کی اس کاوش اور جد و جہد کو قبولیت عامہ سے نواز کر معاشرے کی اصلاح کا سبب بنائے۔ اور عزیز مکرم مولانا موصوف دامت برکاتہم کو جمعیت قلب، سلامتی صحت، توفیق طاعت، اخلاص کامل، قرب خاص اور اپنی رضائے عالی اور قبولیت عامہ جیسی طیبات سے نوازے۔ آمین

عبدالقدیر سورتی
خطیب مسجد الفتح سورت، گجرات (انڈیا)

عرضِ مرتب

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

حَامِداً وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا...... اَمَّا بَعْدُ!

اپنے مالک کا میں نام لے کر بزم کی ابتدا کر رہا ہوں
یا خدا آبرو رکھ مری تو تیری حمد و ثنا کر رہا ہوں

''بزم منور'' خطبات کی قدیم مستند کتابوں میں سے ایک ہے، دار العلوم کے طلباء اپنی ہفتہ واری انجمن کی تقریر کی باری میں جن کتابوں کو مأخذ بنا کر اپنی تقریر تیار کرتے ہیں ان میں سے ایک بزم منور بھی ہے، بلکہ اس میں موجود موقعہ مناسب کی تقاریر کی ہم آہنگی نے بہت سے خطباء کو جمعہ کی تقریر کی تیاری میں طویل ورق گردانی سے بے نیاز کر دیا ہے۔

اس کتاب کی چہار دانگ عالم میں مقبولیت کی وجہ جہاں منتخب موضوع کی موقعہ شناسی، بیان کی لطافت وسلاست، دل نشیں تعبیر وتفہیم، عبارت کی روانی، اردو ادب کی چاشنی، الفاظ کی سادگی، مضمون کی جامعیت، حکایات سے دل بستگی، آیات و حدیث سے استشہاد، اشعار سے حلاوت و جاذبیت ہے وہیں صاحب خطبات حضرت مولانا دامت برکاتہم کے اخلاص وللّٰہیت وسوز جگر سے کہے گئے کلمات کا اثر بھی ہے۔ سچ ہے ______:

جو بات دل سے نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

جس کا اعتراف کتاب سے ذرا سی بھی وابستگی رکھنے والا شخص کر سکتا ہے، نیز کتاب

پر مختلف علمائے پاک و ہند کے تاثرات بھی اس کی ترجمانی کرتے ہیں، یہاں صرف دارالعلوم دیوبند کے استاذ حدیث حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم العالیہ کی ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' سے چند کلمات نقل کئے جاتے ہیں، کہ آنحضرت کے وقیع کلمات نے کامل ترجمانی کرکے مزید خامہ فرسائی سے بچالیا ہے، لکھتے ہیں:

> ''ان مواعظ میں واعظوں جیسی بے احتیاطی نہیں ہے، واقعات کے بیان میں عقائد سے صرف نظر نہیں کیا گیا۔ دوسری خصوصیت ان بیانات کی یہ ہے کہ یہ موضوع کا احاطہ کرتے ہیں۔ جو عنوان چھیڑا جاتا ہے، اسے حرف آخر کر دیا جاتا ہے، ان خطبات میں تصنیف کا انداز بھی پایا جاتا ہے، سچ ہے کہ مشک خود مہکتا ہے، کسی کی قصیدہ خوانی کا محتاج نہیں ہوتا۔''

(بزم منور: ۹/ ۳۰، ۳۱)

اس شہرۂ آفاق کتاب ''بزم منور'' کا یہ نیا ایڈیشن شائع ہو رہا ہے، جس میں صاحب خطبات حضرت مولانا دامت برکاتہم کی طرف سے نئی ترتیب وتہذیب کی ذمہ داری بندہ کو سپرد کی گئی، بندہ نے مقدور بھر اس کو انجام دینے کی پوری کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ مجھ کو اس میں باریاب بناوے، اور میری اس خدمت کو قبول فرماوے، اور آخرت میں مجھ کو اس کا بہتر سے بہتر بدلہ عنایت فرماوے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ. وَتُبْ عَلَیْنَا یَا مَوْلٰینَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ. وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. (آمین)

والسلام مع الاکرام

طالب دعا

العبد محمد امین غفرلہٗ

۲۷ محرم الحرام ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۸/ اکتوبر ۲۰۱۷ء

۱

عرش عظیم

دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے سب ہے تیرے زیر نگیں
جن و انس و حور و ملائک ، **عرش و کرسی** چرخ و زمیں
کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور مبیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

﴿ ۱ ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرش عظیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَاوَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً...... اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ.

(التوبہ:۱۲۹)

[پھراگر یہ روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے میرے لئے اللہ کافی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں، میں نے اسی پر بھروسہ کیا، وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے]

اللہ کافی ہے:

اس سے اگلی آیت میں حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا شان ہے، اس کا بیان تھا۔اس سے قبل کئی آیتوں میں جہاد کا بیان تھا۔اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ ارشادفرماتے

ہیں: کہ اگر پھر بھی یہ کفار آپ کی بات نہ مانیں اور روگردانی کرتے رہیں تو آپ کو غم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، آپ فرمادیجئے "حَسْبِيَ اللّٰهُ" [اللہ میرے لئے کافی ہے۔] "لَا اِلٰــهَ اِلَّا هُوَ" [اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔] "عَلَيْـهِ تَوَكَّلْتُ" [میں نے اسی پر بھروسہ کیا ہے۔] "وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ" [اور وہ ایسی ذات ہے کہ عرشِ عظیم کا وہ مالک ہے، عرشِ عظیم کا وہ رب ہے۔]

سات آسمان اور سات زمینوں کی پیدائش میں فرق:

عرشِ عظیم کس کو کہتے ہیں؟ عرش کے متعلق علمائے کرام اور مفسرین عظام نے طویل بحث فرمائی ہے، آپ کے سامنے پہلے عرض کیا تھا کہ اللہ رب العزت نے سات زمین اور سات آسمان بنائے ہیں، اور ایک آسمان اور دوسرے آسمان کے درمیان خلا ہے۔ ساتویں آسمان پر اللہ تعالیٰ کی کرسی ہے، اور پھر کرسی پر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ (ان پر سے) ابر کا ایک ٹکڑا گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابر کے اس ٹکڑے کی طرف اشارہ کر کے صحابہ کرامؓ سے پوچھا، جانتے ہو یہ کیا ہے؟ ایسے موقعہ پر حضرات صحابہ کرامؓ کا جواب یہی ہوتا تھا کہ "اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔" اس کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ عنان ہے۔ عنان کہتے ہیں ابر کو، بادل کو، تو یہ ابر ہے۔ اور یہ ابر زمین کے روایا ہیں۔ روایا یہ راویہ کی جمع ہے، اور راویہ اس اونٹ کو کہتے ہیں جو پانی کھینچتا ہے۔ اس روایت میں ابر یعنی بادل کو راویہ سے تعبیر فرمایا، اس لئے کہ جس طرح راویہ اونٹ پانی کھینچنے کا کام کرتا ہے اسی طرح بادل بھی زمین کے لئے پانی

کھینچتا ہے اور پانی برسا کر زمین کو سیراب کرتا ہے۔ غرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ابر اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی طرف ہانکتا ہے جو نہ اس کا شکر ادا کرتے ہیں اور نہ اس کو پکارتے ہیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جانتے ہو تمہارے اوپر جو آسمان ہے وہ کیا چیز ہے؟ صحابہ کرامؓ نے پھر وہی جواب دیا کہ ''اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے اوپر کی چیز رقیع ہے، جو ایک محفوظ چھت اور نہ گرنے والی موج ہے۔

محترم حضرات اول آپ ان دونوں لفظوں کے معنی کو سمجھ لیجئے! پھر آپ پوری حدیث سماعت فرمائیں۔ ''رقیع'' پہلے آسمان کو کہتے ہیں، بعضوں نے کہا ہر آسمان کو رقیع کہتے ہیں، جو ایک محفوظ چھت اور نہ گرنے والی موج ہے۔ آسمان کو موج کے ساتھ تشبیہ اس وجہ سے دی گئی کہ جس طرح پانی کی کوئی موج ہوا میں معلق ہو جاتی ہے اسی طرح آسمان بھی بغیر کسی ستون اور سہارے کے خلا میں معلق ہے۔

الغرض میں یہ بیان کر رہا تھا کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا سوال کیا، تمہاری زمین اور ''رقیع'' یعنی آسمان کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ صحابہ کرامؓ نے حسب سابق وہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارے اور آسمان کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر فاصلہ ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے چوتھا سوال کیا، جانتے ہو کہ آسمان کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے پھر وہی جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے بعد دوسرا آسمان ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بھی پانچ سو

سال کی مسافت ہے۔اسی طرح آپ نے یکے بعد دیگرے ہر آسمان کا ذکر کیا، یہاں تک کہ آپ نے ساتوں آسمان کا ذکر کیا۔اس کے بعد فرمایا، ہر ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک کا فاصلہ وہی ہے جو زمین سے آسمان کے درمیان ہے، یعنی پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر-اب آگے توجہ فرمایئے- اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا، آخری آسمان کے اوپر کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس ساتویں اور آخری آسمان کے اوپر عرش ہے۔اور ساتوں آسمان اور عرش کے درمیان بھی وہی فاصلہ ہے جو دو آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔ پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا، جانتے ہو تمہارے نیچے کیا چیز ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سب سے اوپر کی زمین ہے، پھر اسی طرح سوال کیا، جانتے ہو اس کے نیچے کیا ہے؟ صحابہ کرامؓ نے وہی جواب دیا، اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے نیچے ایک اور زمین ہے اور ان دونوں کے درمیان بھی پانچ سو سال کی مسافت کے بقدر فاصلہ ہے۔اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات زمینیں گنائیں اور بتایا کہ ہر ایک زمین اور دوسری زمین کے درمیان پانچ سو سال کی مسافت کا فاصلہ ہے۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لمبی اور طویل حدیث سنانے کا مقصد بیان فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر تم سب سے نیچے والی زمین پر رسّی لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ ہی پر اترے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کی دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ.
(الحدید:۳)

[اللہ تعالیٰ ہی اول ازلی قدیم ہے، اس کے لئے کوئی ابتدا نہیں، اور وہی اللہ تعالیٰ آخر باقی ابدی ہے، اس کے لئے کوئی انتہاء اور اختتام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی صفات کے اعتبار سے ظاہر اور اپنی ذات کے اعتبار سے باطن ہے۔ اور دونوں جہاں کی تمام کلی و جزئی چیزوں کو جاننے والا ہے۔]

اسی کو ایک شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ـــــــــ:

ردائے لالہ و گل پردۂ مہ و انجم
جہاں جہاں وہ چھپے عجیب عالم ہے
بے حجابی یہ ہے کہ ہر ذرہ سے جلوہ آشکارہ
پردہ داری یہ ہے کہ آج تک نادیدہ

امام ترمذیؒ اس حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا، قسم اس ذات کی جس کے قدرت وقبضہ میں محمد کی جان ہے اگر تم سب سے نیچے والی زمین پر رسّی لٹکاؤ تو وہ اللہ تعالیٰ ہی پر اترے گی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اور اس کی حکومت اور اس کا دائرۂ قدرت واختیار اور اس کا حکم وتسلط جس طرح آسمان کی بلندیوں اور وسعتوں کو گھیرے ہوئے ہے اسی طرح زمین اور زمین کی آخری سطح تک بھی اس کا علم اور اس کی قدرت اور اس کا حکم وتسلط حاوی و نافذ ہے۔ چنانچہ اس آیت کے آخر میں فرمایا: ﴿وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ [وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔] اس سے اس کا علم مفہوم ہوا۔ ﴿هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ﴾ سے اس کی قدرت

کا مطلب سمجھ میں آیا۔ وہ ایسا اول ہے کہ ہر چیز اس کے بعد میں ہے۔ اور جو بھی چیز موجود ہے وہ اسی کی قدرت سے عدم کا سینہ چیر کر وجود میں آئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات آخر ہے کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ فنا ہوجائیگا مگر اس کی ذات باقی اور موجود رہے گی۔ ﴿وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ایسا ظاہر ہے کہ ہر چیز اس کے زیر غلبہ وزیر تصرف ہے، خود اس پر کوئی چیز غالب نہیں، تمام کائنات میں جس طرح چاہتا ہے مالکانہ اور حاکمانہ تصرف کرتا ہے۔ اور وہ ایسا باطن ہے کہ خلقت کی آنکھوں اور خیال اور وہم سے پوشیدہ ہونے کے باجود سب کا مولیٰ و مالک و ملجأ و مأ ویٰ ہے۔

(رواہ احمد والترمذی؛ مشکوۃ: ۲/۵۱۰)

کرسی کے متعلق علمائے کرام کے اقوال:

کرسی کی تفسیر آپ کے سامنے آیۃ الکرسی کی تفسیر میں عرض کی تھی، ہم عام طور پر کرسی اس کو کہتے ہیں جو لکڑی یا لوہے وغیرہ کسی چیز سے بنائی گئی ہو مگر یہاں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کے جلال کو ظاہر کرنا ہے اور اس کی وسعتِ قدرت کو بیان کرنا ہے۔ آیۃ الکرسی میں ارشاد فرمایا ہے:

وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ: ۲۵۵)

[اللہ تعالیٰ کی کرسی آسمان اور زمین کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔]

یہاں کرسی سے مراد ہماری دنیا جیسی کرسی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شان اس سے پاک ہے۔ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ﴾ یہاں کرسی سے کیا مراد ہے؟ اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

(۱)......ایک قول یہ ہے کہ کرسی سے مراد اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کا جلال اور اس کی وسعت ہے۔

(۲)......دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد اللہ کا وسعتِ علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے، سب چیزیں اس کے احاطۂ علم میں ہیں۔

لَا تُدۡرِكُهُ الۡاَبۡصَارُ وَهُوَ يُدۡرِكُ الۡاَبۡصَارَ (الانعام:۱۰۳)

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب کچھ ایسا ہے جیسے ہمارے سامنے کوئی چیز ہے اور اس کے دیکھنے میں ہماری آنکھیں غلطی کر سکتی ہیں لیکن اللہ کا علم اتنا وسیع ہے کہ وہ سب کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

(۳)......تیسرا قول یہ ہے کہ ﴿وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی وسعتِ سلطنت کو بیان کرنا ہے۔ جیسے آج بھی ہم کہتے ہیں کہ ضیاء الحق کی کرسی ہے، نواز شریف کی کرسی ہے، فلاں کی کرسی ہے تو اس سے مراد اس کی کرسی نہیں بلکہ مراد اس کی حکومت ہے۔ تو یہاں بھی کرسی سے مراد وسعتِ سلطنت ہے کہ ساری زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے سب پر اللہ تعالیٰ کی حکومت چلتی ہے۔

(۴)......چوتھا قول اور چوتھی تفسیر مفسرین کرام نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ﴿وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ سے اللہ تعالیٰ کی وسعتِ قدرت مراد ہے، کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

کرسی کی وسعت:

اور عام علماءِ سلف کا قول یہ ہے کہ کرسی ایک جسم ہے، جو تمام آسمان و زمین سے

بڑی ہے، اور عرش الٰہی سے چھوٹی ہے۔ خطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا ایک قول نقل کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ''کرسی اتنی بڑی ہے کہ اس کا اندازہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں لگا سکتا اور عرش اس سے بڑا ہے۔'' ابو مالک ؒ فرماتے ہیں کرسی عرش کے نیچے ہے۔ سدی کہتے ہیں: آسمان و زمین کرسی کے جوف میں ہے اور کرسی عرش کے سامنے ہے۔ جب کرسی کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا ہے تو عرش کی وسعت کا کون اندازہ لگا سکے گا۔ وہ کرسی سے بھی بڑا ہے اور ایک روایت میں فرمایا کہ ساتوں آسمان کرسی کے مقابل ایسے ہیں جیسے کسی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں، پھر عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہی ہے۔

کرسی کے سامنے آسمان اور زمین کی حیثیت:

ابن جریر اور بیہقی نے حضرت ابوذر غفاری ؓ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کرسی کیسی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے ایک بہت بڑے میدان اور بہت بڑے جنگل، صحرائے عظیم میں ایک چھلہ اور ایک انگوٹھی کا حلقہ پڑا ہوا ہو، بہت بڑا میدان ہو اس میں دس پیسے کا سکہ یا پچاس پیسے کا سکہ یا پاکستان کے دو روپے کا سکہ، ہندوستان کا ایک روپے کا سکہ بہت بڑے میدان میں ڈال دو اس کی کیا حیثیت ہوگی......! جنگل اور بڑے میدان میں اس کی جگہ کتنی ہوگی......! تو ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے ایک بہت بڑے میدان اور بہت بڑے جنگل میں ایک چھلہ پڑا ہوا ہو

اور عرش کی وسعت کا یہ حال ہے کہ اس کی وسعت کی کوئی حد نہیں، عرش کے مقابلہ میں کرسی کی یہی حالت ہے، جیسے ایک بہت بڑے جنگل میں دو روپے کا سکہ پڑا ہو، یا ایک بہت بڑے میدان میں انگوٹھی کا ایک حلقہ۔

عرشِ عظیم کی وسعت کا اندازہ لگایئے:

عرشِ عظیم کی وسعت کتنی ہے؟ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے قدیم ماہرینِ فلکیات کا قول نقل فرمایا ہے کہ آفتاب جو ہے وہ زمین سے ڈیڑھ سو گنا بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ لئے ہوئے ہے تو اندازہ لگایئے آسمان کتنا بڑا ہوگا، پھر پہلے آسمان سے دوسرا آسمان بڑا ہے، پھر تیسرا آسمان اس سے بڑا ہے، پھر چوتھا آسمان اس سے بڑا ہے، پھر پانچواں آسمان چوتھے آسمان سے بڑا ہے، پھر چھٹا آسمان اس سے بڑا ہے، پھر ساتواں آسمان اس سے بڑا ہے، اب اندازہ لگالو کہ ساتوں آسمان کتنے بڑے ہیں؟ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ سب آسمان اور زمین کرسی کے سامنے ایسے ہیں کہ بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں اور پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے۔ اور روح المعانی میں نقل کیا ہے کہ اہل رصد جس کو فلک الافلاک کہتے ہیں اس مرکز عالم سے اس کے مقعر تک تین کروڑ پینتیس لاکھ چوبیس ہزار چھ سو نو فرسنگ کا فاصلہ ہے اور فرسنگ تین کوس کا ہوتا ہے تو اس طرح حساب لگاتے ہیں تو دس کروڑ پانچ لاکھ تہتر ہزار آٹھ سو ستائیس کوس کا فاصلہ ہوتا ہے، وہ عدد عربی کتابوں میں ان الفاظ سے لکھا ہوا ہے:

ثلاثة وثلاثون الف الف وخمسمأة واربعة وعشرون الفا وست مأة وتسع فراسخ

(بیان القرآن: ۴/۱۵۳ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

یہ حضرت تھانویؒ کی تحقیق تھی۔

سورج کے متعلق جدید ماہرینِ فلکیات کی تحقیق:

''تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن'' میں ہے پرانے ریاضی دان کہتے ہیں کہ سورج ہماری زمین کی نسبت بہت بڑا ہے۔ جدید ماہرینِ فلکیات کی تحقیق یہ ہے کہ زمین اور سورج میں ایک اور تیرہ لاکھ کی نسبت ہے یعنی سورج زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے مگر زمین سے مشاہدہ کرتے ہیں تو سورج تھوڑی سی جگہ میں محدود نظر آتا ہے اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آسمانی دنیا کا پھیلاؤ کتنا وسیع ہے۔
(معالم العرفان حضرت صوفی عبدالحمید: ۸/ ۶۱۷)

سورج ہماری زمین سے کتنی دوری پر ہے؟

سورج ہماری زمین سے کتنی دوری پر ہے؟ اس کے متعلق حضرت مولانا ثمیرا لدین قاسمی دامت برکاتہم اپنی کتاب ''فلکیاتِ جدیدہ'' میں لکھتے ہیں:

سورج سے زمین کی درمیانی دوری 9,29,60,000 / نو کروڑ انتیس لاکھ ساٹھ ہزار میل یا 14,96,00,000 چودہ کروڑ چھیانوے لاکھ کلومیٹر ہے۔
(فلکیاتِ جدیدہ ص/ ۲۵)

یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ نے قدیم ماہرینِ فلکیات کی تحقیق روح المعانی کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے، اور تفسیر معالم العرفان میں اور حضرت مولانا ثمیر الدین صاحب مدظلہ نے جدید ماہرین فلکیات کی تحقیق کی روشنی میں یہ عدد لکھا ہے لہذا ان دونوں کو متعارض نہ سمجھا جائے ہر ایک کی بات مدلل ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

سورج اللہ کے حکم سے طلوع ہوتا ہے:

حدیث میں آتا ہے:

عن ابی ذرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ حین غربت الشمس اتدری این تذهب هذه قلت الله و رسوله اعلم قال فانها تذهب حتی تسجد تحت العرش فتاذن فیؤذن لها ویقال لها ارجعی من حیث جئت فتطلع من مغربها فذلک قوله ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا﴾ قال مستقرها تحت العرش. متفق علیه

(مشکوۃ:۲/۴۷۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”روزانہ سورج جب طلوع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اجازت لیتا ہے اور عرش کے سامنے سجدہ میں گر جاتا ہے اور جب اللہ کی طرف سے اجازت ملتی ہے کہ جاؤ طلوع ہو تو پھر طلوع ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ آج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہو تو مغرب سے طلوع ہوگا“ تو جدید ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ سورج کا حجم زمین سے تیرہ لاکھ گنا بڑا ہے۔

ربِّ عرش عظیم کو چھوڑ کر کہاں جاتے ہو؟

اب خاص بات آپ سے کہنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں ان میں سے بہت سی باتیں آپ کو یاد بھی نہیں ہوں گی مگر میں جو بات پیش کرنا چاہتا ہوں وہ سمجھ لو۔ جو اللہ اتنے بڑے عرش کا مالک ہے وہ کسی کا محتاج نہیں، سب اس کے محتاج ہیں

وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ (محمد:۳۸)

اور فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (اٰل عمران:۹۷)

تو جس ذات کے پاس اتنی بڑی حکومت ہے اور اتنی بڑی سلطنت ہے اور جس کی اتنی وسیع قدرت ہے اور اتنا بڑا وسیع علم جس کے پاس ہو تو اب ﴿ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ ﴾ ﴿ فَاَیْنَ تَذْھَبُوْنَ ﴾ ایسی عظیم قدرت والی ذات کو چھوڑ کر تم کہاں جاتے ہو؟ اگر کوئی اس عظیم قدرت والی ذات کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرے اس سے اپنی نذر و نیاز مانگے، بیٹا مانگے، نوکری مانگے اور اپنی حاجات مانگے تو اس سے بڑھ کر کون احمق ہوگا؟ اور غیر اللہ سے حاجات مانگنا کتنی بڑی حماقت ہے، جو اتنی بڑی حکومت کا مالک ہے اس کا جاہ و جلال کیسا ہوگا؟ اس کی قدرت کیسی ہوگی؟ کوئی اندازہ لگا سکتا ہے؟

سورج بے نور ہو جائے گا:

حدیث میں آتا ہے جب قیامت قائم ہوگی تو کیا ہوگا؟ فرمایا: ﴿ اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ﴾ [جب آفتاب بے نور ہو جائے گا] کیسا ہوگا؟ روٹی بنانے سے پہلے آٹے کی جو ٹکیہ ہوتی ہے اس کی طرح ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ نے سورج کے اندر بڑی گرمی رکھی ہے، دنیا میں جو گرم ممالک ہیں وہاں سورج کی گرمی سے پانی گرم ہو جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی پوری گرمی دنیا میں نازل فرما دیں تو پوری دنیا جل کر راکھ ہو جائے، اور سائنس یہ کہتی ہے کہ انسان کی زندگی، لائف جو ہے وہ سورج کی وجہ سے ہے، اگر اللہ تعالیٰ سورج کی حرارت کو کھینچ لے تو دنیا ختم ہو جائے، اور پھل وغیرہ جو پکتے ہیں وہ سورج کی گرمی سے پکتے ہیں مگر یہ اتنا بڑا سورج اللہ کا محتاج ہے، اللہ ہی کے حکم سے طلوع ہوتا ہے، اس کے اندر جو نور ہے اور جو گرمی ہے وہ سب اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب

کبھی جلال میں آتے ہیں تو سورج کو بھی بے نور کر دیتے ہیں جس کو ہم سورج گہن کہتے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے، اللہ جلّ جلالہٗ کا قیامت کے دن کا کیا جاہ وجلال ہوگا؟ قرآن مجید میں ہے:

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ. وَاِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ. وَاِذَا الۡجِبَالُ سُیِّرَتۡ.
(التکویر:۱،۲،۳)

[جب آفتاب بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے]

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَتَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِهۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ (القارعۃ:۵)

[بڑے بڑے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے]

اور ارشاد فرمایا:

یَوۡمَ نَطۡوِی السَّمَآءَ کَطَیِّ السِّجِلِّ لِلۡکُتُبِ (الانبیاء:۱۰۴)

[وہ دن بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح لکھے ہوئے مضمونوں کا کاغذ لپیٹ دیا جاتا ہے]

ہم قرآن مجید کو جزدان میں رکھ دیتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ ساتوں آسمانوں کو لپیٹ کر رکھ دے گا۔ اللہ کے نزدیک یہ کچھ مشکل نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت اور علم اتنا وسیع ہے۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے تو ایسے بڑے عرش کے مالک کو جو اتنی عظیم اور وسیع قدرت والا ہے، ایسے بڑے مالک کو چھوڑ کر کسی اور کے سامنے سر جھکانا اور اس سے اپنی مرادیں اور حاجات طلب کرنا کس قدر غلط بات ہے۔

سب اللہ کے در کے سوالی ہیں:

اللہ پاک کی وسیع قدرت اور وسیع علم اور بے شمار کمالات ذاتیہ کی وجہ سے ہمیں اللہ کے سامنے اپنی ساری محتاجی، اپنا عجز و نیاز، اپنا سوال، اپنی مرادیں پیش کرنا چاہئے، اگر کوئی اللہ کے در کو چھوڑ کر کسی اور کے سامنے اپنی عاجزی، اپنی نیاز مندی، عجز و نیاز پیش کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے کس قدر ناراض ہوگا؟ حالانکہ سب کے سب اللہ کے محتاج ہیں۔

يَسْأَلُهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الرحمٰن:۲۹)

[زمین اور آسمان کی جتنی بھی چیزیں ہیں وہ سب اللہ کے در کے سوالی ہیں]

بادشاہ رب سے مانگ رہا ہے تو میں رب سے کیوں نہ مانگوں!

ایک بادشاہ تھا، غالباً عالمگیر، وہ سفر میں گیا۔ دوران سفر ایک جگہ جنگل میں وہ ٹھہرا۔ وہاں ایک بوڑھا شخص تھا اس نے بادشاہ کی بڑی خدمت کی، پانی وغیرہ پلایا، جب بادشاہ چلنے لگا بوڑھے کو تو معلوم نہ تھا کہ یہ بادشاہ ہے۔ اس نے تو ایک مسافر سمجھ کر ان کی خدمت کی تھی، تو جب بادشاہ چلنے لگا تو اس نے کہا جب کبھی تم شہر میں آؤ اور کوئی ضرورت ہو تو میرے پاس آ جانا، میں بادشاہ ہوں ان شاء اللہ تمہاری خدمت کروں گا، تمہاری جو ضرورت ہوگی اسے ان شاء اللہ پوری کر دوں گا، وہ بے چارہ سیدھا سادہ آدمی تھا۔ اتفاق سے ایک مرتبہ شہر گیا، اور پوچھتے پوچھتے بادشاہ کے محل تک پہنچ گیا، اور بادشاہ کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ بادشاہ سلامت دعاء مانگ رہے ہیں، اس نے سوچا کہ یہ ہاتھ پھیلا کر کس سے مانگ رہا ہے اور کیا مانگ رہا ہے؟ کسی نے کہا رب سے مانگ رہا ہے تو اس

بوڑھے شخص نے کہا جب یہ رب سے مانگ رہا ہے تو میں بھی رب سے کیوں نہ مانگوں! اس نے بادشاہ سے سوال نہ کیا اور بلا سوال چلا گیا، تو ساری مخلوق کو روزی دینے والا، سب کو طاقت قوت دینے والا تو وہی خداوند قدوس ہے۔

خواجہ مجذوبؒ نے بہت خوب فرمایا ہے ______:

سب بندے ہیں کوئی نبی ہو یا ہو ولی یا شاہنشاہ
باگ دو عالم بھی ہے تیری قدرت کے حضور اک برگ گاہ
کیوں نہ میں قائل ہوؤں کہ ہزاروں تیری خدائی کے ہیں گواہ
خار و گل، افلاک و کواکب کوہ و دریا مہر و ماہ

حضرت اسرافیل علیہ السلام کی عظمتِ شان:

بہر حال قیامت جب واقع ہوگی تو پورا عالم فنا ہوجائے گا۔ آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے سب فنا ہوجائیں گے حتی کہ ایک وقت آئے گا کہ حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت عزرائیلؑ سب کو موت آجائے گی، اور آخر میں صور پھونکنے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام ان کو بھی اللہ تعالیٰ موت دے دیں گے۔ اسرافیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب سے پیدا کیا ہے وہ صور لے کر کھڑے ہیں اور کان اللہ کے حکم کے منتظر ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں کس طرح آسودہ حال ہوجاؤں جبکہ صور والے فرشتہ نے سینگ کو منہ میں لیا ہوا ہے اور اپنے ماتھے پر بل ڈال دیا اور اپنے کان متوجہ کردیئے اور انتظار کررہا ہے کب اسے حکم دیا جاتا ہے کہ وہ صور میں پھونک ماردے۔ تو صحابۂ کرامؓ نے

عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو پھر ہم کیا کہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ کہو:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا

[اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے وہی بہتر کارساز ہے ہم نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا۔]
(ترمذی شریف)

حضرت ضمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کوسب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا تھا اسی کے انعام میں ان کی پیشانی پر اللہ تعالیٰ نے چھوٹے حرفوں میں قرآن پاک لکھ دیا ہے۔
(درمنثور، البدایہ والنہایہ: ۱/۵۰ بحوالہ فرشتوں کے عجیب حالات مولانا امداد اللہ انور صاحب)

اللہ تعالیٰ کے اتنے فرماں بردار فرشتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ان کو بھی موت دے گا، جب ان کو بھی موت آجائے گی اور سب ختم ہو جائیں گے کوئی باقی نہ رہے گا، سب چیزیں اللہ کے حکم کے تابع ہیں، اللہ حکم دیں گے ختم ہو جاؤ ختم ہو جائیں گے، قرآن مجید میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین سے فرمایا:

ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا

[زمین اور آسمان سے فرمایا اے زمین وآسمان میری اطاعت کرو، خوش ہو کر یا ناخوش ہو کر]

قَالَتَا اَتَيْنَا طَائِعِيْنَ (حم السجدہ: ۱۱)

[زمین وآسمان نے کہا ہم فرماں برداری کے ساتھ تیری اطاعت کرتے ہیں، خوش ہو کر اطاعت کرتے ہیں۔]

بتاؤ! آج کس کی حکومت ہے؟

اور جب دوبارہ سب کو زندہ کرنا مقصود ہوگا، تو حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زندہ کریں گے وہ دوبارہ صور پھونکیں گے، سارے اپنی قبروں سے نکلیں گے۔

يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ (الغافر:۱۶)

[جس دن سب اپنی قبروں سے اٹھیں گے اللہ سے اس دن کوئی چیز مخفی نہیں رہے گی]

سب ایک لق ودق میدان میں کھڑے ہوں گے، اس وقت اللہ کا کیا جاہ وجلال ہوگا۔ آپ تصور کریں کتنا بڑا اجتماع ہوگا! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان اس میدان میں جمع ہوں گے، کیا حال ہوگا؟ اس دن عرشِ الٰہی کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اللہ پاک ہم سب کو عرشِ الٰہی کا سایہ نصیب فرمائیں۔ جو عرش کے سایہ میں ہوگا وہ تو راحت میں ہوگا اور جو نہیں ہوگا اس کی حالت مت پوچھو، بس اللہ ہی ہم سب کی حفاظت فرمائیں، الامان والحفیظ۔ وہاں کی گھبراہٹ اور پریشانی، بدحالی کا تصور نہیں کر سکتے، انبیاء علیہم السلام تک " يَارَبِّ نَفْسِيْ نَفْسِيْ، يَارَبِّ نَفْسِيْ نَفْسِيْ " کہتے ہوں گے، ایک زمانہ تک حساب وکتاب بھی نہ ہوگا۔ اللہ پاک اس دن پکار کر کہیں گے، ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ.﴾ بتلاؤ! آج کس کی حکومت ہے؟ حکومت کے لئے جنگ کرتے تھے، ظلم کرتے تھے، بتاؤ! آج کس کی حکومت ہے؟ اعلان ہوگا "این الجبارون؟ این المتکبرون؟" کہاں ہیں ظالم! کہاں ہیں متکبر! کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا، کس کی ہمت ہے؟ کوئی جرأت نہ کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ خود ہی جواب دیں گے

﴿لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَھَّارِ﴾ آج اس واحد قہار کی حکومت ہے جو اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتے ہیں:

رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ یُلۡقِی الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِہٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ لِیُنۡذِرَ یَوۡمَ التَّلَاقِ. یَوۡمَ ھُمۡ بٰرِزُوۡنَ لَا یَخۡفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنۡھُمۡ شَیۡءٌ لِّمَنِ الۡمُلۡکُ الۡیَوۡمَ لِلّٰہِ الۡوَاحِدِ الۡقَھَّارِ.

(الغافر:۱۵،۱۶)

اللہ تعالیٰ ہی رفیع الدرجات ہے وہی عرش کا مالک ہے جس پر چاہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی یعنی نبی لوگوں کو اجتماع کے دن یعنی قیامت سے ڈرائے، جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے آ موجود ہوں گے، ان کی کوئی بات کوئی عمل رب العالمین سے مخفی و پوشیدہ نہ رہے گا، آج کے روز کسکی حکومت ہے؟ آج اس اللہ کی حکومت ہے جو اپنی ذات و صفات میں یکتا وقہار ہے۔

اسی حالت میں ایک زمانہ گذرے گا۔

میدانِ حشر میں لوگوں کا وفد انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں:

لوگ میدان حشر میں بے حد پریشان ہوں گے، پسینہ کے اندر ڈوبے ہوئے ہوں گے، لوگ تنگ آجائیں گے اور یہ کہیں گے کہ حساب وکتاب شروع ہوجائے اور فیصلہ ہوجائے، لوگ آپس میں کہیں گے باوا آدم کے پاس جاؤ وہ ہمارے باپ ہیں اوران سے جا کر کہو کہ اللہ سے سفارش کریں کہ حساب وکتاب شروع ہوجائے، چنانچہ لوگ حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس جائیں گے اور جا کر کہیں گے آپ ہمارے

باپ ہیں، اللہ پاک نے آپ کو اپنے دستِ قدرت سے پیدا کیا، آپ کو مسجود ملائکہ بنایا، آپ کا مقام تو کتنا بلند ہے، آپ ابوالبشر ہیں، سب سے پہلے انسان ہیں، اور سب سے پہلے نبی بھی آپ ہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے سفارش کیجئے، ہمارا حساب وکتاب شروع ہو جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے میرے بچو! بے شک تم میری اولاد ہو، میں تمہارا باپ ہوں لیکن آج جو معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ بڑے جلال میں ہیں، آج میں اس کا اہل نہیں ہوں کہ بارگاہِ الٰہی میں کچھ عرض کروں، اللہ نے اگر مجھ سے پوچھ لیا کہ اے آدم! ہم نے تم کو کہا تھا ﴿ یَا اٰدَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّۃَ ﴾ [اے آدم اپنی دلہن کو لے کر جاؤ جنت میں رہو] ﴿وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ ﴾ (البقرہ:۳۵) [اس درخت کے قریب مت جانا] اگر مجھ سے پوچھ لیا تو......؟

آج اللہ تعالیٰ اتنے جاہ وجلال میں ہے کہ نہ اس سے پہلے اتنے جاہ وجلال میں تھا اور نہ اس کے بعد اتنے غضب میں ہوگا، پھر سارے لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جائیں گے اوران کی تعریف کریں گے کہ آدم علیہ السلام کے بعد دنیا کو آپ نے بسایا، آپ ابِ ثانی ہیں، دوسرے باپ ہیں، وہ بڑے ابا، آپ چھوٹے ابا، آپ اللہ سے سفارش کرو۔ نوح علیہ السلام کہیں گے آج میری ہمت نہیں ہے اس لئے کہ میں نے اپنے بیٹے کی سفارش کی تھی، اللہ کی طرف سے ارشاد ہوا تھا وہ تو نافرمان ہے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے فوراً اللہ پاک سے معافی مانگی۔ اللہ پاک نے معاف بھی کردیا، مگر کورٹ میں تو ایک ایک بول پکڑا جاتا ہے، فرمائیں گے آج میری ہمت نہیں ہے، اوروہی جواب دیں گے جو حضرت آدم علیہ السلام نے دیا، " انہ غضب ربی لم

یغضب مثله و لا یغضب بعدهٗ‘‘ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے آپ کا تو کیا مقام ہے، آپ تو خلیل اللہ ہیں، قربانی کی سنت آپ نے جاری کی مگر آپ بھی اللہ کے جاہ وجلال اور غضب کی وجہ سے معذرت فرمائیں گے، اور فرمائیں گے میری ہمت نہیں ہوتی اور نفسی نفسی کہیں گے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے مگر آپ بھی معذرت کردیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ بھی معذرت کریں گے، اور فرمائیں گے آج کسی میں ہمت نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کچھ عرض کر سکے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ بخاری شریف میں یہ تفصیلی روایت ہے، اس پر بہت سے سوالات بھی ہوتے ہیں کہ پہلے ہی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کیوں نہیں گئے، تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ عالی بتلانا ہے کہ آپ کا درجہ اور مقام کس قدر بلند ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری:

جب یہ لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیار ہو جائیں گے اور اللہ پاک کی بارگاہ عالی میں حاضر ہو کر یہ عرض کریں گے کہ اے اللہ! ان کا حساب کتاب شروع فرمادے۔ اگر دو آدمیوں میں لڑائی ہو رہی ہو، میاں بیوی کا یا دو خاندان کا جھگڑا ہو اور آپ جا کر کہیں یہ کیا لگا رکھا ہے، یہ کیا ہو رہا ہے۔ تو سامنے والا غصہ میں ہوتا ہے تو ایسے وقت آپ کی اس بات کا اچھا اثر ہونے کے بجائے ممکن ہے وہ یوں کہہ دے آپ جائیے، اپنا کام کیجئے! آپ کون ہوتے ہیں؟ آپ کو کیا حق ہے؟ لیکن اگر آپ کا وقار ہے، آپ کا دبدبہ ہے، آپ کو اللہ نے بڑا بنایا ہے تو آپ

کچھ نہ کہیں، آپ صرف ان کے سامنے جا کر کھڑے ہو جائیں، آپ کی ہیبت طاری ہو جائے گی، وہ خود ٹھنڈے ہو جائیں گے، وہ آگے بڑھ کر کہیں گے آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ اب آپ کہئے: یہ کیا ہو رہا ہے، اب آپ کی بات کا ان شاء اللہ اچھا اثر ہوگا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دیکھیں گے کہ اللہ پاک اس قدر غضب اور جاہ وجلال میں ہیں، کسی کی ہمت نہیں ہو رہی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ عالی میں حاضر ہو کر یہ نہیں فرمائیں گے اے اللہ! ان کا حساب وکتاب لے لیجئے، بلکہ حدیث میں آتا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ عالی میں حاضر ہوتے ہی سجدہ میں چلا جاؤں گا، اور آپ اتنا لمبا سجدہ کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثنا کریں گے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں "لا اعلمه الآن" اس وقت میں جانتا نہیں کہ میں اللہ کی کیسی حمد وثنا کروں گا۔ ایسی اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کروں گا کہ آج تک ایسی حمد وثنا نہ کسی فرشتہ نے کی، نہ کسی نبی نے کی، نہ کسی مخلوق نے کی، اس سے اللہ کی رحمت جوش میں آئے گی۔ بخاری شریف کی روایت ہے اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

یا محمد ارفع رأسک سل تعطه قل تسمع و اشفع تشفع

اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم سر اٹھایئے! آپ سوال فرمائیں ہم آپ کو عطا کریں گے، آپ شفاعت کریں ہم آپ کی شفاعت قبول کریں گے، پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرمائیں گے اے اللہ! آپ کی مخلوق پریشان ہے، ان کا حساب وکتاب شروع ہو جائے۔ اس کے بعد میزان قائم کی جائے گی، اور حساب وکتاب شروع ہوگا۔

اس کا نام ہے شفاعتِ کبریٰ، اور اسی کو مقام محمود کہتے ہیں۔

حَسْبِيَ اللّٰهُ الخ کی فضیلت:

تو جب اللہ اس قدر جاہ وجلال والا ہے، اتنی قدرت والا ہے، اتنے وسیع علم والا ہے، اس کو چھوڑ کر کسی غیر کی عبادت کرنا، کسی غیر کے آگے سجدہ کرنا، کسی اور سے مرادیں مانگنا، کسی کے نام کی منت مانگنا، کیا اللہ کی غیرت اس کو برداشت کرے گی؟ وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے۔ روایت میں آتا ہے ''حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح شام حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُـوَ عَـلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کے غموں کے لئے کافی ہو جاتا ہے'' روح المعانی میں یہ روایت ہے۔ اور اس کی وجہ کیا ہے؟ کیونکہ بندہ نے اپنا تعلق رب العرش سے کرلیا ہے اور عرش عظیم مرکز ہے نظام کائنات کا جہاں سے دونوں جہاں کے فیصلے صادر ہوتے ہیں۔ تو جب بندہ نے اپنا رابطہ اور کنکشن عرش سے کرلیا تو مرکز نظام کائنات کے رب کی پناہ میں آگیا تو اب اس کو غم اور مشکلات کہاں باقی رہیں گی۔

جو تو میرا تو سب میرا:

خواجہ مجذوبؒ نے بہت خوب فرمایا_________:

جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
جو تو نہیں میرا تو کوئی شیء نہیں میری

حَسْبِيَ اللّٰهُ الخ سے متعلق ایک واقعہ:

''روح المعانی'' میں اس پر ایک واقعہ لکھا ہے کہ ابن النجار نے اپنی تاریخ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ''ایک سریہ جہاد کے لئے روم کی طرف گیا، اس میں ایک شخص گھوڑے پر سے گر گیا، اور اس کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کی حالت ایسی ہوگئی کہ اس کے لئے چلنا مشکل ہوگیا۔ اس نے انتظار کیا کہ آج ٹھیک ہوجائے گی، کل ٹھیک ہوجائے گی لیکن اس کا پیر ٹھیک نہیں ہوا تو اس نے کہا میری وجہ سے پوری جماعت رکی ہوئی ہے، آپ لوگ مجھے یہاں چھوڑ دو اور اللہ کے حوالہ کردو جب تک زندگی مقدر ہوگی زندہ رہوں گا، آگے اللہ کا حکم۔ چنانچہ لوگوں نے بادلِ ناخواستہ اس کے گھوڑے کو وہاں چھوڑ دیا اور کھانے پینے کا جو سامان تھا وہ اس کے پاس رکھ دیا اور اللہ پاک کے حوالے کردیا کہ قضاء قدر کے جو فیصلے ہوں گے اس کے مطابق ہوگا۔ چنانچہ اس شخص کو جنگل میں چھوڑ کر اپنا سفرِ جہاد جاری رکھا۔ یہ آدمی اس جنگل میں پڑا تھا، جماعت روانہ ہوگئی، غیب سے ایک شخص ظاہر ہوا اور اس نے کہا کیا پریشانی ہے؟ اس نے کہا یہ بات ہے۔ اس نے کہا جہاں درد ہے اور جہاں ہڈی ٹوٹ گئی ہے وہاں ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ۔

حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

سات مرتبہ پڑھ کر دم کیا کر۔ چنانچہ اس شخص نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ اللہ پاک نے اسے شفاء عطا فرمائی۔ یہ ہے اس پاک کلمہ کی برکت۔ وہ شخص اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنے ساتھیوں سے جا کر مل گیا۔'' ہم بھی اس پر عمل کریں اور عمل کے وقت عرش عظیم کی تفسیر کو ذہن نشین کرلیں کہ جب سورج اتنا بڑا ہے تو آسمان کتنا بڑا ہوگا؟ کرسی

کتنی بڑی ہوگی اور عرش کتنا بڑا ہوگا؟ تو عرش عظیم کا رب اور مالک کتنا بڑا ہوگا، یہ تصور کر کے اس کو پڑھیں، اسی طرح ہم نماز میں رکوع وسجود کی تسبیح پڑھتے ہوئے اللہ کی عظمت اور اللہ کے برتر ہونے کو تصور کریں۔

''ربی'' کے معنی ہیں ''روحانی لطف'':

ہم نماز میں ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ، سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' کہتے ہیں مگر ہمارا دماغ پتہ نہیں کہاں ہوتا ہے۔ اگر کوئی اس کے معنی کا تصور کر کے یہ پڑھے تو رکوع اور سجدہ میں مزہ آجائے، ربی میں لطف حاصل کرنے کی چیز ہے۔ ''ربی'' کے معنی کیا ہیں، معلوم ہے؟ ربی، میرا رب۔ بیٹا اپنے والد سے کہتا ہے ابو یہ کام ہے، ابو یہ دو لیکن جب بیٹا کہے ''میرے ابو'' تو باپ کے کان بھی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ''میرے ابو'' میں عجیب لطف آتا ہے، اور شفقتِ پدری جوش مارنے لگتی ہے، بس ''ربی'' میں یہی لطیف اشارہ ہے۔ بندہ کہتا ہے ''ربی'' میرا رب، میرا رب، ''سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی'' [پاک ہے میرا رب سب سے اعلیٰ ہے] جب رب کے سب سے برتر ہونے کو تصور کر کے کہے گا تو سجدہ میں عجیب لطف اور مزہ آئے گا۔ اب اخیر میں اس شعر پر میں اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں____:

دونوں جہاں میں جو کچھ بھی ہے سب ہے تیرے زیر نگیں
جن و انس و حور و ملائک ، عرش و کرسی چرخ و زمیں
کون و مکاں میں لائق سجدہ تیرے سوا اے نور مبیں
کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں ہے کوئی نہیں

دعا:

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے، عرش عظیم کی تفسیر ہم نے سنی اس سے سبق لینے کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کا تعلق رب العرش العظیم سے ہو جائے، اللہ پاک ہمیں اپنی محبت، اپنی معرفت نصیب فرمائے، اللہ کی معرفت کا ذرہ بھی ہمیں نصیب ہو جائے تو ہمارا کام بن جائے، اور وقت موعود پر حسن خاتمہ نصیب فرمائے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمْ
وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

☆☆☆☆☆☆☆

﴿ ۲ ﴾

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط اول)

اعلان ہوگا اب ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور ہر ایک کو اس کا حق دلایا جائے گا تو آدمی جس کا جس پر حق باقی ہے وہ اس سے اپنا حق وصول کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا۔ فرمایا ایسی حالت ہوگی کہ اگر باپ کا بیٹے پر حق باقی ہوگا تو باپ اس سے اپنا حق وصول کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا اور اگر بیٹے کا حق باپ نے لیا ہے تو بیٹا اس دن تیار ہوگا کہ باپ سے میں اپنا حق لوں گا۔ بیوی شوہر سے اپنا حق طلب کرے گی اور شوہر بیوی سے اپنا حق لینے کے لئے تیار ہو جائیگا۔ کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہوگی۔ کیسا منظر ہوگا، اللہ اکبر! الامان و الحفیظ.

﴿ ۲ ﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط اول)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیۡعَنَا وَحَبِیۡبَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَھۡلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡراً کَثِیۡراً...... اَمَّا بَعۡدُ !

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۝ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدۡتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ وَلَا تُخۡزِنَا یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ .

(آل عمران:۱۹۴)

صدق اللہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک لمن الشاہدین و الشاکرین و الحمد للہ رب العالمین۔

قیامت کے دن کی رسوائی:

بزرگان محترم! ابھی ہم نے تراویح کی نماز پڑھی- اللہ تعالیٰ قبول فرمائے- اس میں ہم نے سورۂ آل عمران سنی، اسی میں سے ایک آیت جس میں ایک بہت جامع دعا ہے میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرمائے۔

یہ چھوٹی سی دعا ہے لیکن بڑی جامع دعا ہے، اس دعا میں اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو یہ سکھلا رہے ہیں کہ یوں دعا کیا کرو:

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِکَ

[اے باری تعالیٰ ہمیں ہر وہ چیز عطا فرما جس کا تو نے رسولوں سے وعدہ کیا ہے]

اور اس کے بعد والی دعا جو ہے اسی کی وجہ سے میں نے یہ آیت منتخب کی:

وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ

[اور قیامت کے روز ہمیں رسوا نہ فرما]

قیامت کی رسوائی سے ہماری حفاظت فرما۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی دنیا و آخرت کی رسوائیوں سے حفاظت فرمائے۔ آمین۔ دنیا کی رسوائی اور ذلت بھی اچھی نہیں مگر دنیا کی رسوائی اور ذلت عارضی ہے، چند دنوں کی ہے لیکن آخرت کی رسوائی اور ذلت بہت بری ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں بھی ہمیں عزت عطا فرمائے، آخرت میں بھی عزت عطا فرمائے۔ تو یہ دعا یاد کر لیں۔ چھوٹی سی دعا ہے لیکن بڑی زبردست دعا ہے، آگے ہے:

اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ

[بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا]

رحمت کا عشرہ:

ابھی جو عشرہ چل رہا ہے وہ پہلا عشرہ ہے اور آپ سب حضرات اس عشرہ کا نام جانتے ہیں، پہلے عشرہ کا نام رحمت ہے۔ دوسرے عشرہ کا نام مغفرت اور تیسرے کا نام جہنم سے آزادی اور چھٹکارا، سب یاد کر لیں۔ تو یہ پہلا عشرہ رحمت کا چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھ

کو اور آپ کو اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے۔ اللہ کی رحمت کا ایک ذرہ اور ایک چھینٹا بھی جسے مل گیا وہ کامیاب ہوگیا۔ تو یہ پہلا عشرہ جو رحمت کا ہے اللہ ہمیں دنیا میں بھی رحمت عطا فرمائے اور قیامت کے دن جس کی رسوائی سے پناہ کی دعا ابھی ہم نے مانگی، اللہ وہاں کی رسوائی سے بھی ہماری حفاظت فرمائے اور اللہ تعالی قیامت کے دن وہاں کیسا ہولناک منظر ہوگا، اللہ تعالی وہاں اپنی رحمت کے سایہ میں ہمیں جگہ عطا فرمائے۔ قیامت میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا، وہاں جسے اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوجائے گا وہ امن اور چین کے اندر ہوگا۔

قیامت میں برہنہ ہوں گے:

قیامت کا کیسا منظر ہوگا، کیسا ہولناک منظر ہوگا۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ام المومنین حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں:

سمعت رسول الله ﷺ يقول يحشر الناس يوم القيامة حفاةً عراةً غرلاً، قلت يا رسول الله الرجال و النساء جميعاً ينظر بعضهم الى بعض فقال يا عائشة الامر اشد من ان ينظر بعضهم الٰى بعض.
(مشکوۃ شریف: ۴۸۳)

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن جب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے تو سب برہنہ ہوں گے، حضرت آدمؑ سے لے کر قیامت تک آنے والے تمام انسان ایک میدان میں جمع ہوں گے کبھی آپ نے سوچا کتنا بڑا اجتماع ہوگا اور کتنا بڑا میدان ہوگا۔ وہاں سب برہنہ اور ننگے ہوں گے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں "الرجال و النساء جميعا" [کہ اس میدان میں مرد اور عورتیں سب ایک

ساتھ جمع ہوں گے] اور سب برہنہ ہوں گے **"ینظر بعضھم الٰی بعض"** [ایک دوسرے پر نظر کریں گے] دیکھیں گے، تو کیا شرم وحیاء نہ ہوگی؟ ظاہری بات ہے آج سوسائٹی اور ماحول اس قدر خراب ہونے کے باوجود بھی کچھ نہ کچھ اب بھی شرم وحیاء ہے۔ کوئی اگر برہنہ ہو جائے تو - اتفاقاً اگر نظر پڑ جائے تو الگ بات ہے - بالارادہ کوئی دیکھتا نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"فقال یا عائشة"** [اے عائشہ!] **"الامر اشد من ان ینظر بعضھم الی بعض"** [وہاں معاملہ اس قدر سخت ہوگا کہ ایک دوسرے کو دیکھنے کی فرصت ہی کہاں ہوگی] وہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ہر ایک کو اپنی ہی پرواہ اور فکر ہوگی۔ لوگ گھبراہٹ اور پریشانی سے ایسے بدحال ہوں گے کہ کسی کو دوسرے کی طرف دیکھنے کا دھیان ہی نہ ہوگا۔ یہ بخاری اور مسلم کی روایت ہے۔

محشر میں لوگوں کے پسینہ کی حالت:

اور ایک حدیث میں ہے حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ یعرق الناس یوم القیٰمة حتی یذھب عرقھم فی الارض سبعین ذراعاً ویلجمھم حتی یبلغ اٰذانَھم.

(مشکوۃ:۴۸۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، "لوگ قیامت کے دن پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے، یہاں تک کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر ہاتھ تک سرایت کئے ہوئے ہوگا اور پسینہ کی ان کو لگام ڈالی ہوئی ہوگی یہاں تک کہ پسینہ کی لگام ان کے کانوں تک پہنچی ہوئی ہوگی۔"

شارحین حدیث نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ میدان حشر میں سورج

بہت قریب ہوجائے گا تو اس کی وجہ سے ہر آدمی پسینہ میں شرابور ہوگا مگر یہ بات بھی یاد رکھیں کہ وہاں پسینہ بھی انسان کو اپنے بداعمالیوں کے اعتبار سے آئے گا بعضوں کا پسینہ ناف تک ہوگا اور بعضوں کا ٹخنوں تک بعض بدبخت ایسے بھی ہوں گے جن کا پورا جسم پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا اور یاد رکھئے یہ دنیاوی پسینہ کی طرح نہیں ہوگا بلکہ یہ لگام کی طرح آدمی کو قابو کئے ہوئے ہوگا، اعاذنا اللّٰہ منه.

سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا، آفتاب کا حجم اور اس کی گولائی:

اور یہ کیوں ہوگا؟ حضرت مقداد ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تدنی الشمس یوم القیٰمة من الخلق حتی تکون منهم لمقدار میل

[آفتاب مخلوق کے قریب ہوجائے گا یہاں تک کہ وہ صرف ایک میل کی مقدار پر ہوگا]

آپ کو معلوم ہے کہ آفتاب اس وقت کتنی بلندی پر ہے؟ مفسرین نے لکھا ہے کہ آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو گنا بڑا ہے، ہمیں ایک ٹکیہ کی طرح چھوٹا سا نظر آتا ہے۔ اندازہ لگائیے کہ کتنی بلندی پر ہوگا۔ اس لئے کہ جو چیز جتنی اونچائی اور بلندی پر ہوگی چھوٹی نظر آئے گی۔ قریب ہوگی تو بڑی نظر آئے گی ہمیں اتنا چھوٹا سا نظر آتا ہے تو کتنی بلندی پر ہوگا۔ اور دوستو! ہمیں یہاں کی ٹھنڈک کی وجہ سے سورج کی گرمی کی شدت محسوس نہیں ہوتی، سورج میں کتنا پاور ہے، گرم ملک میں جا کر دیکھ لیں جلا کر رکھ دیتا ہے۔ وہاں کے لوگ گرمی سے پناہ مانگتے ہیں، کتنے لوگ سخت گرمی اور لُو (Hit Stroke) کی وجہ سے مر جاتے ہیں، لیکن ٹھنڈک میں رہنے والے دوستو! کبھی اس کو بھی یاد کیا کرو۔

جہنم میں ٹھنڈک کا بھی عذاب ہوگا:

کل میں ایک کتاب پڑھ رہا تھا -ٹھنڈک میں رہنے والے اس کو بھی یاد رکھیں۔ کہ جہنم میں ٹھنڈک کا بھی عذاب ہوگا، **الامان والحفیظ.** اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔اس ٹھنڈک کا نام ُہے زمہریر‘‘۔ جب جہنمی جہنم کی تپش سے گھبرا جائیں گے تو ادھر ادھر بھاگیں گے تو اللہ تعالی فرمائیں گے چھوڑ دوان کو۔ٹھنڈک کی طرف بھاگیں گے تو وہ بھی عذاب ہی ہوگا۔اس ٹھنڈک کی وجہ سے ان کی پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنم کی تیز ٹھنڈک سے اللہ کی پناہ چاہی ہے:

اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیُ مِنْ زَمْھَرِیْرِ جَھَنَّمْ

[اے اللہ مجھے جہنم کی تیز ٹھنڈک سے پناہ عطا فرما]

تو ہم ٹھنڈے ملک میں رہتے ہیں اس لئے سورج کی گرمی کا احساس نہیں ہوتا۔ کبھی گرمی میں عمرہ اور حج کے لئے جائیں تو وہاں اس کا اندازہ ہوتا ہے،آج جب کہ سورج اتنی دوری پر ہے تو ہم سورج کی گرمی برداشت نہیں کر سکتے ہیں تو کل قیامت کے دن جبکہ سورج ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا تو اس کی گرمی کیسی ہوگی؟ کوئی برداشت کر سکے گا؟ جدید سائنسدان کہتے ہیں کہ سورج اس قدر گرم ہے کہ اس میں کچھ بھی ٹھوس یا مائع حالت میں نہیں رہ سکتا ہے بلکہ بخارات بن کر گیس میں تبدیل ہوجاتا ہے،گویا سورج کھولتی لپکتی کوندتی وحشی ہولناک مشتعل اور جوش مارتی ہوئی آگ کا مہیب گولہ ہے اور غیظ و غضب سے بھڑکتے ہوئے شعلے اس کی سطح سے ہزاروں میل بلند رہتے ہیں اس کی سطح درجۂ حرارت ٧٠٠٠ ڈگری سنٹی گریڈ ہے لیکن اس کا اندرونی حصہ اور بھی زیادہ گرم ہے

جہاں درجۂ حرارت ۴ املین ڈگری سنٹی گریڈ تک پہنچ جاتا ہے﴿ نَارٌ حَامِيَةٌ ﴾ [دہکتی ہوئی آگ] جو لوگ جہنم پر یقین نہیں رکھتے کیا انہیں اپنی آنکھوں کے سامنے سورج نظر نہیں آتا ہے، ہوسکتا ہے کہ ذہنی طور پر سورج کی حرارت کا اندازہ لگانا کچھ مشکل ہو یہ یاد رکھئے کہ پانی صرف ۱۰۰ ڈگری سنٹی گریڈ پر ابلنا شروع ہو جاتا ہے اور انسان اس پانی میں ایک منٹ بھی انگلی نہیں ڈال سکتا ہے اور جہاں درجۂ حرارت ۴ املین ہو اس کی شدت کا اندازہ لگانا شاید نہیں بلکہ انسانی دماغ کے لئے ناممکن ہے بس یوں سمجھئے کہ اگر سورج اور زمین کے درمیانی فاصلے دور کر کے ایک برف کا دو میل چوڑا پُل بنایا جائے تو سورج کی حرارت سے یہ صرف ایک سیکنڈ میں پگھل کر پانی بن جائے۔

(دیکھئے ڈاکٹر ملک کی کتاب: آیات الٰہی اور آفاقِ انسان)

قیامت کے دن سب لوگ میدان محشر میں جمع ہوں گے اور جس آدمی کے جیسے اعمال ہوں گے ان اعمال کے اعتبار سے وہ پسینہ میں ہوگا، کسی کا پسینہ ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ گھٹنوں تک ہوگا کسی کا پسینہ ناف تک ہوگا کسی کا پسینہ اس کے منہ تک ہوگا، کسی کا پسینہ لگام کی طرح منہ میں گھسا ہوا ہوگا۔

محشر میں جمع ہونے کے لئے چلنا:

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''قیامت کے روز لوگ تین قسم سے جمع کئے جائیں گے۔ ایک جماعت سوار ہوگی، یہ خوش نصیب ہوں گے جو سواری پر سوار ہو کر آئیں گے، عزت کے ساتھ، اللہ ہمارا حشر ان میں فرمائے، آمین۔ ایک جماعت جس میں اس سے نیچے درجہ کے لوگ ہوں گے وہ پیدل آئیں گے اور تیسری جماعت وہ ہوگی (اللہ ہماری حفاظت فرمائے، اللہ ہمیں ان میں

شامل نہ فرمائے، آمین۔) جو سر کے بل، منہ کے بل چل کر آئیں گے۔ ایک صحابی نے عرض کیا، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم منہ کے بل کیسے چل سکتے ہیں؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس ذات نے ان کو قدموں کے بل چلایا بیشک وہ اس پر بھی قادر ہے کہ ان کو منہ کے بل چلا دے۔''

(مشکوۃ شریف)

تمام لوگ حسب نسب بھول جائیں گے:

ایسا میدانِ محشر میں ہوگا، ہر شخص کو بس اپنی ہی فکر ہوگی۔ ایسا ہولناک منظر ہوگا، اللہ اکبر! قرآن کریم پڑھیے۔ قرآن کریم میں ایک جگہ ہے

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَ لُوْنَ.

(المؤمنون:۱۰۱)

[جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا اس دن کوئی حسب نسب کوئی رشتہ داری باپ بیٹے کی ماں بیٹی کی شوہر بیوی کی یاد نہ ہوگی، سب اس کو بھول جائیں گے۔ کوئی اس کو پوچھے گا نہیں۔]

میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کا جلال:

اور اللہ تعالی اس دن جلال میں ہوگا، روایت میں ہے کہ ''اللہ تعالی زمین کو ایک مٹھی میں اٹھالے گا اور آسمان کو بھی اور اللہ کہے گا '' انا الملک'' آج میں بادشاہ ہوں، دنیا کے بادشاہ کہاں چلے گئے؟ ﴿لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ﴾ آج کس کی حکومت ہے؟ آج کے دن کس کا ملک؟ کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا، اس وقت حق تعالی خود فرمائیں گے ﴿لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ آج حکومت اللہ ہی کی ہے جو یکتا اور غالب ہے۔

’’این الجبارون، این المتکبرون؟‘‘ کہاں ہیں دنیا کے سرکش، دنیا کے متکبرین۔ اللہ کا جاہ وجلال ہوگا۔

(معارف القرآن: ۷/۵۹۰)

ہرایک کوحق دلایا جائے گا:

اوراعلان ہوگا آج ہرایک کواس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا اور ہرایک کواس کا حق دلایا جائے گا۔ تو آدمی جس کا جس پرحق باقی ہے وہ اس سے اپنا حق وصول کرنے کے لئے تیار ہوجائے گا۔ فرمایا ایسی حالت ہوگی کہ اگر باپ کا بیٹے پرحق باقی ہوگا تو باپ اس سے اپنا حق وصول کرنے کے لئے تیار ہوجائے گا اور اگر بیٹے کا حق باپ نے لیا ہے تو بیٹا اس دن تیار ہوگا کہ باپ سے میں اپنا حق لوں گا۔ بیوی شوہر سے اپنا حق طلب کرے گی اور شوہر بیوی سے اپنا حق لینے کے لئے تیار ہوجائے گا۔ کسی کو کسی کی پرواہ نہ ہوگی، کیسا منظر ہوگا، اللہ اکبر! الامان و الحفیظ.

قیامت کا زلزلہ:

قرآن ایک جگہ کہتا ہے:

یَـآ اَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ (الحج:۱)

[اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو بیشک قیامت کا زلزلہ بہت عظیم ہوگا۔]

وہ زلزلہ کیسا ہوگا؟

یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ کُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا هُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ .

(الحج:۲)

فرمایا کہ

[اس دن تم دیکھو گے کہ دودھ پلاتی عورت اپنے دودھ پیتے بچہ کو بھول جائے گی]

آپ جانتے ہیں کہ ماں کے لئے اس کا دودھ پیتا بچہ سب سے قیمتی متاع اور سرمایہ ہوتا ہے، کبھی حالات آجاتے ہیں تو ماں اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتی لیکن اپنے بچے کو اپنے سینہ سے لگائے رکھے گی کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے کہ اس کی زندگی کی محبوب چیز اس کی اولاد ہے لیکن وہاں ایسے ہولناک حالات ہوں گے کہ ماں اپنے دودھ پیتے بچہ کو پھینک دے گی اور اگر عورت حالت حمل سے ہے تو پیٹ میں جو بچہ ہے سب سے زیادہ اس کی فکر ہوتی ہے کہ وہ سلامت رہے اسی لئے اسلام میں ماں کا درجہ بہت بڑا ہے لیکن فرمایا:

وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

[حاملہ عورت اپنے حمل کو گرا دے گی]

مارے وحشت اور گھبراہٹ کے حمل کو وضع کر دے گی ﴿وَتَرَى النَّاسَ سُكَارٰى﴾ [لوگ نشہ میں ہوں گے] ﴿وَمَا هُمْ بِسُكَارٰى﴾ [حالانکہ کوئی نشہ نہ ہوگا] ﴿وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ﴾ [لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے] اس کے دردناک عذاب کی وجہ سے لوگ ہوش میں نہیں ہوں گے۔

محشر کا منظر:

اور وہ وقت ہوگا کہ الامان و الحفیظ جس کو قرآن نے کہا:

فَاِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ (العبس:۳۳)

[جس وقت کانوں کو بیزار کردینے والی چیز یعنی قیامت آئے گی]

تو کیا ہوگا؟

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ. وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ. وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ. لِكُلِّ امْرِءٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ.

(العبس: ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷)

جس روز بھائی اپنے بھائی سے، اولاد اپنے ماں باپ سے اور شوہر اپنی بیوی سے اور ماں باپ اپنے بیٹوں سے۔ ہر ایک دوسرے سے بھاگیں گے، کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا۔ ہر ایک کو بس اپنی ہی فکر ہوگی۔ عجیب ہولناک منظر ہوگا۔ قیامت کے ایسے ہولناک منظر کے اندر کچھ سعادت مند وہ لوگ بھی ہوں گے (میں نے آپ کو شروع میں کہا تھا کہ رمضان المبارک کا یہ پہلا عشرہ رحمت کا ہے اللہ میدان حشر میں اپنی رحمت عطا فرمائے) ایسے ہولناک منظر میں کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کو اللہ تعالی کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا اور وہ بڑے آرام اور راحت کے اندر ہوں گے جبکہ اس دن اللہ کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

یظلھم اللّٰہ فی ظلہ یوم لا ظل الا ظلہ

یہ ان کا خاص اعزاز ہوگا بڑے سکون اور راحت میں ہوں گے۔ اللہ ہمارا حشر ان لوگوں میں کرے جنہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے، آمین۔ میں نے جب اس قسم کے لوگوں کے سلسلہ میں تلاش کیا تو روایتوں سے معلوم ہوا کہ تقریباً ایسے چالیس قسم کے لوگ ہوں گے۔ آج میں صرف ایک روایت بیان کروں گا اس کے بعد ان شاء اللہ روزانہ بیان کرتا رہوں گا تاکہ ہمیں بھی فکر ہو کہ ہم

بھی وہ اعمال کرنے والے بن جائیں کہ جن کے نتیجہ میں اللہ کے عرش کے سایہ میں جگہ ملتی ہے اور ہمیں بھی اللہ کے عرش کے سایہ میں جگہ مل جائے، اللہ پاک قیامت کے دن ہمیں اس کے عرش کا سایہ نصیب فرمائے، آمین۔

روزہ دار عرش کے سایہ میں ہوں گے:

آج ایک روایت ذکر کرتا ہوں جس کو حضرت تھانویؒ نے بہشتی زیور میں بھی نقل کیا ہے۔ روایت کا مفہوم یہ ہے کہ ''روزہ داروں کے واسطے قیامت کے دن عرش کے تلے دسترخوان چنا جاوے گا، وہ لوگ اس پر بیٹھ کر کھانا کھائیں گے اور ابھی دوسرے لوگ حساب ہی میں پھنسے ہوں گے۔ لوگ فرشتوں سے پوچھیں گے یہ کون لوگ ہیں؟ ہم ابھی حساب کتاب میں ہیں، تکلیف میں ہیں اور یہ لوگ بڑے آرام سے عرش کے سایہ میں نعمتیں کھا رہے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں؟ فرشتے کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں روزہ رکھا کرتے تھے اور تم روزہ خور تھے، یہ وہ لوگ تھے جو صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک اپنا کھانا پینا اپنی جنسی خواہش کو اللہ کے حکم پر روزہ کی نیت کے ساتھ چھوڑ دیتے تھے۔ تو روزہ داروں کو اللہ کی رحمت کا اور عرش کا سایہ نصیب ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں اور پوری امت مسلمہ کو اس دن اپنی رحمت کا اور اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائے جس دن اس کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ.

۳

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط دوم)

حقیقت میں زمین خدا کی ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے کچھ دنوں کے لیے کسی کو اس کا محافظ بنا دیتا ہے۔ جو لوگ اقتدار کے نشہ میں ظلم وزیادتی کو نہ روکتے ہیں نہ ہی خود ظلم سے باز آتے ہیں بلکہ خوشامدی درباریوں والی پارٹی کے کہنے سننے میں آجاتے ہیں، اپنے برابر کسی کو نہیں گردانتے تو اللہ تعالیٰ ان کو دنیا میں بھی ذلیل وخوار کرتا ہے اور آخرت میں علیحدہ عذاب ہوگا۔

۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت کا منظراور عرش کا سایہ

(قسط دوم)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنّ سَیِّدَنَاوَ شَفِیۡعَنَاوَحَبِیۡبَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَھۡلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡراً کَثِیۡراً...... اَمَّا بَعۡدُ !

فَاَعُوۡذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ٥ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ٥

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوا الۡاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھۡلِھَا وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ

(النساء:۵۸)

عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ سبعة یظلھم اللّٰہ فی ظله یوم لا ظل الا ظله: ”الامام العادل“ و ”شاب نشأ فی عبادة ربه“ و ”رجل قلبه معلق فی المساجد“ و ”رجلان تحابا فی اللّٰہ اجتمعا علیه وتفرقا علیه“ و ”رجل طلبته ذات منصب وجمال فقال انی اخاف اللّٰہ“ و ”رجل تصدق اخفاءً حتی لا تعلم شماله ماتنفق یمینه“

و ”رجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ“ او کما قال علیہ الصلوۃ والسلام

(بخاری شریف)

صدق اللہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علی ذلک لمن الشاھدین و الشاکرین و الحمد للہ رب العالمین۔

محشر میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا:

بزرگان محترم! گذشتہ کل آپ حضرات کے سامنے میدان حشر کے بارے میں کچھ باتیں بیان کی تھیں، وہاں ہر شخص کو اپنی ہی فکر ہوگی۔ مختلف طریقوں سے لوگوں کا حشر ہوگا، اپنے اعمال کے اعتبار سے پسینہ میں غرق ہوں گے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر قیامت کا حال بیان فرمایا ہے۔ ایک جگہ قرآن پاک میں اللہ تعالی نے صالحین اور حقیقی معنی میں جومردِ خدا ہیں، ان کی تعریف میں فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ

(النور:۳۷)

کہ ایسے لوگ بھی ہیں کہ ان کی تجارت اور ان کی خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے ان کو روکتی نہیں ہے اور ان کے مال و دولت اور تجارت نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے میں مانع اور ان کے آڑے نہیں آتی، کیوں آڑے نہیں آتی اس لئے کہ

يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (النور:۳۷)

[وہ ایسے دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس دن بہت سے دل اور بہت سی آنکھیں الٹ جاوے گی]

دہشت کے مارے دل بھی دھڑکتا ہوگا اور آنکھ بھی پھڑکتی ہوگی کہ میرا کیا ہوگا اور جیسا کل بتایا تھا کہ وہاں حسب نسب سب بھول جائیں گے کوئی کسی کو نہ پوچھے گا، اسی کو قرآن مجید میں بیان فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَّا یَجْزِیْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَیْــٴًـا اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ.

(لقمان:۳۳)

[اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کردے، تو نہ باپ بیٹے کے کام آئے گا نہ بیٹا باپ کے کام آئے گا۔ سن لو! ﴿اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ﴾ [یقیناً اللہ کا وعدہ حق ہے، اور سچا ہے سو تم کو دنیا کی زندگی دھوکہ میں نہ ڈال دے۔]

تو قیامت کے میدان میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے جو اللہ کے عرش کے سایہ میں بڑے آرام سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ان میں حشر فرمائے، آمین۔ رحمت کا عشرہ چل رہا ہے اسی مناسبت سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

سات قسم کے لوگ عرش کے سایہ میں ہوں گے:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے، فرماتے ہیں کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا“ قیامت کے دن سات قسم کے لوگ اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔ اس دن اللہ کی رحمت کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

منصف بادشاہ:

ان میں سب سے پہلے فرمایا: ’’الامـــام الـعــادل‘‘ منصف بادشاہ، عادل بادشاہ، عادل حکمران، انصاف کرنے والا بادشاہ۔ اسلام ایسا پیارا مذہب ہے کہ انسان زندگی کے کسی شعبہ میں چلا جائے اگر وہ اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے تابع ہوکر چلتا ہے تو زندگی کے جس شعبہ میں ہے وہ اس میں اپنی آخرت بنا سکتا ہے۔ حالات کی وجہ سے ہمارے ذہن بگڑ گئے ہیں، ہماری سوچ بگڑ گئی ہے، معاشرہ ایسا خراب ہوگیا ہے کہ اب ہمارا ذہن اچھی چیز سوچتا بھی نہیں ہے۔ ہمارے ذہن میں یہ ہے کہ اگر کوئی وزیر اعظم بن جائے اور ملک کا پرائمنسٹر بن جائے تو اس کے لیے اور اس کے خاندان کے لئے زندگی باغ و بہار ہوگئی۔ اور جو پرائمنسٹر بنتا ہے وہ بھی اسی مال و دولت کے لالچ میں کرسی پر آتا ہے، وزیر اعظم کی بات تو دور رہی، چھوٹے چھوٹے ایم پی اے اور ممبران پارلیمنٹ عہدہ پر آنے سے پہلے بڑے بڑے وعدے کرتے ہیں، یہ کام کریں گے وہ کام کریں گے، لیکن جب آجاتے ہیں تو ان کی حالت یہ ہوتی ہے ’’جو بھی آئے وہ میرے پیٹ میں‘‘ آج عام طور پر دنیا میں یہی ہو رہا ہے۔ اب اس وجہ سے ہمارا ذہن یہ بن گیا کہ کوئی ایم پی اے بن جائے یا کسی کو حکومت کا کوئی بڑا عہدہ مل جائے تو سمجھتے ہیں کہ اس کی قسمت جاگ گئی، اب اس کے خاندان کے لیے سب کچھ ہوگیا، اور بعض دفعہ کہتے بھی ہیں کہ ایک مرتبہ آجاؤں تو اتنا کمالوں گا کہ نسلیں پلتی رہیں گی، رشوت اور دوسرے راستے سے پیٹ بھرتے ہیں، ہوسکتا ہے کہ دوسری مرتبہ آؤں یا نہ آؤں۔ ایک ملک کے ایک ایم پی اے نے برسر اعلان کہا – وہ دو مرتبہ آچکا تھا اور جو وعدے کیے تھے

کچھ بھی پورے نہ کیے، جب تیسری مرتبہ الیکشن تھا تو اس نے عام مجمع میں کہا کہ۔ پہلی مرتبہ آیا تو اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا رہا، دوسری مرتبہ آیا تو اپنے خاندان کے لیے پیٹ بھرنے کا انتظام کرتا رہا اور اب آؤں گا تو اب تمہارا نمبر ہے، تمہارا کام کروں گا۔ لہذا اب جو وعدہ کرتا ہوں وہ پورا کروں گا۔ ان حالات کی وجہ سے ہمارا تصور یہی ہے کہ کسی کو حکومت کا عہدہ مل جائے تو اس کی دنیا بن گئی، اس طرح جس کو عہدہ ملے اور وہ ایسے کام کرے تو وہ امام عادل نہیں ہے۔ تو حکومت کے عہدہ دار کو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پہلے نمبر کا یہ دنیادار ہے۔ یہ سب سے بڑا دنیا دار ہے لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں یہ عہدہ داری بظاہر دنیا نظر آتی ہے لیکن اگر وہ پرائمنسٹر اور بادشاہ قوم کے درمیان عدل وانصاف قائم کرتا ہے اور ہر ایک کو اس کا حق دلاتا ہے تو اس کا درجہ اتنا بڑا ہے کہ قیامت کے دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عرش کے سایہ والوں میں سب سے پہلے جس کا نام لیا ہے وہ ہے **"الامام العادل"** عادل حکمران، عادل بادشاہ اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔ اور عادل بادشاہ کا رتبہ کیا ہے؟ بعض روایات میں آتا ہے کہ" عدل وانصاف کرنے والا بادشاہ، اس کے وہ چند منٹ جس میں وہ عدل و انصاف کررہا ہے ستر سال کی عبادت سے افضل ہے۔" اس لیے کہ وہ اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتا ہے، عدل وانصاف سے کام لیتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ عدل وانصاف کرتے تھے اور فرماتے تھے **"فالیوم کیف لایکون خیرا من عبادۃ سبعین سنۃ"**
(ترمذی، کتاب الاحکام)

اور صاحب بدائع الصنائع نے لکھا ہے کہ" ایک دن کے لیے قضا وانصاف میں وقت لگانا ۶۰ رسال کی عبادت سے افضل ہے۔" اور اسی عدل وانصاف ہی پر آسمان و

زمین قائم ہیں، اللہ پاک سب سے بڑے عادل ہیں عدل وانصاف کو پسند فرماتے ہیں۔

الترغیب والترہیب میں حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک روایت منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تھوڑی دیر کا انصاف ساٹھ سال کی شب بیداری اور روزہ رکھنے کی عبادت سے بہتر ہے۔'' مطلب یہ شخص ساٹھ سال تک قائم اللیل وصائم الدہر کے برابر ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے ابو ہریرہ! کسی معاملہ میں تھوڑی دیر کا ظلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کی نافرمانی سے زیادہ سخت اور بڑا گناہ ہے۔'' ایک روایت کا مفہوم ہے کہ ''عادل بادشاہ، عادل حاکم زمین پر اللہ کا سایہ ہے۔'' مسلم شریف میں ایک روایت ہے:

عن عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان المقسطین عنداللہ منابر من نور الذین یعدلون فی حکمھم و اھلیھم وما ولو

(رواہ مسلم)

[عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منصف و عادل لوگ اللہ کے یہاں نور کے منبروں پر فروکش ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو حکومتی امور، اپنے اہل و عیال، فرائض منصبی میں عدل و انصاف کرتے رہے ہوں گے۔]

حضرت صوفی عبدالحی سواتیؒ نے اپنی مشہور تفسیر ''معالم العرفان'' میں ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ ''عدل کرنے والوں کو قیامت کے دن کستوری (مشک) کے منبروں (ٹیلوں) پر بٹھایا جائے گا، یہ ایسے لوگ ہوں گے جنہوں نے انصاف کرتے

وقت اپنے- بیگانے کا لحاظ رکھا نہ دوست اور دشمن میں فرق کیا۔‘‘

(معالم العرفان: ۱۰/ ۶۶۰)

یہ اسلامی تعلیمات ہیں۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ فرمایا کرتے تھے ’’اسلام ایک عالمی پروگرام ہے مسلمانوں کا یہ فخریہ پروگرام ہے جو کسی دیگر قوم کے پاس نہیں ہے۔ اس کو لے کر آگے بڑھو گے تو فلاح و کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔‘‘ آج دنیا میں عدل ملتا نہیں، بلکہ خریدنا پڑتا ہے، عدالتیں بڑی مہنگی ہیں، عدلیہ کی فیس اور وکلاء کا معاوضہ ادا کرنا کمزور غرباء کے بس کی بات نہیں، مالدار لوگ سرمایہ کے بل بوتے پر اپنا ہر جائز اور ناجائز مقصد حاصل کر لیتے ہیں، اس لیے غریب آدمی کو انصاف نہیں ملتا۔ اسلام کا نظام عدل وہ نظام ہے ...... جو حاکم اور محکوم، بڑے چھوٹے، آقا غلام، گورے کالے؛ اپنے بیگانے میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتا، اس لیے امام عادل کا مقام بہت بڑا ہے۔

عدل کسے کہتے ہیں؟

محترم دوستو! اب سوال یہ ہوتا ہے کہ عدل کسے کہتے ہیں؟ تو عدل کا مفہوم بڑا وسیع ہے۔ ایک عدل تو اردو کا ہے، جس کا معنی ہے ’’انصاف کرنا‘‘ لیکن عربی میں عدل کا ایک وسیع مفہوم ہے، میں نے اپنے استاذ حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیریؒ سے درس میں سنا تھا حضرت نے جلالین کے سبق میں ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی﴾ (النحل: ۹۰) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا کہ اس آیت کے متعلق فقیہ الامت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت جامع آیت ہے اگر ایک صاحبِ ایمان بندہ پابندی اسی آیت پر صحیح معنیٰ میں عمل کر لے تو ان شاء اللہ پورے دین پر چلنا آسان ہو جاتا ہے، اس وجہ سے عمر ثانی حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے

خطبۂ ثانیہ میں اس آیت کو شامل کرلیا تا کہ ہر مسلمان ہر جمعہ کو اس آیت کو سنے اور اسے اس پر عمل کی توفیق ہو۔اس آیت میں تین باتوں کا حکم دیا ہے اور تین باتوں سے روکا ہے۔خیر مجھے اس کی تفصیل میں جانا نہیں ہے، میں تو صرف عدل کو سمجھانا چاہتا ہوں۔

عدل کی تعریف ہے **"ایتاء ذی حق حقه"** ہر حق والے کو اس کا حق دینا۔

۱......بندہ پر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جس کو یوں کہا جاتا ہے **"العدل باللّٰه تعالیٰ"** [اللہ تعالیٰ سے عدل کرنا] یعنی اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور وحدانیت کا قائل ہونا، اس کے ساتھ دوسرے کسی کو شریک نہ کرنا اور اس کے ہر حکم کو ماننا۔

۲......اس کے بعد رسول کا حق ہے جسے یوں کہا جاتا ہے **"العدل مع الرسول"** [رسول سے عدل کرنا] یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، آپ کو اللہ کا رسول ماننا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو ماننا، اور اس کے حق ہونے کو یقین کرنا، چاہے وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، آپ کی سنتوں کو اپنی زندگی میں لانا، آپ سے محبت کرنا، آپ کی توقیر و تعظیم کرنا اور سب سے بڑھ کر آپ کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔

۳...... **"العدل مع القرآن"** عدل مع القرآن کا مفہوم یہ ہے کہ قرآن کریم سے عدل کرنا، یعنی قرآن کریم کے مُنَزَّل من اللہ ہونے کا یقین کرنا، یہ یقین کرنا کہ یہ میرے رب کی طرف سے نازل کردہ قرآن کریم ہے، اس کی ایک ایک سورت اور ایک ایک آیت حق ہے۔دوسرے نمبر پر اس کو صحیح تجوید کے ساتھ سیکھنا، پڑھنا اور اس کی تلاوت کرنا ہے، اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا اور پھر اس پر عمل پیرا ہونا۔

۴...... **"العدل مع الوالدين"** والدین کے ساتھ عدل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ

والدین کی عزت وتکریم کرنا، ان کی شان میں بے ادبی یا گستاخی نہ کرنا، معروف میں ان کی اطاعت کرنا، ان کی جانی مالی خدمت کرنا وغیرہ۔

۵...... "**العدل مع الاولاد**" عدل مع الاولاد کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی ہے تو ان کا اچھا نام رکھنا، اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت پڑھنا اور جب بولنا سیکھے تو اللہ تعالیٰ کا نام سکھلانا، اسے دین کی تعلیم دینا، منکرات سے بچانا، بالغ ہو جائے تو ان کی شادی کرا دینا۔ وغیرہ

۶...... "**العدل مع الزوج او الزوجه**" عدل مع الزوجہ کا مطلب یہ ہے کہ اپنی بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنا، جو خود کھائے وہی اپنی بیوی کو بھی کھلانا، خود پہنے اس کو بھی پہنانا، اس پر ظلم و زیادتی اور زدوکوب نہ کرنا۔ عدل مع الزوج کا مطلب یہ ہے کہ اپنے شوہر کا احترام کرنا، اللہ اور رسول کے بعد سب سے بڑا حق شوہر کا ہے اس کا خیال رکھنا، معروف باتوں میں اس کی اطاعت کرنا۔

اس طرح عدل کی بہت سی اقسام ہیں۔ یہاں تک کہ شریعت نے عدل مع الحیوان کا بھی حکم دیا ہے۔

۷...... "**العدل مع الحیوان**" عدل مع الحیوان کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کوئی جانور پالا ہے تو وقت پر اس کو دانا پانی، گھاس پھوس دینا، اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام نہ لینا۔ اگر کسی نے جانور پالا اور اس کا خیال نہیں کیا تو عدل نہ ہوگا، بلکہ ظلم ہوگا، بس اس کو اس طرح سمجھ لو کہ عدل کے مقابلہ میں ظلم آتا ہے۔ اور عربی کا مشہور مقولہ ہے:

تعرف الاشياء باضدادها

[ہر چیز اس کی ضد سے پہچانی جاتی ہے]

ظلم کہتے ہیں ''ہر وہ کام یا ہر وہ کلام جس سے اللہ کی نافرمانی ہوتی ہو، چاہے وہ چھوٹی ہو یا بڑی وہ ''ظلم'' ہے۔'' اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے مسجد میں داخل ہوتے ہوئے دائیں پیر کے بجائے پہلے بایاں پیر مسجد میں رکھا تو یہ بھی ظلم ہے، یہ شخص عدل سے ہٹ گیا۔ بہرحال میں نے عدل کو سمجھانے کی کوشش کی ہے، اللہ تعالیٰ کرے ہم سب کو عدل کی حقیقت سمجھ میں آجائے۔ اگر عدل کا مفہوم سمجھ میں آگیا تو آگے جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں اس کے سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

اس گفتگو سے یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا کہ ہم امام عادل بننا چاہتے ہیں تو اس کا آسان نسخہ جو ابھی آپ کے سامنے بیان کیا اس پر عمل کرنا شروع کر دو، اسی مضمون کو میرے پیرومرشد حکیم اختر صاحب نوراللہ مرقدہ اس طرح بیان کرتے تھے۔

حدیث پاک میں ہے:

سبعة يظلهم الله يوم القيامة يوم لا ظل الا ظله

[سات قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن سوائے اس کے کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔]

ان میں پہلا شخص ہے ''الامام العادل''۔ آپ کہیں گے کہ اس قسم کو تو ہم حاصل نہیں کر سکتے، کیونکہ امام عادل کے معنی ہیں سلطان، بادشاہ اور امیر المؤمنین۔ ہم لوگ کیسے بادشاہ بن سکتے ہیں؟ لہٰذا علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اور علامہ بدرالدین عینیؒ اور ملا علی قاریؒ وغیرہ شراح حدیث نے ایک ایسا نکتہ بتایا کہ ہم سب کے سب اس صف میں

شامل ہو سکتے ہیں اور گھر کا ہر بڑا شخص اپنے گھر کا امام ہے۔﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا﴾ (الفرقان:۷۴)

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ یہاں متقیوں کی امامت مقصود نہیں ہے، بلکہ یہ کہنا ہے کہ اے اللہ! ہم اپنے گھر کے امام تو ہیں ہی لیکن اگر میرے گھر والے نافرمان رہیں گے تو میں امام الفاسقین رہوں گا اور اگر آپ میرے گھر والوں کو نیک، متقی اور نمازی بنا دیں تو میں امام المتقین ہوں گا۔تو ہر بڑا اپنے گھر میں عدل قائم کرے جو اپنے چھوٹوں پر، متبعین پر عدل قائم کرے گا اس کو بھی یہ فضیلت حاصل ہو جائے گی۔

اس حدیث کی شرح میں اللہ تعالیٰ نے ایک مضمون میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ہر انسان کے پاس دو گز کی مملکت موجود ہے جس میں دار السلطنت بھی ہے اور صوبے بھی ہیں۔دل دار السلطنت ہے، آنکھوں کا صوبہ ہے، کانوں کا صوبہ ہے، زبان کا صوبہ ہے، لہٰذا جو سر سے پیر تک اپنی دو گز کی مملکت پر اللہ کی مرضی کے مطابق عدل قائم کر دے یہ بھی امام عادل میں داخل ہو جائے گا۔عدل کیا چیز ہے؟ عدل کو اس کے تضاد سے سمجھئے۔کیونکہ

تعرف الاشیاء باضدادھا

[ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے]

دن کو پہچاننے کے لیے رات کی ضرورت ہے، ایمان کو پہچاننے کے لیے کفر ہے، گرمی کو پہچاننے کے لیے سردی کی ضرورت ہے، عدل کی پہچان ظلم سے ہوتی ہے۔ہر وہ کام جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو، ظلم ہے۔جو اپنی نظروں کو نافرمانی سے نہیں بچاتا ہے یہ ظالم ہے، عادل نہیں ہے، جو اپنے کانوں کو نافرمانی سے نہیں بچاتا یہ ظالم ہے، عادل نہیں ہے، جو اپنی زبان سے نافرمانی کرتا ہے یہ ظالم ہے، عادل نہیں ہے۔لہٰذا اگر چاہتے

ہو کہ امام عادل کا مقام مل جائے یعنی عرش کا سایہ، تو اپنے جسم کی مملکت پر عدل قائم کردو۔ کانوں پر عدل قائم کرو یعنی کانوں پر ظلم نہ کرو، گانا نہ سنو۔ آنکھوں پر عدل قائم کرو یعنی نامحرموں کو، کسی کی بہو بیٹی اور لڑکوں کو نہ دیکھو۔ زبان پر عدل قائم کرو یعنی غیبت سے بچو، کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ۔ اسی طرح گالوں پر عدل قائم کرو یعنی ڈاڑھیوں کو نہ منڈاؤ۔ اسی طرح ٹخنوں پر عدل قائم کرو یعنی پاجامہ اور لنگی ٹخنوں سے نیچے نہ لٹکاؤ۔ خواتین بھی عدل قائم کریں یعنی بغیر برقع کے گھروں سے نہ نکلیں۔

لہٰذا ہر شخص امام عادل ہوسکتا ہے۔ دو گز کی جو زمین ہمیں ملی ہے ہم اس کے امیر، امام اور بادشاہ ہیں۔ سوال ہوگا کہ آنکھوں کے صوبہ میں بغاوت کیوں ہوئی؟ کیوں بدنظری کرتے تھے؟ کانوں کے صوبہ میں بغاوت کیوں ہوئی؟ گالوں کے صوبہ میں داڑھی منڈا کر کیوں تم نے بغاوت ہونے دی؟ تم نے اپنے قلب کے ہیڈ کوارٹر اور دار السلطنت سے اپنی قوت ارادیہ کی فوج سے ان صوبوں پر کیوں کرفیو نہیں لگایا؟ لہٰذا جسم کی دو گز زمین کی مملکت پر جو شخص اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، صوبوں کی بغاوت کو کنٹرول نہیں کرتا وہ امام عادل نہیں، امام ظالم ہے۔ اور جو شخص اس مملکت کو تابعِ فرمانِ الٰہی کر دیتا ہے قیامت کے دن ان شاء اللہ اس کو امام عادل کا مقام حاصل ہوگا۔

امام عادل کی جو شرح اللہ نے میرے قلب کو عطا فرمائی، حدیثوں کی ساری شرحیں پڑھ لیجیے، محدثین سے پوچھ لیجیے، پھر احقر کی بات کو غور سے سنیے! تو معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اختر کی زبان سے کیا کام لے رہا ہے۔ **ولا فخر یا ربی** اے اللہ! کوئی فخر نہیں، آپ کی رحمت کی بھیک ہے۔ جب ہمارے طلباء یہ حدیثیں پڑھائیں گے اور اس

تقریر کو پیش کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ علما بھی وجد کریں گے کہ آج ہم پہلی دفعہ ایسی تقریر سن رہے ہیں۔

(افضال ربانی:۷۹، ۸۰، ۸۱)

عدل اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت ہے، عدل ہی پر زمین و آسمان کا کارخانہ قائم ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ﴿وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا﴾ [اسی نے آسمان کو اونچا کیا] ﴿وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا﴾ [زمین کو بچھایا] اور حکم دیا کہ اے ایمان والو! عدل قائم کرو، جہاں عدل ہوتا ہے وہاں لوگ خوش حال اور مطمئن رہتے ہیں، وہاں بستیاں سرسبز و شاداب رہتی ہیں۔

شیخ ابوالحسن بن محمد بن حبیب البصری البغدادی عرف عام ''شیخ ماوردی'' سے مشہور ہیں، پانچویں صدی ہجری کے وہ سب سے بڑے فقیہ اور سیاسی مفکر تھے، بغداد کے قاضی بھی تھے اور یہاں درس و تدریس بھی دیتے تھے، غیر معمولی علمی شخصیت کے حامل تھے، ان سے پوچھا گیا: اخلاق کا کمال کیا ہے؟ جواب ملا: عدل۔ سائل نے پھر پوچھا: دین کا کمال کیا ہے؟ جواب ملا: عدل ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء:۵۸)

[انصاف سے فیصلہ کیا کرو]

یہ خطاب ان لوگوں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ایک مقام دیا ہے، اس میں قاضی، عدالت کا جج بھی شامل ہے، شہر کا کمشنر (Comissioner) اور ڈپٹی کمشنر (Deputy Comissioner) صوبہ کا گورنر بھی اور مملکت کا صدر بھی داخل ہے۔

اسلام میں حاکم کی بڑی ذمہ داری ہے اس سے بڑھ کر اور کیا ذمہ داری ہوگی کہ

ہر حاکم اللہ تعالیٰ کا نائب کہا جاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کو نافذ کرنے والا ہے۔

آپ اندازہ لگا سکتے ہیں ہم اس کو پہلے نمبر کا دنیا دار کہتے ہیں لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں ''وہ اللہ کا سایہ ہے۔'' جب بادشاہ عادل ہوتا ہے، مظلوم کی فریاد رسی کرتا ہے، ظالم کو ظلم سے روکتا ہے تو ہر ایک اطمینان سے رہتا ہے، ہر طرف امن وامان ہوتا ہے، ہر ایک کی جان و مال، عزت و آبرو محفوظ رہتی ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑے عادل تھے، اللہ تعالی نے آپ کو تھوڑی مدت میں کیسی کامیابی عطا فرمائی۔ اس کے بعد خلفائے راشدین کا دور دیکھئے انہوں نے کیسا عدل وانصاف قائم فرمایا کہ دنیا اس کی نظیر پیش نہیں کرسکتی۔ انہوں نے اللہ کے بندوں کی کیسی خدمت کی، اللہ اکبر! کیسی خدمت کی اور انہوں نے خود کیسی زندگی بسر کی ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔

چنانچہ خلفاء راشدین کا دور ایک زرّیں دور کہلاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو یہ تعلیم دی تھی کہ تم سے پہلی امتیں اس لئے ہلاک ہوئیں کہ قانون کی بالادستی کو انہوں نے باقی نہ رکھا، جب فیصلوں پر عمل کا نمبر آتا تو انہوں نے چھوٹے بڑے، ذی اثر اور بے اثر میں فرق کیا۔ چنانچہ رئیس اور مالدار اپنے اثر ورسوخ اور دولت سے فیصل یعنی جج کو خرید لیتے تھے اور اپنے حق میں فیصلہ کروا لیتے تھے، جیسا کہ آج کے دور میں ہو رہا ہے۔ بعض سرکش جنہیں اللہ تعالیٰ کے ﴿مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ﴾ اور ﴿وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ ہونے کا یقین نہیں ہوتا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اقتدار ان کی زر خرید لونڈی ہے، وہ اپنے اقتدار کے بل بوتے پر جسے چاہیں کچل دیں جسے چاہیں چٹکیوں میں مسل سکتے ہیں۔ حق، انصاف، ایمان، اخلاق، اصول کی ان کے یہاں

کوئی قدر نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قانونِ فطرت بھی انہیں بخشتا نہیں ہے۔

محترم دوستو! میں آپ کو سب سے اول خلیفہ رُسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ سناتا ہوں، توجہ فرمائیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی شان دیانت:

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے دور خلافت میں ایک خطبۃ الجمعہ کے بعد یہ اعلان فرمایا کہ صدقے کے بہت سے اونٹ آئے ہوئے ہیں، کل انہیں تقسیم کروں گا۔ ایک خاتون نے یہ سنا کہ صدقے کے اونٹ تقسیم ہو رہے ہیں تو اپنے شوہر سے کہا کہ یہ نکیل لو اور وقت و موقع پر پہنچ جاؤ اور کوشش کرنا کہ ہمیں بھی ایک اونٹ مل جائے۔ وہ اللہ کا بندہ موقع پر پہنچ گیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حساب وفہرست بنانے میں منہمک تھے، وہ شخص ان کے پیچھے پیچھے گھومنے لگا۔ حضرت ابوبکرؓ کو اپنے کام میں تکلیف وسخت الجھن ہوئی، آپؓ نے اس شخص کو چلے جانے کا حکم دیا، کئی بار کہا بھائی بعد میں آنا مگر وہ شخص بھی بڑا ڈھیٹ بنا رہا، بات مان کر نہیں دی، بالآخر حضرت ابوبکرؓ نے اس کی نکیل چھین لی اور اسے وہاں سے نکال دیا۔ اس طرح نکیل کی معمولی چوٹ بھی اسے لگ گئی۔ تھوڑی دیر میں اونٹوں کا بٹوارہ ختم ہوا تو ابوبکرؓ اس شخص کو تلاش کر رہے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی ساتھ تھے اتنے میں وہ شخص بھی مل گیا۔ ''کنز العمال'' کی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اسے وہ نکیل واپس کرتے ہوئے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے تم کو اس طرح مارنا نہیں چاہئے تھا لیکن بہرحال جو بھی ہونا تھا ہو گیا، مجھے تم سے پیچھا چھڑانے کے لیے اس کے علاوہ کوئی صورت نظر نہ آئی، اب انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ تم مجھ سے میری اس زیادتی کا بدلہ لے لو۔ حضرت عمرؓ

نے اس موقع پر درمیان میں پڑ کر کہا: یہ تو کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ یہ شخص آپ کو مارے۔اول تو آپ کی کوئی زیادتی نہیں، زیادتی اس شخص کی ہے اور یہ شخص خود اپنے اوپر نادم ہے کہ میرا قصور ہے اور آپ ہمارے امیر ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس پر جو جواب دیا یہ بات آج کے حکمرانوں کو لائحۂ عمل بنانا چاہیئے۔فرمایا: یہ سب کچھ صحیح لیکن مجھے اس شخص پر یوں زیادتی کرنے کا کوئی حق نہ تھا، اقتدار کا مطلب یہ تھوڑا ہی ہے کہ میں اپنا مزاج نازک بنالوں اور عوام سے ایسا سلوک کروں۔ حضرت ابوبکرؓ اللہ سے ڈرنے والے تھے، اپنی ذمہ داری کے احساس سے بہت متاثر تھے اور جانتے تھے انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مظلوم کو بدلہ لینے کا موقع دیا جائے۔آخر حضرت عمرؓ نے اس شخص سے بات کی اور اس پر فیصلہ ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ اس شخص کو راضی کرلیں، اس شخص کو صدقہ کی تقسیم میں کوئی اونٹ نہ ملا۔ بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے خادم کو بلایا اور چپکے سے اسے کچھ حکم دیا، وہ گیا، تھوڑی دیر میں لوٹا، اس کے ساتھ سواری کی ایک اونٹنی اور اس کا کجاوہ، ایک دھاری دار کمبل اور پانچ دینار تھے۔ یہ ساری چیزیں اس شخص کو دے دی، اس کا کوئی حق ہی نہ بنتا تھا مگر احساسِ انصاف تھا، دیانت اور خوفِ خدا تھا جس نے حضرت ابوبکرؓ کو اس بات پر مجبور کردیا کہ وہ بدلہ چکا دیں۔ وہ شخص ساری چیزیں لے کر چلا، راستہ میں حضرت ابوبکرؓ کو دعائیں دیتا رہا۔ یہ انصاف اور اپنی رعایا کو خوش رکھنے کا جو معیار ہمارے خلفائے راشدین نے قائم کیا، اگر وہ آج ہمارے مسلم سربراہوں کے سامنے رہے تو نہ جانے ہمارا معاشرہ کہاں سے کہاں پہنچ جائے۔

(طوبیٰ)

حضرت ابوبکرؓ کی سادگی:

حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو صبح اپنا تھان لیا، کپڑے کی تجارت کرتے تھے تو حسب معمول صبح کو چند چادریں ہاتھ پر ڈال کر بازار میں فروخت کرنے کے لیے تشریف لے چلے۔ حضرت عمرؓ نے دیکھا تو روک لیا، کہاں جارہے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: بازار جارہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا آپ تو اب امیر المؤمنین بن گئے ہیں، آپ کا کام تو اب یہاں رہ کر لوگوں کے فیصلے کرنا ہے، لوگوں کو ان کا حق دلانا ہے، خلافت کا کام کرنا ہے، آپ اگر تجارت کریں گے تو یہ کام کون سنبھالے گا؟ آپؓ نے فرمایا: پھر اہل وعیال کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ ابوعبیدہ بن جراحؓ - جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے "امین" ہونے کا لقب دیا ہے- ان کے پاس چلیں، وہ آپ کے لئے بیت المال سے کچھ مقرر کردیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مہاجر کو جو اوسطاً ملتا تھا وہ مقرر فرمادیا۔ آپ بیت المال سے اتنا وظیفہ لیتے تھے جتنے پر آپؓ کا گذر ہوجاتا تھا۔ ایک دن بیوی نے درخواست کی کہ کوئی میٹھی چیز کھانے کو دل چاہتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا: میرے پاس تو پیسے نہیں۔ اہلیہ نے عرض کیا: ہم اپنے روز کے کھانے میں سے تھوڑا تھوڑا بچالیا کریں، کچھ دنوں میں اتنی مقدار جمع ہوجائے گی کہ جس سے کچھ میٹھا بن سکے۔ آپؓ نے اجازت دے دی۔ اہلیہ نے کچھ روز میں کچھ پیسے جمع کر لیے، جب آپؓ کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا: تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ اتنی مقدار ہمیں بیت المال سے زیادہ ملتی ہے، اس کے بغیر بھی گذارہ ہوسکتا ہے اس لیے اہلیہ نے جو جمع کیا تھا وہ بھی بیت المال میں جمع فرمادیا، اور فرمایا کہ آئندہ میرے وظیفہ

میں سے اتنی مقدار کم کردی جائے، ابوبکر کو اس کی ضرورت نہیں ہے، اس کے بغیر بھی ابوبکر کی زندگی گذر سکتی ہے۔ تو آپؓ نے ایسی زندگی بسر فرمائی اور لوگوں میں ایسا عدل و انصاف قائم کیا کہ آج ہم ان کا نام لیتے ہیں تو ہمارے دل عظمت سے جھک جاتے ہیں اور بڑے احترام اور محبت سے کہتے ہیں "رضی اللہ عنه و رضوا عنه"

جو لیا وہ بھی واپس کردیا:

اور عجیب وغریب بات حضرت ابوبکرؓ نے جو کچھ بیت المال سے لیا تھا، جب آپؓ کا وصال ہونے لگا تو اپنے مال میں سے وہ سارا بیت المال میں جمع کردیا کہ ڈھائی سال میں- جو آپؓ کی خلافت کی مدت ہے- میں نے بیت المال سے اتنا مال لیا تھا، یہ سارا مال واپس کردیا۔ حضرت حسن بن علیؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ دیکھو! ہماری اونٹنی جس کا دودھ ہم پیتے تھے اور وہ برتن جس میں ہم کپڑے دھوتے تھے اور ہماری چادر جسے ہم پہنتے تھے، جب تک ہم مسلمانوں کی ولایت پر فائز تھے ہمیں ان سے نفع اٹھانے کا حق تھا اگر میری وفات ہو جائے تو یہ سب چیزیں حضرت عمرؓ کے حوالہ کردینا۔ چنانچہ وفات کے بعد حضرت عائشہؓ نے یہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھجوادیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ زار وقطار رونے لگے کہ ابوبکرؓ تو ابوبکرؓ ہیں، ابوبکر! اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے آپؓ نے اپنے بعد آنے والے خلفاء کے لیے معاملہ مشکل کردیا۔

(الصواعق المحرقۃ لابن حجر المکی: ۱۳۱ بحوالہ اللہ والوں کی مقبولیت کا راز: ۷۸)

حضرت عمرؓ کا تابناک دور خلافت:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وصال کے بعد حضرت عمرؓ کو خلیفۃ المسلمین بنایا گیا۔

حضرت عمرؓ کا زمانہ فتوحات کا دور تھا، بیت المال بھر گیا، آپؓ نے اپنے زمانے میں وظیفے جاری فرمائے، بیواؤں، یتیموں، اپاہجوں اور پریشان حال لوگوں کی امداد کے لیے شعبے قائم کیے اور کوئی امداد سے محروم نہیں رہتا تھا، آج ہم ان (انگریزوں) کے قوانین پر خوش ہوتے ہیں لیکن یہ سارے قوانین اسلام نے دیے ہیں، پہلے سال میں ایک بار تقسیم کرتے تھے پھر اتنی فتوحات ہوئیں کہ چھ چھ مہینے میں تقسیم کرنا شروع کیا۔ پھر اتنی فتوحات ہوئی کہ آپؓ نے ہر مہینے تقسیم کرنا شروع کیا، خزانہ ختم نہیں ہوتا تھا، اللہ پاک نے مزید برکت دی تو کہا روزانہ تقسیم کرو۔ حضرت عمرؓ۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں جنت کی بشارت دی تھی۔ جب آپؓ امام بنے تو امام عادل بنے، ایسے امام عادل بنے کہ دنیا کہتی ہے کہ اگر ایسا ایک عمر اور پیدا ہو جائے تو پوری دنیا میں امن قائم ہو جائے۔ تو دنیا میں آپؓ نے عدل وانصاف قائم فرمایا لوگوں کو سکون ملا مگر......

حضرت عمرؓ کا احتیاط:

خود کس قدر محتاط تھے، اللہ اکبر! ایک مرتبہ بیت المال میں مشک آیا، مجاہدین پر تقسیم کرنا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کوئی صاحب آئیں اور مشک مجاہدین پر تقسیم کر دیں ۔ چھوٹی چھوٹی بوتلوں میں بھر کر دے دو، ان کی بیوی موجود تھیں، انہوں نے کہا: لاؤ میں بھر دوں۔ آپؓ نے فرمایا: تجھے ضرورت نہیں ہے، کوئی اور ساتھی آئے وہ بھرے۔ بعد میں ایک صحابی نے عرض کیا: اے عمر! کیا بات ہے؟ آپؓ نے خود بوتلیں نہیں بھریں نہ بیوی کو سپرد کیا حالانکہ آپ یہ کام آسانی سے کر سکتے تھے۔ فرمایا: اصل بات یہ ہے کہ مشک سے فائدہ اٹھانا تو ''خوشبو'' ہے جب تک میں بوتلیں بھرتا خوشبو لیتا رہتا اور اس خوشبو سے لطف

اندوز ہوتا رہتا۔تو یہ فائدہ مجھے حاصل ہوتا اور یہ فائدہ میرا حق نہیں ہے تو میں کیسے یہ فائدہ حاصل کر سکتا ہوں؟

حضرت عمرؓ اور ایک بڑھیا کا عبرت آموز واقعہ:

ایک مرتبہ گشت لگا رہے تھے۔حضرت عمرؓ کا دُرّہ (کوڑا) تو بہت مشہور ہے آپ جانتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ''جس گلی سے عمر گذرتے ہیں تو شیطان بھی وہاں سے بھاگ جاتا ہے اور عمر جہاں گھومتے ہیں حق وہاں گھومتا ہے''۔ علامہ دمیریؒ نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے حضرت عمرؓ جب شام سے واپس تشریف لائے تو رات کو گشت لگا رہے تھے۔ ایک جگہ دیکھا ایک بڑھیا بیٹھی ہوئی ہے،اس کے پاس تشریف لے گئے پوچھا:اماں خیریت سے ہو؟ کیا حال ہے؟اسے کیا معلوم تھا کہ یہ خودعمر ہیں،اس نے کہا:میں تو کئی دن سے فاقہ میں ہوں،بڑی تکلیف میں ہوں،عمر امیر المومنین بن چکا ہے، نہ میرا کبھی کھانے کا پوچھا، نہ میری خیریت پوچھی، نہ میری کوئی خبر گیری کی، بڑا ظالم ہے، قیامت کے دن اس کا دامن پکڑوں گی،معاف نہیں کروں گی۔ آج کوئی وزیر اور پرائمنسٹر اس قسم کے الفاظ برداشت کر سکتا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اصل بات یہ ہے،تم جنگل میں رہتی ہو،شہر سے دور ہو،عمر کو آپ کا حال کس طرح معلوم ہو؟عمر ویسے تو بہت اچھا آدمی ہے، بڑھیا نے کہا:عمر امیر المومنین بنا ہے تو اسے خود اپنی رعایا کی خبر رکھنا چاہیے، میں تو قیامت کے دن عمر کا دامن پکڑوں گی، معاف نہیں کروں گی۔حضرت عمرؓ اسے کہہ رہے ہیں دیکھو!عمر کو میں اچھی طرح جانتا ہوں،تمہاری تکلیف عمر کو معلوم ہوگی تو وہ ضرور دور کر دے گا تم اسے ابھی معاف کر دو۔اور تمہیں جو

تکلیف پہنچی ہے اس کے بدلہ کچھ درہم لے کر راضی ہو جاؤ اور عمر کو معاف کر دو۔ بڑھیا کہتی ہے: کیوں مذاق کرتے ہو؟ بولے مجھے عمر پر رحم آ رہا ہے۔ بڑھیا ۲۵ دینار پر راضی ہو گئی۔ حضرت عمرؓ نے ۲۵ دینار نکالے اور بڑھیا کو دیے۔ بڑھیا نے کہا: اگر میری چلتی تو میں عمر کی جگہ تمہیں امیر المؤمنین بنا دیتی، اتنے میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ آ گئے اور انہوں نے کہا "السلام علیک یا امیر المؤمنین" یہ سن کر بڑھیا کانپنے لگی کہ یہ تو خود امیر المؤمنین عمر ہیں، آپؓ نے بڑھیا سے فرمایا: اماں گھبراؤ نہیں، آپ کا اور ہمارا معاملہ ہو گیا، اپنے کرتہ سے ایک کپڑا اپھاڑا اور اس پر ایک تحریر لکھی______:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ دستاویز اس بابت ہے کہ عمر نے فلاں عورت سے ۲۵/ دینار کے عوض وہ مظلومیت خریدی جو شروع خلافت کے دن سے فلاں تاریخ تک عمر نے اس عورت پر ظلم کیا ہے پس اب عمر کے حق تعالیٰ شانہ کی پیشی میں کھڑے ہوتے وقت جو کچھ بھی دعوٰی کرے عمر اس سے بری ہے۔"

گواہ شد علی بن ابی طالب و عبداللہ بن مسعود

اور اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ میرے کفن کیساتھ رکھ دینا۔

(الجواہر الزواھر)

ایک اور عجیب واقعہ:

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں ایک دفعہ یمن سے بہت سی چادریں آئیں، تو حضرت عمرؓ نے یہ تمام چادریں مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے حصہ کی چادر لے لی۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک ہی جبہ تھا، پرانے کپڑے بہت محبوب تھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے آپؓ کو طواف کرتے

ہوئے دیکھا، ان کے جبہ پر اکیس ۲۱/ پیوند تھے اور چند پیوند تو چمڑے کے تھے، پیوند کے لیے کپڑا بھی نہیں ملا۔

تو ہر مجاہد کو ایک ایک چادر ملی۔ ایک مرتبہ آپؓ جمعہ پڑھانے تشریف لائے اس وقت امیر المؤمنین امام ہوا کرتے تھے، آج کا وزیر اعظم کسی مسجد میں نماز پڑھنے چلا جائے تو اخبار میں آجاتا ہے کہ فلاں وزیر صاحب، فلاں صدر صاحب آج بالھم کی مسجد میں انہوں نے جمعہ ادا کیا۔ ارے پہلے تو وہ امام ہوا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ خطبہ دینے کے لیے تشریف لائے، آپ کے بدن مبارک پر دو چادریں تھیں۔ ایک صحابی کھڑے ہوگئے اور عرض کیا: عمر! ہم آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے، پہلے یہ بتاؤ سب کو ایک ایک چادر ملی آپ کے بدن پر دو چادریں کیوں ہیں؟ کیا آج کوئی آدمی پرائمنسٹر کو کچھ کہہ سکتا ہے؟ وہ بھی سب کے سامنے، آج تو یہ حال ہے کہ ہماری اپوزٹ پارٹی کی میٹینگ میں کوئی شریک ہوجائے تو اس کے درپئے آزار ہوجاتے ہیں، اور اگر کوئی حق بات کہہ دے تو اس کی کیا کیا گت بناتے ہیں، اخبار میں آپ اس قسم کی خبریں پڑھتے رہتے ہیں، دل ان خبروں کو پڑھ کر کانپ جاتا ہے تو کوئی جرأت کرسکتا ہے کہ آج وزیر اعظم صاحب کو کچھ کہہ دے مگر وہاں بھرے مجمع میں برملا ایک صاحب کھڑے ہو کر کہتے ہیں کہ سب کو ایک ایک چادر ملی آپ کو دو کیوں ملیں؟ اور کہا جب تک اس کا جواب نہ دو ہم نماز نہیں پڑھیں گے، اللہ اکبر! کیا حال ہے حضرت عمرؓ کا، نہ پیشانی پر کوئی بل ہے، نہ جلال آیا، نہ انتقام کا کوئی جذبہ، نہ ہتک عزت کی کوئی بات، بڑی سنجیدگی اور متانت سے فرماتے ہیں کہ اس کا جواب میں دوں، بجائے اس کے اس کا جواب ابن عمر دے گا اور اپنے بیٹے کو

کہا: عبداللہ! کھڑے ہو جاؤ اور صحیح حقیقت بتاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: سب کو ایک ایک چادر ملی، مجھے بھی ایک چادر ملی، میرے والد کو بھی ایک چادر ملی، میں نے اپنی چادر اپنے والد کو دے دی اس لیے آپ کے بدن مبارک پر دو چادریں ہیں، ان کو اس بات سے اطمینان ہوا اور کہا: ٹھیک ہے، اب آپ خطبہ دیجئے، ہم آپ کی بات سنیں گے اور اطاعت کریں گے۔

عدل و انصاف اور رعایا پروری کا یہ حال تھا، فرمایا کرتے تھے کہ عمر کے دور خلافت میں اگر ایک کتا بھی بھوک سے مر گیا تو کل قیامت کے دن اللہ تعالی عمر سے سوال کرے گا تو عمر کیا جواب دے گا؟ تو اللہ کی مخلوق کی خبر گیری کرنا، ان کو انصاف دلانا یہ کوئی معمولی خدمت نہیں ہے۔ اسی لیے تو کہا گیا کہ ایک گھڑی کا انصاف ساٹھ سال کی نفلی عبادت سے بہتر ہے، خدمت بڑی تو اجر بھی بڑا۔

حساب کی وجہ سے پسینہ:

حضرت عمرؓ کے وصال کے دو سال بعد ایک صحابی حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خواب میں حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں، اور بدن بھی پسینہ پسینہ ہے۔ پوچھا کہ کیسی گذری؟ آپؓ نے فرمایا: اللہ تعالی نے میری مغفرت فرمادی لیکن حساب دینے میں عمر کا پسینہ نکل گیا، حالانکہ آپؓ کیسے زبردست عادل تھے مگر ان کا بھی حساب ہوا۔

''عمر ثانی'' حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اصلاح کا انداز:

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ + جن کو عمر ثانی بھی کہا جاتا ہے- انہوں نے بھی عجیب

وغریب عدل وانصاف قائم فرمایا۔ جب آپؒ کو خلیفۃ المؤمنین بنایا گیا تو آہستہ آہستہ اصلاح کرنا شروع کی اور ایسی اصلاح کی، اللہ اکبر! سب سے پہلے اپنی بیوی کے سارے زیورات بیت المال میں جمع کردیے۔ خسر کو معلوم ہوا تو دوبارہ زیورات دیے۔ جب دوبارہ زیورات آئے تو وہ بھی سارے بیت المال میں جمع کردیے، بیوی بھی ایسی فرماں بردار تھی کہ جب عمر بن عبدالعزیز نے مانگا تو سارے زیورات دے دیے، آپ نے عجیب انداز سے اصلاح کی۔

''سوکھی روٹی سے پیٹ بھر سکتا ہے'' حکمت بھری اصلاح کا نمونہ:

ایک مرتبہ آپؒ نے سارے حکمرانوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ آج میرے یہاں دعوت ہے۔ بہترین بہترین قسم کے کھانے بنائے گئے لیکن کھانے بنانے والے سے کہا کہ آرام سے کھانا بنانا، جلدی مت کرنا بلکہ قصداً دیر کرنا اور تمام اراکین دولت کو ایک میٹنگ میں مشغول رکھا اور باتوں میں الجھا رکھا۔ اب کھانے کا وقت مثال کے طور پر بارہ بجے ہے، اب بارہ کے بجائے ایک بج رہا ہے، دو بج رہے ہیں، تین بج رہے ہیں مگر دسترخوان ہی نہیں بچھ رہا ہے۔ آپ امیر المومنین ہیں ان کے سامنے کسی کے بولنے کی ہمت بھی نہیں ہو رہی ہے۔ جب کافی دیر ہوگئی اور بھوک ناقابل برداشت ہوگئی، تو عرض کیا گیا: حضرت! آپ نے دعوت میں بلایا ہے، بارہ کے بجائے چار بج رہے ہیں، اب تک کھانا ہی نہیں آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے آپ حضرات کی دعوت کی ہے، وہ معمولی دعوت نہیں ہے، اعلیٰ قسم قسم کے کھانے تیار ہو رہے ہیں، اس میں وقت لگ رہا ہے تھوڑی دیر صبر کرلو۔ عرض کیا گیا: حضرت اب تو صبر نہیں ہو رہا ہے اتنی شدت کی بھوک لگی

ہے تو آپ نے فرمایا: دیکھو اس وقت میرے پاس سوکھی روٹیاں ہیں اگر وہ کھانا ہو تو تھوڑی دیر کے لیے وہ کھالو جب کھانا آجائے تو اس کے بعد وہ کھالینا۔ کہا: حضرت جو بھی ہو وہ لائیے۔ آپ نے دستر خوان بچھایا اور اس پر سوکھی روٹیاں رکھ دیں۔ سارے اراکین دولت نے پیٹ بھر کر وہی کھالیں، بھوکے پیٹ جو بھی مل جائے اچھا لگتا ہے، سب کا پیٹ بھر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حکم فرمایا دستر خوان بچھاؤ اور اعلیٰ قسم کے کھانے رکھے گئے مگر کسی نے نہیں کھایا، پیٹ بھرا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا: دیکھو سوکھی روٹی سے بھی پیٹ بھر سکتا ہے اور اعلیٰ قسم کے مرغن کھانوں سے بھی پیٹ بھر سکتا ہے، کیوں بیت المال سے اتنی لمبی تنخواہیں لیتے ہو، سارے امراء نے کہا: آج سے ہم نے اپنی تنخواہ کم کردی، آپ جو طے کریں وہی لیں گے۔

''بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ پر'' کہاوت نہیں، حقیقت:

اور عمر بن عبدالعزیزؒ نے ایسا عدل و انصاف قائم فرمایا کہ ان کے زمانہ کے عدل کی مثال دی جاتی ہے کہ ''بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پیتے تھے'' اور یہ حقیقت تھی۔ مبالغہ یا صرف کہاوت نہیں تھی۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک چرواہا جنگل میں اپنی بکریاں چرا رہا تھا، ایک بھیڑیا دوڑتا ہوا آیا اور اس نے ایک بکری پکڑ کر پھاڑ کھائی۔ اس چرواہے نے اس جنگل میں یہ کہا: معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کا آج انتقال ہو گیا ہے، ساتھی نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا؟ چرواہے نے کہا: جب ان کی حکومت تھی، کبھی بھیڑیا بکری پر حملہ نہیں کرتا تھا۔ آج بھیڑیئے نے حملہ کر دیا اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ دنیا میں نہیں رہے، ان کا انتقال ہو گیا۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ

اس وقت حقیقت میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا انتقال ہو چکا تھا۔" اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ، رحمة الله علیه رحمةً واسعةً " یہ ان کے عدل وانصاف کا حال تھا۔

ہمارے شاندار وروشن ماضی کی چند جھلکیاں:

آپ سے میں ذکر رہا تھا کہ خلفائے راشدین نے کیسے عدل وانصاف کے ساتھ حکمرانی کی۔ ماضی کے چند حکمرانوں کے واقعات اوراس کے ضمن میں چند دین کی باتیں آپ سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان کی کامیابی کا راز جو تھا وہ عدل وانصاف پر مبنی تھا۔ جہاں اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آجاتا تھا وہ سب کچھ قربان کردیتے تھے۔مسلمانوں نے یورپ کے ملک "اسپین" (Spain) (جس کا پرانہ نام قرطبہ تھا) میں تقریباً آٹھ سوسال حکومت کی ہے، وہاں مسلمان حکمرانوں میں "حکم بن ہشام" مشہور بادشاہ گزرا ہے،اس نے ۷۹۶ء عیسوی سے لے کر ۸۲۱ء عیسوی تک پورے پچیس سال حکومت کی۔اسے "حکم ثانی" بھی کہتے تھے۔وہ پچیس سال تک قرطبہ کا حاکم رہا، اس نے بڑے کام انجام دیے۔ "الحکم" علم کا بڑا شوقین تھا اوراہل علم کا بڑا قدردان تھا۔ اس کے علمی شوق کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے ۴/لاکھ کتابیں پڑھیں۔ پڑھی بھی اس طریقے سے کہ ان کا حاشیہ لکھتا تھا۔یہ چوتھی صدی ہجری کا واقعہ ہے جب اسپین تباہ ہوا تو اس کے سارے علمی خزانے اور کتب خانے برباد ہوگئے۔ غرض! الحکم ثانی جہاں علم کا شوقین و دلدادہ تھا وہیں اسے عمارتیں بنانے اورفن تعمیر کا بڑا شوق تھا۔مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ الحکم نے چاہا کہ اپنی ایک یادگار عمارت بنائے اس لیے اس نے اپنے وزرا و کارندوں کو وادئ کبیر کے ایک کنارے اپنے لیے ایک محل بنانے کا حکم دیا۔الحکم

کے حکم کی دیر تھی کہ کام شروع ہو گیا۔ عمارت ساز ماہرین، مزدور، مالیاتی وزیر و منتظمین سر جوڑ کر بیٹھے اور قصر کے تعمیر کرنے کے لیے پہاڑیاں کاٹی گئیں۔ قرب و جوار کے محلات اور لوگوں کے مکانات خریدنے شروع ہو گئے۔ عوام اور امرا سب ہی بہت خوش تھے اس لئے کہ انہیں مکانات کے معاوضے و قیمت وہ ملی جوان کے تصورات سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر تھی۔ غرض! سارے کام بڑے خیر و خوبی سے پورے ہو رہے تھے کہ یکا یک ایک رکاوٹ کھڑی ہو گئی۔ ایک چھوٹی سی رکاوٹ ایک پہاڑ بن کر محل کی تعمیر میں آڑے آ گئی۔ بات اصل میں یہ تھی کہ محل کے احاطے کے ایک کنارے پر ایک بڑھیا کا مکان تھا، اسے محل میں شامل کرنا بہت ضروری تھا لیکن بڑھیا راضی نہ تھی۔ منتظمین نے معاوضے و قیمت کئی گنا زیادہ کر دی لیکن وہ بڑھیا بڑی ضدی تھی۔ وزیر خزانہ نے سو گنا قیمت زیادہ دینے کا کہا تب بھی بڑھیا نے صاف انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ یہ بات حاکم وقت الحکم تک پہنچی۔ اس نے کہا منہ مانگا معاوضہ و قیمت ادا کر دو۔ دس ہزار گنا زیادہ نہیں ہے تو دس لاکھ گنا زیادہ دو، خزانے کے منہ کھول دو لیکن اس کا گھر خرید لو۔ اور اگر اس پر راضی نہ ہو تو وہ جتنا مانگے اسے اتنی قیمت و معاوضہ دے دو لیکن اس کا گھر خرید لو۔ بڑھیا نے شاہی فرمان سنا تو بولی مجھے کچھ نہیں چاہیے، زمین اللہ کی ہے اس پر میرا قبضہ ہے، یہاں سے زبردستی کوئی مجھے ہٹا نہیں سکتا ہے، زبردستی کی گئی تو میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی۔ اسلامی مملکت کی سب سے بڑی خوبی یہی ہے کہ عدالتیں آزاد ہوتی ہیں، مجال نہیں حکمران ان پر اپنا حکم چلائے۔ چنانچہ بات یہاں تک پہنچی کہ بڑھیا نے اپنا مقدمہ دائر کر دیا۔ جب قاضی کے پاس مقدمہ پیش ہوا تو قاضی بھی حیران ہو گیا، بڑے امتحان میں پڑ گیا۔ بڑھیا نے قاضی

سے کہا: ایک غریب بیوہ کا مقابلہ بادشاہ سے ہے، شاید انصاف ملے یا نہ ملے۔ قاضی صاحب (جج) نے کہا: اے بڑھیا تو فکر نہ کر، انصاف کے معاملہ میں تجھے اور بادشاہ کو میں ایک ہی نظر سے دیکھوں گا۔

مشہور مؤرخ ''المقری'' نے لکھا ہے الحکم بھی بڑا ضدی تھا جب کسی کام کا ارادہ کرتا تو اسے پورا کیے بغیر نہیں رہتا تھا۔ چنانچہ محل تعمیر کرنے والے کارندوں نے بڑھیا کی جھونپڑی گرا کر اپنا محل تیار کرلیا اور الحکم سے کہا کہ سب ٹھیک ہو جائے گا، آپ کسی بات کی فکر نہ کریں۔ مقدمہ قاضی کے ہاتھ میں تھا۔ قاضی بڑا دانا و حکیم تھا، وہ الحکم پر سمن جاری کرنے کے بجائے انتظار میں تھا کہ ایک دن اسے معلوم ہوا کہ الحکم اپنا قصر دیکھنے جا رہا ہے تو وہ بھی جلدی وہاں پہنچ گیا، اس کے ہاتھ میں ایک بورا تھا (بڑا تھیلا) بادشاہ گھومتے گھومتے اس بڑھیا کی زمین کی طرف آیا تو قاضی نے کہا: اس بورے میں یہاں کی مٹی لے سکتا ہوں؟ یہ میرے لیے بڑی سعادت ہوگی۔ الحکم نے کہا کہ ضرور، اس میں پوچھنے کی کیا بات ہے۔ قاضی نے جلدی جلدی پورا بورا یہ بھرلیا اور پھر اسے اٹھانے لگا تو اٹھا نہ سکا ۔اس نے الحکم کو مدد کرنے کے لیے کہا۔ الحکم نے ہنس کر بورے کو ہاتھ لگا دیا لیکن اٹھ نہ سکا، قاضی نے کہا: یہ ذرا سا بورا میری مدد سے تو آپ اٹھا نہ سکے قیامت میں جب زمین کا طوق بنا کر آپ کی گردن میں ڈال دیا جائے گا تو آپ کیسے اٹھائیں گے۔ الحکم قاضی کی بات سن کر بے اختیار رو پڑا اور کانپ اٹھا اور اس نے اس جج کا شکریہ ادا کیا اور جج سے کہا: آپ نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ پھر الحکم نے حکم دیا کہ یہ پورا محل اس کے ساز و سامان کے ساتھ اس بڑھیا کو دے دیا جائے۔ جب غریب بیوہ عورت کو اپنی معمولی

جھونپڑی کے عوض میں لاکھوں روپے کی یہ جائداد ملی تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی، اس نے قاضی صاحب اور بادشاہ الحکم کو بہت دعائیں دیں۔ یہ تھا ہمارے اسلاف کا خوفِ خدا، اور انصاف و دیانتداری۔

(طوبیٰ)

سلطان محمود کا حیرت انگیز عدل وانصاف:

سن رہے ہو بھائیو! ابھی کل کی بات ہے۔ ۴۲۱ھ ہجری کا مشہور بادشاہ سلطان محمود غزنویؒ سو رہا تھا، یکا یک اس کی آنکھ کھلی، پھر لاکھ چاہا کہ دوبارہ نیند آجائے مگر نیند کوسوں میل دور جا چکی تھی، بستر پر تڑپتا اور کروٹیں بدلتا رہا مگر جب کسی طرح آنکھ نہ لگی تو اس خداترس بادشاہ کو خیال آیا کہ شاید کوئی مظلوم فریاد لایا ہے یا کوئی فقیر بھوکا آیا ہے، اسی وجہ سے نیند اچاٹ ہوگئی ہے۔ غلام کو حکم دیا باہر دیکھو کون ہے؟ غلام نے باہر جا کر دیکھا تو کوئی نہ تھا، واپس آکر کہا جہاں پناہ! کوئی شخص بھی تو نہیں ہے۔ محمود نے پھر سونا چاہا مگر نیند نہ آئی، وہی بے چینی و گھبراہٹ۔ غلاموں کو دوبارہ کہا اچھی طرح دیکھ کر آؤ، کوئی دادخواہ آیا ہو۔ غلام دوڑتے ہوئے واپس آئے اور کہا حضور کوئی نہیں ہے۔ شاید سلطان کو شبہ ہوا ہو کہ غلام تلاش کرنے سے جی چراتے ہیں، سلطان محمودؒ خود غصہ میں کھڑا ہوا اور تلوار ہاتھ میں لیے ہوئے باہر آگیا، تلاش بسیار کے باوجود کوئی نظر نہ آیا۔ قریب ہی ایک مسجد تھی اس کے دروازے سے اندر جھانکا تو آہستہ آہستہ کسی کے رونے کی آواز آرہی تھی۔ قریب پہنچ کر دیکھا تو ایک شخص فرش پر پڑا ہوا نظر آیا، اس کا منہ زمین پر لگا ہوا تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، آہیں بھر رہا تھا اور چپکے چپکے کہہ رہا تھا____:

اے کہ از غم نہ دیدہ خواری
از غم ما کی خبر داری
خفتہ ماندی چو بخت ماہمہ شب
توچہ دانی ز رنج بیداری

پھر کہنے لگا کہ سلطان کا دروازہ بند ہے تو کیا ہوا، سبحان کا دروازہ تو کھلا ہے۔ اگر ''محمود ولی'' سو رہا ہے تو کوئی حرج نہیں ''معبود ازلی'' تو جاگ رہا ہے۔ محمود نے یہ سنا تو اس کے بالکل قریب پہنچ کر بولا: محمود کی شکایت کیوں کرتا ہے وہ تو ساری رات تیری تلاش میں بے چین رہا، بتا تجھے کیا تکلیف ہے، کس نے ستایا ہے، کہاں سے اور کس غرض سے آیا ہوا ہے؟ یہ سن کر وہ شخص اٹھ کھڑا ہوا اور پھوٹ پھوٹ کر روتا ہوا بولا حضور! ایک درباری کے ہاتھوں ستایا ہوا ہوں مگر اس کا نام نہیں جانتا ہوں، اس نے میری عزت خاک میں ملادی، آدھی رات کو مستی کے عالم میں میرے گھر آتا ہے اور میری شریکِ حیات کی عصمت کو داغدار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر آپ نے اس تلوار کی آب سے اس داغ کو نہ دھویا تو کل قیامت کے دن میرا ہاتھ ہوگا اور آپ کا گریبان۔ یہ سن کر محمود کو مذہبی غیرت وشاہی حمیت کے جوش سے پسینہ آ گیا، غصہ سے کانپتی ہوئی آواز میں بولا بتا اس وقت بھی وہ ملعون وہیں ہوگا؟ اس شخص نے جواب دیا: اب تو بہت رات ہوگئی ہے، شاید چلا گیا ہو لیکن مجھے ڈر ہے کہ وہ دوبارہ آئے گا۔ سلطان نے کہا: اچھا اس وقت تم جاؤ، مگر جس روز جس وقت وہ آئے مجھے فوراً اطلاع کرو۔ اس مظلوم نے سلطان کو دعا دی، رخصت ہو کر چلا ہی تھا کہ سلطان نے ٹھہرنے کا حکم دیا اور پہرہ داروں سے کہا کہ دیکھو جس وقت بھی یہ

شخص آئے فوراً میرے پاس پہنچادو۔ میں جس حالت میں بھی ہوں، سویا ہوں یا بیدار۔ اتنا کہہ کر محمود رخصت ہوا۔ وہ شخص اپنے گھر گیا۔ تیسری رات وہ شخص شاہی محل کے دروازہ پر پہنچا۔ سلطان جاگ رہا تھا، تلوار لے کر اٹھ کھڑا ہوا اور بولا: چلو رات ہی میں اس کا کام نمٹا دیں۔ چنانچہ اس شخص نے وہ جگہ بتلادی جہاں وہ ظالم شخص سویا ہوا تھا۔ سلطان نے تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ ایسا جمایا کہ پورے فرش پر انصاف کا لالہ زار کھل گیا۔ اس کے بعد سلطان نے مظلوم شخص کو بلا کر کہا چراغ روشن کرو۔ چراغ میں محمود نے اس ظالم کا چہرہ دیکھا پھر مصلی بچھایا اور دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی اور اس شخص کو بلا کر کہا: اب تو محمود سے خوش ہو۔ پھر اس شخص سے مخاطب ہوکر پوچھا گھر میں کچھ کھانا ہو تو لاؤ۔ اس نے سوکھی روٹی کے چند ٹکڑے سلطان کے سامنے رکھ دیے، سلطان نے بڑی رغبت وشوق سے بڑے مزے لے کر کھائے۔ شاید عمر بھر کوئی لذیذ کھانا اس طرح نہ کھایا ہو، کھانے سے فارغ ہوکر اس مظلوم سے کہا: معاف کرنا تمھیں بے وقت کھانے کی تکلیف دی لیکن اصل بات یہ تھی کہ جب تم نے اپنی ظلم کی داستان سنائی تھی اس وقت سے میں نے قسم کھالی تھی کہ جب تک اس خبیث کے سر کو اس کے شانہ سے جدا نہ کروں گا اور تمہارے گھر کو پاک نہ کروں گا اپنے اوپر رزق کو حرام سمجھوں گا۔ پھر دو رکعت نماز میں نے شکرانہ میں پڑھی جس پر تم حیران ہو رہے ہو گے، لیکن سنو! اس شخص کے متعلق مجھے اندیشہ تھا کہ میرے بیٹوں میں سے کوئی ہوگا؛ کیونکہ میرے درباریوں میں کسی کی یہ جرأت نہیں ہوسکتی ہے؛ کیونکہ وہ میرے مزاج سے واقف ہیں، میں اس بارے میں جس قدر سوچتا اسی قدر میرا یقین بڑھتا گیا کہ اتنی بڑی گستاخی کی ہمت صرف بادشاہِ مُلک کی اولاد کو ہوسکتی ہے؛ لہذا میں

تمہارے ساتھ یہاں اپنے کسی فرزند کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا مگر جب صورت دیکھی تو معلوم ہوا یہ میرا فرزند نہیں، کوئی غیر شخص ہے۔ تو اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

یہ تھا ہمارے اسلاف کا عدل وانصاف، بے دریغ ظالم کو سزا دیتے تھے۔ پھر کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

(ہندوستان کی بزم رفتہ، حصہ دوم ص ۱ تا ۴، حکایات لطیف)

اس واقعہ پر جتنا غور کریں اور آج کے اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو دیکھیں تو بے انتہا حسرت ہوتی ہے۔ حقیقت میں زمین خدا کی ہے، وہ جسے چاہتا ہے کچھ دنوں کے لیے کسی کو اس کا محافظ بنا دیتا ہے۔ جو لوگ اقتدار کے نشہ میں ظلم وزیادتی کو نہیں روکتے ہیں اور نہ ہی خود ظلم سے باز آتے ہیں بلکہ خوشامدی درباریوں والی پارٹی کے کہنے سننے میں آجاتے ہیں، اپنے برابر کسی کو نہیں گردانتے ہیں تو اللہ تعالی اس کو دنیا میں بھی ذلیل وخوار کرتا ہے اور آخرت میں علیحدہ عذاب ہوگا۔ لہذا آپ کو اللہ تعالیٰ نے اقتدار دیا ہے تو اس کا صحیح استعمال کرو۔ یہ نہ بھولو کہ ریاست کی حفاظت کا سب سے بڑا ہتھیار عدل ہے۔ عدل ہی ہے جس کی وجہ سے حکمران ہر دل عزیز ہوتا ہے، عدل ہی کی بدولت حکمران اور عوام سکھ کی نیند سوتے ہیں۔

ایک سائل کے دل کو بھی توڑنا گوارا نہیں:

بزرگان محترم! عدل وانصاف کے واقعات سے اسلامی تاریخ بھری پڑی ہے۔ میں آپ کو کیا کیا اور کون کون سے واقعات سناؤں۔ اصل میں ہماری نظر ہمارے اسلاف کے حالات پر نہیں۔ انھوں نے حکومت کی باگ ڈور کس خوش اسلوبی کے ساتھ انجام

دی، کسی پر ظلم و زیادتی تو بہت دور کی بات ہے وہ کسی سائل کا دل بھی توڑنا پسند نہیں کرتے تھے۔ آج کے حکمران تو بس اپنا پیٹ بھرنے کی فکر میں رہتے ہیں، اپنے مقصد کے حصول کے لئے پوری رعایا ظلم کی چکی میں پستی ہے تو انہیں اس سے کوئی غرض نہیں۔ اگر کسی نے کوئی حق بات کہہ دی تو اس کا صفایا کر دیا جاتا ہے؛ مگر جو عادل، منصف بادشاہ و حکمران ہوتے ہیں انہیں خوفِ خدا ہوتا ہے۔ آپ کو ایک مختصر قصہ سنا کر بات ختم کرنا چاہتا ہوں۔

آپ نے سلطان ''ناصر الدین محمود'' کا نام تو سنا ہوگا، وہ خاندانِ غلامان کے مشہور بادشاہ ''التمش'' کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ بچپن ہی سے وہ بڑا ذہین، بہادر اور خدا سے ڈرنے والا لڑکا تھا۔ باپ نے اسے پہلے ''بدایوں'' اور پھر ''بہرائچ'' کا گورنر مقرر کیا وہاں کی حکومت کا انتظام بڑی ہوشیاری سے چلایا، ہر طرف امن وامان قائم کر کے رعایا کو خوش حال بنا دیا۔ ناصر الدین محمود ۱۲۴۶ء عیسوی میں ہندوستان کا بادشاہ بنا اور ۱۲۶۶ء تک اس نے پورے بیس برس بادشاہت کی، لیکن اپنے عہد مملکت میں اس نے فقیری کی شان سے زندگی گزاری۔ بڑا نیک صفت بادشاہ گذرا ہے۔ ''تاریخ فرشتہ'' میں اس کے بہت سے حالات نقل کیے گیے ہیں۔ ناصر الدین کے ایک مصاحب کا نام ''محمد'' تھا۔ بادشاہ ہمیشہ اسے ''محمد'' کے نام سے پکارا کرتا تھا۔ ایک دن بجائے ''محمد'' کے تاج الدین کہہ کر پکارا تو اس مصاحب نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل تو کر لی مگر تین دن تک مارے گھبراہٹ بادشاہ کے پاس حاضر نہیں ہوا۔ بادشاہ نے اس کو طلب فرمایا اور پوچھا کہ کیا بات ہے، تین دن سے غائب ہو تو اس نے کہا: جہاں پناہ! آپ ہر وقت ''محمد'' کہہ کر پکارتے تھے، آج ''تاج الدین'' کہہ کر پکارا تو میں ڈر گیا، پتہ نہیں جہاں پناہ کس وجہ سے

مجھ سے ناراض ہو گئے، معلوم نہیں مجھ سے کون سی گستاخی ہو گئی۔ تو بادشاہ ناصر الدین محمود نے قسم کھا کر کہا میں ہرگز ہرگز تم سے ناراض نہیں ہوں لیکن جس وقت تم کو تاج الدین کہہ کر پکارا اس وقت میں باوضو نہیں تھا، مجھے مناسب معلوم نہیں ہوا کہ ''محمدؐ'' مقدس نام بغیر وضو کے اپنی زبان پر لاؤں۔ یہی بادشاہ ایک دن تلاوت قرآن میں مشغول تھا کہ ایک فقیر آ گیا، فقیر نے کچھ سوال کیا تو بادشاہ نے خادم کو حکم دیا کہ اس کی ضرورت پوری کی جاوے۔ فقیر کی نگاہ قرآن کریم کے ایک صفحے پر پڑی جہاں '' فِیْہِ ط فِیْہِ '' دو مرتبہ لکھا ہوا تھا۔ اس فقیر نے بادشاہ سے کہا اس جگہ '' فِیْہِ '' ایک مرتبہ زیادہ لکھا ہوا ہے '' فِیْہِ ط '' ایک مرتبہ ہونا چاہئے۔ بادشاہ نے قلم دوات لے کر ایک '' فِیْہِ '' کے گرد حلقہ کھینچ دیا۔ اس فقیر کو اس کی حاجت روائی کے بعد رخصت کر دیا۔ جب یہ فقیر چلا گیا تو ناصر الدین نے قلم تراش لے کر یہ حلقہ جو ابھی بنایا تھا ''فیہ'' سے مٹا دیا۔ ایک غلام پاس کھڑا ہوا سارا منظر دیکھ رہا تھا لہٰذا اس نے ناصر الدین سے پوچھا ایک دفعہ حلقہ کھینچ کر دوسری مرتبہ اسے ٹھیک کرنے میں کیا مصلحت تھی۔ بادشاہ نے کیا خوب جواب دیا۔ یہی بات آپ کو سنانا میرا مقصد تھا۔ بادشاہ نے کہا وہ شخص جس نے '' فِیْہِ '' کی تکرار پر اعتراض کیا تھا ایک فقیر تھا اور میرے پاس ایک ضرورت کی وجہ سے آیا تھا۔ اگر اس کے اعتراض کی تردید کرتا تو وہ نادم ہو کر بغیر اپنی ضرورت پوری کیے یہاں سے چلا جاتا اور اس کا دل ٹوٹ جاتا اس لیے میں نے اس کی موجودگی میں حلقہ کھینچ دیا اور جب وہ چلا گیا تو میں نے یہ حلقہ مٹا دیا۔ دنیا میں غبارِ دل دور کرنا مشکل ہے لیکن کاغذ کا نقش مٹانا آسان ہے۔ ایسے ہمدرد بادشاہ خلیفہ ہوں گے تو پھر کیوں خیر و برکت نہ ہو گی۔ جو ایسے معمولی سائل کے دل کو توڑنا بھی گوارا

نہیں کرتے تھے تو وہ کسی پر کیسے ظلم و زیادتی برداشت کریں گے۔ تاریخ فرشتہ میں یہ پورا واقعہ لکھا ہوا ہے۔ اس واقعہ کو پڑھنے کے بعد یہ ناکارہ قرآن کریم میں " فِيۡهِ ط فِيۡهِ " ایک ساتھ دو جگہ تلاش کرتا رہا۔ اگر قرآن میں دو مرتبہ ایک ساتھ "فیه" ہے تو اس واقعہ میں کچھ حقیقت ہے، ورنہ نہیں۔ بسیار تلاش کے بعد ایک دن دوران تلاوت مل گیا۔ سورۂ توبہ میں گیارہویں پارہ میں موجود ہے۔ آیت ہے:

لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقۡوٰى مِنۡ اَوَّلِ يَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِيۡهِ ط فِيۡهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوۡنَ اَنۡ يَّتَطَهَّرُوۡا

(التوبہ:۱۰۸)

بادشاہ ناصر الدین نے ۲۰ سال سے زائد حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ بہرحال میں یہ عرض کر رہا تھا کہ مذکورہ حدیث میں پہلے نمبر پر جس کا ذکر ہے وہ ہے "الامام العادل"۔ امامِ عادل کو اللہ تعالیٰ روز محشر اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے جس دن اس کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اخیر میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی اسلامی ممالک کے حکمرانوں کو صحیح سمجھ دے کہ وہ عدل وانصاف اپنے اپنے ملک میں قائم کرے، خود بھی اسلامی قوانین پر کاربند ہوں اور اپنی رعایا کو بھی اس پر آمادہ کریں۔ آمین یارب العالمین

عدل وانصاف سے رحمتیں اور برکتیں:

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جب زمین میں عدل وانصاف قائم ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت کے خزانے زمین والوں کے لیے کھلے ہوئے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی خیر وبرکت کے دروازے کھول دیتا ہے۔ ایسی خیر وبرکت ہوتی ہے کہ امام احمد بن حنبل نے "مسند احمد"

میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ خلافت بنوعباس کے خزانہ میں ایک گیہوں کا دانہ تھا وہ وہ کھجور کی گٹھلی کے برابر تھا اور اس پر لکھا تھا یہ عدل وانصاف کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے۔ تو عدل وانصاف کی وجہ سے آسمان سے بھی رحمت نازل ہوتی ہے اور زمین کی پیداوار غلہ، پھل وغیرہ میں بھی خوب برکت ہوتی ہے۔ آج اسی پر گفتگو ختم کرتا ہوں، ان شاء اللہ کل کی مجلس میں آگے بیان ہوگا۔ جو بیان ہوا اسے یاد رکھیں۔ عرش کے سایہ میں کون ہوگا؟ نمبر ایک: روزہ دار۔ نمبر دو: عادل بادشاہ۔ ان شاء اللہ آئندہ چالیس قسم کے اعمال پر یہ وعدہ ہے، وہ آپ کو ان شاء اللہ یاد کرانا ہے تاکہ ہم بھی وہ اعمال کرنے والے بنیں اور اللہ پاک ہمیں بھی اپنے فضل سے عرش کے سایہ میں جگہ عطا فرمائیں۔ کل کی مجلس میں تیسرے نمبر پر عرش کے سایہ میں کون ہوگا؟ اس کا ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

﴿ ۴ ﴾

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط سوم)

اپنے کسی دوست سے، کسی بھائی سے تعلق ہو تو وہ تعلق ایسا ہو کہ اس میں نفس شامل نہ ہو۔ نفسانیت کی بنیاد پر کسی سے دوستی اور دشمنی نہ ہو۔ فلاں صاحب سے میں دوستی رکھ رہا ہوں اور مقصد یہ ہے کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا، فلاں سے دشمنی رکھی اس لئے کہ اس نے میرے ساتھ بدسلوکی کی تو یہ دوستی اور دشمنی اللہ کے لئے نہ ہوئی، نفس شامل ہو گیا اور جو کسی سے صرف اللہ کے لئے دوستی رکھتا ہے، نفس اس میں شامل نہ ہو تو وہ بہت بڑی بات ہے۔

﴿ ۴ ﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت کا منظراورعرش کا سایہ

(قسط سوم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنّ سَیِّدَنَاوَ شَفِیْعَنَاوَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً...... اَمَّا بَعْدُ !

خوش نصیب ماں باپ اورعبادت گذار نوجوان:

بزرگانِ محترم !اس سے پہلے آپ حضرات کے سامنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پڑھی تھی اوراس حدیث کے ضمن میں یہ بتایا تھا کہ قیامت کے دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا اللہ کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا لیکن کچھ خوش نصیب بندے وہ ہوں گے جن کو رحمتِ الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا۔ان خوش نصیب لوگوں میں نمبر ایک بتایا تھا کہ ’’روزہ داروں‘‘ کو اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا۔نمبر دو بتایا تھا ’’امام عادل‘‘ منصف حکمران۔اس کو اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا۔روزہ دار کی حدیث مستقل تھی، اسے الگ رکھیں۔وہ حدیث جو حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے جسے کل میں نے

پڑھی تھی اس حدیث میں سات آدمیوں کے نام بتائے ہیں۔اول نمبر پر فرمایا ”**الامـــام العـادل**“ نمبر دو پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا”**وشــاب نشأ فی عبادة اللّٰــہ**“ اور وہ جوان جس کی جوانی عبادت میں گذری ہو۔خوش نصیب ہیں وہ احباب جن کے بچے بچپن ہی سے ان کی تربیت کی وجہ سے دین پر، ایمان پر، ایمانی تقاضوں پر چلتے رہے، یہاں تک کہ جوان ہوگئے اور بچپن سے جوانی تک کا زمانہ عبادت کے اندر گذرا۔ یہ بہت خوش نصیب ماں باپ ہیں۔

اولاد کو دیندار بنانے کی کوشش کریں:

مگر اتفاق سے ہماری حالت ایسی نہیں ہے، ہمارا بچپن اور جوانی کا زمانہ اچھا نہیں گذرا، جوانی کے اندر ہم نے نہ نماز کا اہتمام کیا، نہ روزہ کا اہتمام کیا، نہ تلاوت کا اہتمام کیا، نہ اللہ تعالی کی فرماں برداری کا اہتمام کیا تو ابھی بھی کچھ گیا نہیں ہے، ابھی بھی اس نعمت کو حاصل کر سکتے ہیں اور اس نعمت کو حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ بہت آسان ہے۔ وہ آسان طریقہ یہ ہے کہ اللہ نے اولاد دی ہے، ان کی بچپن ہی سے تعلیم وتربیت کر کے ان کو بچپن ہی سے دیندار بنائیں۔ ہم نے بچپن اور جوانی میں کچھ نہیں کیا لیکن بچوں کو ایسا نہ بنائیں:

ما هرچه کردیم شما حذر بکنید

شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہم نے جو کچھ کیا تم پرہیز کرو، ہم نے تو اپنی جوانی کا زمانہ لاابالی پن میں، نافرمانی میں، غفلت میں گذار دیا۔لیکن ہم اپنی اولاد کے بارے میں سوچیں کہ میری اولاد ایسی نہ بنے۔ وہ بچپن ہی سے دیندار بن جائے۔ جوانی اور پوری

زندگی اس کی دین پر رہے تو اس کے لیے ہم کوشش کریں گے، محنت کریں گے تو ہماری اولاد اس زمرہ میں ان شاء اللہ شامل ہو سکتی ہے۔

موت سے عمل بند ہو جاتے ہیں مگر تین اعمال کا ثواب جاری رہتا ہے:

اور پھر وہ نیک صالح اولاد ہمارے لیے صدقۂ جاریہ بنے گی اور اس سے اچھا صدقہ جاریہ کوئی نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلثة صدقة جارية او علم ينتفع به او ولد صالح يدعو له .

(مشکوۃ شریف)

[جب انسان مرجاتا ہے تو سارے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں مگر تین عمل (کہ اس کا ثواب مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے) صدقۂ جاریہ یا ایسا علم جس سے لوگ نفع اٹھاتے رہیں یا نیک اولاد جو اپنے والدین کے لیے دعا کرے۔]

ایک آدمی مر گیا اب وہ بے چارہ ایک مرتبہ سبحان اللہ بھی نہیں کہہ سکتا، دو رکعت نماز بھی نہیں پڑھ سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہیں سے گذر رہے تھے ایک قبر کو دیکھا، سواری روکی، ایک کونے میں گئے، دو رکعت نماز پڑھی، پھر سوار ہو کر چلنے لگے، ساتھیوں نے کہا: کیا بات ہے حضرت! آپ نے نماز کیوں پڑھی؟ کیا برکت حاصل کرنا تھی؟ آپؓ نے فرمایا: یہ بات نہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرنے والا مر گیا اور قبر میں پہنچ گیا، اب وہ تڑپتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ کاش مجھے زندگی ملتی تو میں دو رکعت نماز پڑھتا، وہ تو نہیں پڑھ سکتا ہے، مجھے تو اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے، چلو میں ہی دو رکعت پڑھ لوں تاکہ بعد میں مجھے حسرت اور افسوس کرنا نہ پڑے۔ تو جب تک انسان زندہ ہے اعمال

کرسکتا ہے، اچھے یا برے، جو بھی ہوں، لیکن جب مرجاتا ہے تو اعمال کا سلسلہ منقطع ہوجاتا ہے۔

اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلثة

مگر تین اعمال ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی ان کا ثواب چلتا رہتا ہے۔

ا......صدقۂ جاریہ

"صدقة جارية" ان تین اعمال میں سے ایک عمل صدقۂ جاریہ ہے جیسے کسی نے مسجد بنادی، مدرسہ بنادیا، مسافر خانہ بنادیا اور رفاہ عام کے اچھے جتنے کام ہیں وہ صدقۂ جاریہ ہیں۔ جب تک ان سے لوگ فائدہ اٹھاتے رہیں گے اللہ تعالی اس کا ثواب قبر میں بھی پہنچاتا جائے گا۔

مغفرت کا ایک عجیب واقعہ:

"اخلاق محسنی" ایک کتاب ہے، اس میں ایک عجیب واقعہ پڑھا۔ ایک شخص نے ایک درخت بویا، وہ مرگیا۔ سالہا سال کے بعد ایک مسافر وہاں سے گذر رہا تھا، سخت گرمی تھی، لو چل رہی تھی، تھکا ماندہ تھا اس درخت کے سایہ میں بیٹھا، تھوڑی دیر آرام کیا، ٹھنڈی ہوا لی، جب تھوڑی دیر ٹھہرا تو اسے بڑا سکون ہوا، اس نے کہا: اے اللہ! جس نے درخت لگایا ہے اس کی مغفرت فرمادے۔ بعد میں کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس سے پوچھا گیا کیا حال گذرا؟ انہوں نے کہا میرے اعمال تو کچھ اچھے نہیں تھے؛ البتہ جو درخت میں نے بویا تھا کوئی مسافر وہاں آیا اور کھانا وغیرہ کھا کر تھوڑی دیر آرام کیا، اس کے بعد اس نے دعا کی اے اللہ! جس نے یہ درخت لگایا ہے اس کی مغفرت فرمادے۔ اللہ تعالی نے

اس کی دعا کی برکت سے میری مغفرت فرمادی۔

۲......علم جس سے لوگ نفع اٹھاتے رہیں:

تو ایک چیز صدقۂ جاریہ ہے مگر اس کے لیے مال چاہیے، کسی کے پاس مال ہے کسی کے پاس نہیں ہے تو مال نہ ہو تو ذرا مشکل ہے۔ نمبر دو پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

او علم ینتفع به

[یا ایسا علم جس سے لوگ نفع اٹھاتے رہیں]

کسی نے کتاب لکھ دی یا کوئی کتاب چھپوادی، قرآن مجید ہے، حدیث کی کتاب ہے آپ نے خرید کر کسی کو دے دی۔ اب وہ اسے پڑھ رہا ہے، فائدہ حاصل کر رہا ہے، جب تک وہ پڑھتا رہے گا قبر میں اس کا ثواب ملتا رہے گا۔ یہ بھی کبھی کسی کے لیے مشکل ہوتا ہے کہ قرآن، کتاب کسی کو دے، کوئی ملتا ہے یا نہیں ملتا۔ تو اس سے زیادہ آسان چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی۔

۳......نیک اولاد:

او ولد صالح یدعو له

اولاد چھوڑ کر جائے، اس کی تربیت کی تھی اور وہ نیک صالح ہے۔ اب یہ اولاد اس کے مرنے کے بعد دعا کرے:

رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا

[اے اللہ میرے ماں باپ پر رحم فرما جیسا انہوں نے میرے بچپن میں مجھ پر رحم فرمایا]

یہ کتنا آسان ہے، ہر ایک کرسکتا ہے، نہ مال خرچ کرنا ہے نہ پیسہ کی ضرورت۔

اپنی اولاد کو جیسا بنانا چاہتے ہو خود ویسا بن جاؤ:

تو اگر ہم نے اپنی جوانی ضائع کردی ہے تو افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اپنی اولاد کی تربیت کریں۔ ماں باپ اپنی اولاد کے بارے میں بہت کچھ سوچتے ہیں، کوئی ڈاکٹر ہے تو وہ چاہتا ہے میرا بیٹا ڈاکٹر بنے، کوئی انجینئر ہے تو وہ چاہتا ہے کہ میرا بیٹا انجینئر بنے، کوئی تاجر ہے تو وہ چاہتا ہے میری اولاد کو تجارت کے ایسے گر مل جائیں کہ مجھ سے زیادہ ترقی کرے۔ تو ہر ایک سوچتا ہے اور اولاد کے لیے ماں باپ سے زیادہ دنیا میں خیر خواہ کون ہے؟ تو ماں باپ سوچتے ہیں لیکن اکثر ایسا ہوتا نہیں ہے۔ تو کسی حکیم اور دانا نے کہا: اپنی اولاد کو جیسا بنانا چاہتے ہو خود ویسے بن جاؤ۔ اگر میں چاہتا ہوں کہ میری اولاد نمازی بنے تو میں خود نمازی بن جاؤں، اگر میں خود بے نمازی ہوں تو میری اولاد کیسے نمازی بنے گی؟ میں چاہتا ہوں کہ اولاد قرآن کی تلاوت کرنے والی بنے تو میں خود تلاوت کروں، ان شاء اللہ اولاد بھی قرآن کریم کی تلاوت کرنے والی بنے گی، اگر میں چاہتا ہوں میری اولاد دیندار بنے تو میں خود دین پر عمل کرنا شروع کروں، ان شاء اللہ اولاد دین پر عمل کرنا شروع کردے گی۔ غرض اولاد کو جیسا بنانا چاہتا ہے خود ایسا بن جائے۔ تو عرش کے سایہ میں جن کو جگہ ملے گی۔ نمبر دو پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

شاب نشأ فی عبادة اللّٰہ

[وہ نوجوان جس کی جوانی اللہ کی عبادت میں اللہ کے احکام کے مطابق عمل کرنے میں گذری ہو۔]

(۳)......جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہے وہ عرش کے سایہ میں ہوگا:

نمبر تین پر ارشاد فرمایا:

ورجل قلبه معلق فی المساجد

اس شخص کو بھی عرش الٰہی کا سایہ ملے گا جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو۔ یہ بھی بہت آسان ہے۔ دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو اس کا کیا مطلب؟ کیا اپنا دل نکال کر مسجد میں لٹکا کر چلے جائیں یہ مراد نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک نماز پڑھ لی اور اپنے کام کے لیے چلا گیا مگر اسے دوسری نماز کی فکر ہے کہ کب وقت آئے اور میں مسجد میں جاؤں۔ فجر پڑھ لی، اب ظہر کی فکر ہے، ظہر پڑھ لی اس کا دل مسجد میں ہے کہ کب عصر کا وقت ہو اور میں مسجد میں جاؤں اور جس آدمی کو یہ فکر لاحق ہو جائے اس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوگی اور جماعت بھی نہیں چھوٹے گی۔ اس لیے حدیث میں چند چیزیں ایسی ہیں جن کے جلدی کرنے کا حکم ہے۔ اس لئے ہمارے اکابرین نے لکھا ہے کہ جس نے اذان سے پہلے ہی نماز کی تیاری کی وہ تو مکمل نماز کو پا لیتا ہے، اور جس نے اذان کے بعد نماز کی تیاری کی تو وہ ان تین چیزوں میں سے ایک کو ضرور فوت کر دیتا ہے ۱......تکبیر تحریمہ ۲......رکعت ۳......جماعت

عام حالات میں جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے:

عام حالات میں تو شریعت میں جلد بازی سے روکا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص مسجد میں آ رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سکون اور وقار کے ساتھ آؤ۔ اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ پیر پھسل جائے یا ہوسکتا ہے کہ رکعت حاصل کرنے کے لئے دوڑے

اور جماعت میں جلدی جلدی شریک ہو جائے۔ امام رکوع میں ہے اور صحیح طریقہ پر قیام کی حالت میں تکبیر تحریمہ نہ کہے اور قیام- جو فرض ہے- اس کے چھوٹ جانے کی وجہ سے نماز ہی نہ ہو، کہا جاتا ہے:

تعجیل کردن کار شیطان بود

یہ دراصل حدیث کا ترجمہ ہے، حدیث کے الفاظ ہیں:

الاناء من اللّٰہ والعجلة من الشیطان

[اطمینان سے کام کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔]

چھ چیزوں میں جلدی کرو:

لیکن چھ چیزیں ایسی ہیں جن میں جلدی کرنے کا حکم ہے:

۱...... جب نماز کا وقت آجائے تو اس کے ادا کرنے میں جلدی کرو، جس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو وہ اذان سے پہلے ہی سے نماز کی تیاری شروع کر دے گا ورنہ عام طور پر جو اذان کے انتظار میں رہتا ہے اذان ہو جانے کے بعد شیطان بہکاتا ہے کہ ابھی اذان ہوئی ہے، پندرہ منٹ باقی ہیں اور پھر بالکل اخیری وقت میں مسجد پہنچتا ہے اور بسا اوقات جماعت چھوٹ جاتی ہے، تکبیر اولیٰ تو اکثر چھوٹ جاتی ہے۔

۲...... گناہ ہو جائے تو توبہ کرنے میں جلدی کرے۔

۳...... کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کی تجہیز و تکفین اور دفن کرنے میں جلدی کرے۔ یہاں بھی ہم لوگ دیر کر دیتے ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ صبح انتقال ہوا، دس گیارہ بجے تک دفن

کر سکتے ہیں تو ہم کہتے ہیں آج جمعہ کا دن ہے جمعہ کے بعد دفن کریں گے، بڑی جماعت ہوگی...... نہیں...... سنت یہ ہے کہ جلدی دفن کر دو، ہوسکتا ہے کہ سنت رسول صلی اللہ علیہ و سلم پر عمل کی برکت سے اللہ اس کی مغفرت فرمادے۔

۴...... جب لڑکی بالغ ہوجائے اور مناسب رشتہ مل جائے تو اس کے نکاح کرنے میں جلدی کرو۔

۵...... جب مہمان آجائے تو مہمان نوازی کرنے میں جلدی کرو۔

۶...... اور جب کسی سے قرض لیا ہے تو اس کے ادا کرنے میں جلدی کرو۔ ان سب میں ہم پیچھے ہیں۔

(۴)...... الحب فی اللہ:

نمبر چار:

ورجلان تحابا فی اللّٰہ اجتمعا علیه وتفرقا علیه

وہ شخص اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا جو کسی مسلمان بھائی سے دوستی رکھتا ہے صرف اللہ کے لیے۔ اگر بغض رکھتا ہے یا دشمنی رکھتا ہے تو وہ بھی صرف اللہ کے لیے، دوستی اور عداوت دونوں اللہ کے لیے ہو۔ یہ سمجھانے کے لئے آپ کو محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا ایک ملفوظ سنادوں، اس سے ان شاء اللہ اس حدیث کا مطلب سمجھ میں آجائے گا، آپ فرماتے ہیں۔

تعلق ایسا ہو جس میں نفس شامل نہ ہو:

اللہ سے آپ کا تعلق ایسا ہو جس میں غیر اللہ شریک نہ ہو۔ سجدے کس کے لیے

ہیں؟ اللہ کے لیے، نذر و نیاز اللہ کے لیے ہو غیر اللہ کے لیے نہیں۔ منت اللہ کے لیے ہو غیر اللہ کی منت نہ مانے۔ حاجت روا صرف اللہ کو سمجھے، شفا دینے والا صرف اللہ کو سمجھے، عزت دینے والا، ذلت دینے والا صرف اللہ کو مانے۔ تو اللہ کے ساتھ تمہارا تعلق ایسا ہو جس میں کوئی مخلوق شریک نہ ہو۔ کوئی پیر سے مانگے، ان کے نام کی نذر و نیاز کرے، پیر کی قبر پر سجدہ کرے تو یہ اللہ کے ساتھ شرک ہو گیا۔ تو اللہ کے ساتھ تعلق ایسا ہو جس میں غیر اللہ شریک نہ ہو اور اگر اپنے کسی دوست سے، کسی بھائی سے تعلق ہو تو وہ تعلق ایسا ہو کہ اس میں نفس شامل نہ ہو۔ نفسانیت کی بنیاد پر کسی سے دوستی اور دشمنی نہ ہو۔ فلاں صاحب سے میں دوستی رکھ رہا ہوں اور مقصد یہ ہے کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا، فلاں سے دشمنی رکھی اس لیے کہ اس نے میرے ساتھ بدسلوکی کی تو یہ دوستی اور دشمنی اللہ کے لیے نہیں ہوئی، نفس شامل ہو گیا اور جو کسی سے صرف اللہ کے لیے دوستی رکھتا ہے نفس اس میں شامل نہ ہو تو وہ بہت بڑی بات ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

من احب للّٰہ و اعطی للّٰہ و منع للّٰہ فقد استکمل الایمان

(مشکوۃ شریف)

[جس شخص نے اللہ کے لیے محبت کی، اللہ کے حکم پر خرچ کیا اور اس کے حکم پر اپنا ہاتھ روکے رکھا اس نے ایمان کو مکمل کرلیا۔]

”الحب فی اللہ والبغض فی اللہ“ کے چند نمونے:

حضرت حذیفہؓ کا بھتیجا چھوٹے چھوٹے کنکر سے شکار کو مار رہا تھا۔ آپ نے اس سے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے؛ اس لیے کہ چھوٹے چھوٹے کنکر سے شکار مرے گا نہیں اور کسی کے آنکھ میں لگ گیا تو آنکھ پھوٹ

جائے گی۔ اس نے کہا میں تو کروں گا۔ حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کہ میں تجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک حدیث سناتا ہوں تو پھر بھی بات نہیں مانتا ہے۔ آج سے میرا تیرا تعلق نہیں، بات چیت بند کردی۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات آ گئی تو بس وہ حرف آخر ہے، بات ختم ہوگئی۔ یہ ہے "**الحب فی اللّٰہ و البغض فی اللّٰہ**"۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے نے مسجد میں عورتوں کو آنے سے روکا تو عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو نہیں روکا تھا، اس نے کہا: میں تو روکوں گا، تو آپ نے اس سے بات چیت بند فرمادی۔ یہ ہے "**الحب فی اللّٰہ و البغض فی اللّٰہ**"۔ تو اگر ہم چاہتے ہوں کہ اللہ کے عرش کے سایہ میں ہمیں جگہ ملے تو ہم جس سے دوستی کریں یا دشمنی، وہ صرف اللہ کے لیے ہو، اپنی ذاتی اغراض اس میں شامل نہ ہوں۔ چار آدمی ہوگئے۔

(۵)......پانچواں شخص:

پانچواں شخص یہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ورجل طلبته ذات منصب و جمال فقال انی اخاف اللّٰہ

اس شخص کو بھی اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا جس کو کوئی حسین خوبصورت عورت گناہ کی طرف بلائے اور وہ یوں کہہ دے مجھے اللہ کا ڈر ہے۔ کوئی بدصورت عورت بلائے تو انسان کا دل اس کی طرف کبھی مائل نہ بھی ہو۔ لیکن حدیث میں فرمایا "**ذات منصب و جمال**" دل کو للچانے والی عورت دعوت دے جیسے حضرت یوسفؑ کا واقعہ۔

زلیخا کوئی معمولی خوبصورت عورت نہیں تھی۔حضرت یوسفؑ نبی تھے، اللہ پاک نے آپ کی مدد فرمائی۔آپ نے اپنی محنت بھر بچنے کی کوشش کی۔زلیخا نے سات دروازوں میں تالا لگا کر آپ کو بلایا تھا، آپ نے بھاگنا شروع کیا اور اللہ پاک سے عرض کیا: بھاگنا میرا کام ہے، تالے کھولنا آپ کا کام ہے۔اور بھاگنا شروع کیا، جس دروازے کے پاس جاتے تالا خود بخود کھل جاتا۔تو حسینہ، خوبصورت عورت بلائے اور وہ کہہ دے مجھے اللہ کا ڈر ہے۔اس کو بھی اللہ اپنی رحمت کا سایہ عطا فرمائے گا۔

خوف خدا کا عجیب واقعہ:

بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس کا نام کفل تھا۔بہت گنہگار تھا۔اللہ کی نافرمانی میں زندگی گزارتا تھا۔ایک عورت پر وہ مرتا تھا، اس کو بہت مرتبہ لالچ دیا پیسے وغیرہ دے کر، مگر وہ عورت اس کے ہاتھ میں نہیں آئی۔ پاک دامن عورت تھی، ایک دن وہ عورت تکلیف میں آ گئی، مجبوری انسان سے کیا کیا کرا دیتی ہے-اللہ حفاظت فرمائے-وہ عورت بے چاری اس کے پاس گئی اور اس سے کہا: آج میری حالت غربت کی ہے، پریشانی میں آ گئی ہوں، چلو آج سودا کر لیں، بیس درہم میں سودا کر لیا، اس کو اس نے بیس درہم دے دیے اور بدکاری کے لیے بالکل تیار ہو گیا، وہ عورت زار و قطار رونے لگی، کفل کہنے لگا: میں نے تجھ پر کوئی زبردستی تو نہیں کی، تو اپنی خوشی سے آئی، بیس درہم میں نے دے دیے اب کیوں روتی ہے؟ عورت نے کہا: آج تک یہ برا کام میں نے نہیں کیا، مجھے اللہ کا خوف آتا ہے لیکن پیٹ کی مجبوری کی وجہ سے آ گئی۔وہ شخص اگرچہ بہت گنہگار تھا مگر یہ بات اس کے دل پر لگ گئی، فوراً ہٹ گیا اور سچے دل سے توبہ کی اور عورت سے کہا: بیس درہم بھی تو لے جا

مجھے نہیں چاہیے اور میں بھی اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں: میں نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مرتبہ نہیں دو مرتبہ نہیں، تین مرتبہ نہیں سات مرتبہ سنی، سات مرتبہ میں نے یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، روایت میں ہے کہ اسی دن کفل کا انتقال ہو گیا۔ صبح کے وقت اس کے دروازے پر فرشتوں نے لکھا تھا:

قد غفر اللّٰہ لکفل

[اللہ تعالیٰ نے کفل کی مغفرت فرمادی۔]

(ترمذی بحوالہ معارف القرآن)

تو کتنا اونچا درجہ مل گیا۔

اسی مناسبت کا ایک واقعہ مولانا ابرار احمد صاحب دھلویؒ بیان فرماتے تھے۔ آج ایک کتاب میں پڑھا تو حضرت مولانا ابرار صاحبؒ یاد آ گئے، اس لیے اس واقعہ کو بھی بیان کرتا چلوں، بڑا سبق آموز واقعہ ہے۔

حضرت سلیمان بن یسارؒ کا واقعہ:

حضرت سلیمان بن یسارؒ ایک بہت حسین وجمیل اور پرہیزگار بزرگ تھے، ایک مرتبہ وہ مدینہ منورہ سے اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حج کے سفر کو چلے، راستہ میں ابواء کے مقام پر قیام کیا اور خیمہ لگایا۔ ان کا رفیق سفر کچھ کھانے پینے کا سامان لینے بازار چلا گیا۔ ایک بدوی عورت نے پہاڑ کی چوٹی سے خیمہ میں بیٹھے ہوئے ان کو دیکھا اور فریفتہ ہو گئی، اور پہاڑ سے اتر کر ان کے خیمے میں آئی، برقع بھی تھا اور ہاتھوں پر دستانے بھی تھے، ان کے پاس آ کر برقع اٹھا دیا، وہ عورت بھی حسن و جمال میں چاند کا ٹکڑا تھی، اس نے حضرت

سلیمانؒ سے کچھ طلب کیا، آپ نے سمجھا کہ کچھ کھانے کو مانگ رہی ہے، آپ دستر خوان کی طرف بڑھے کہ کچھ کھانے کو دیں۔ اس نے کہا مجھے یہ نہیں چاہئے، مجھے تو وہ چاہئے جو آدمی اپنی بیوی سے چاہتا ہے۔ حضرت سلیمانؒ نے فرمایا کہ تجھے شیطان نے میرے پاس بھیجا ہے، یہ کہہ کر دونوں گھٹنوں پر منہ رکھ لیا اور رونا شروع کر دیا اور چلا چلا کر رونے لگے، وہ عورت تو یہ منظر دیکھ کر سہم گئی اور وہاں سے کھسک گئی اور یہ بیٹھے روتے رہے۔ اتنے میں ان کے دوست آ گئے، دیکھا تو یہ بیٹھے رو رہے ہیں اور آنکھیں ان کی پھولی ہوئی ہیں، انہوں نے یہ دیکھ کر پوچھا کہ کیا بچے یاد آ گئے؟ آپ نے کہا نہیں! تمہاری غیر موجودگی میں مجھے ایک واقعہ پیش آ گیا اور پھر واقعہ سنایا۔ ان کے ساتھی نے واقعہ سنا تو وہ بھی بیٹھ کر زور شور سے رونے لگا، حضرت سلیمانؒ نے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا میں تو اس لیے رو رہا ہوں کہ اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو مجھ سے تو صبر نہ ہوتا، یہ دونوں روتے ہی رہے۔

جب مکہ پہنچے، طواف اور سعی وغیرہ سے فارغ ہوئے تو حجر اسود کے سامنے حضرت سلیمانؒ ایک چادر لپیٹ کر بیٹھے ہوئے تھے کہ نیند آ گئی، خواب میں ایک نہایت حسین وجمیل شخص کی زیارت ہوئی، ان سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا میں یوسفؑ ہوں، انہوں نے عرض کیا یوسف صدیق آپ ہی ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کیا کہ آپ کا زلیخا کا قصہ بڑا عجیب وغریب ہے، حضرت یوسفؑ نے فرمایا: ابواء والی عورت کا واقعہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے۔

(اسلام میں عفت وعصمت کا مقام: ۳۷۷،۳۷۸)

تو پانچواں شخص وہ ہے جس کو حسین وخوبصورت خاندانی عورت بلائے اور وہ کہہ

دے مجھے اللہ کا ڈر ہے۔

۶......چھپا کر صدقہ کرنا:

چھٹا آدمی جو اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا وہ ہے:

ورجل تصدق اخفاءً حتی لا تعلم شماله ماتنفق بیمینه

چھٹا آدمی وہ ہوگا کہ جو صدقہ کرے اور اس کو چھپائے یہاں تک کہ اس کے داہنے ہاتھ نے جو صدقہ کیا اس کے بائیں ہاتھ کو بھی اس کا پتہ نہ چلے۔ مقصد یہ ہے کہ چھپا کر صدقہ کرے۔ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں دونوں چیزیں بیان فرمائی ہیں۔ فرمایا:

اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِیَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ

(البقرہ:۲۷۱)

[تم صدقات اور زکوۃ کو ظاہر کر کے دو تب بھی اچھا ہے اور اگر چھپا کر دو تو یہ زیادہ بہتر ہے]

لیکن یہ بھی ذہن میں رہے ہم کسی کی نیت پر حملہ نہیں کر سکتے۔ مسجد میں ابھی چند دن پہلے اعلان ہوا کہ اتنا خرچہ ہے، یہ پلان ہے، ہزار ہزار پاؤنڈ کون دے گا۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا میں دس ہزار پاؤنڈ دیتا ہوں۔ ہم اس کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے نام کرنے کے لئے یہ کیا وہ اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے، ہم کسی کی نیت پر حملہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اس نے اس نیت سے دیا ہو کہ مجھے دیکھ کر اور لوگوں کو شوق پیدا ہو۔ تو صدقہ چاہے ظاہر کر کے دو یا چھپا کر دو، دونوں جائز ہیں۔ نیت اچھی اور اخلاص والی ہونی چاہئے لیکن پسندیدہ یہ ہے کہ چھپا کر دیا جائے۔ یہ اللہ کو زیادہ محبوب ہے کیونکہ اس میں

اخلاص زیادہ ہے۔

مخفی صدقہ کا ایک عجیب واقعہ:

مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ ایک مالدار آدمی صدقہ کرنے کی نیت سے رات کو نکلا اور مقصد یہ تھا کہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ اس زمانہ میں رات کو لائٹ تو نہیں ہوتی تھی، اندھیرے میں کسی کو صدقہ دے دوں گا، دینے والے کو بھی پتہ نہ چلے کہ میں نے کس کو صدقہ دیا اور یہ بہت اونچا مقام ہے۔ اللہ والے اور نیک صالح لوگ جب صدقہ کرتے ہیں تو اس پر نہ بدلہ چاہتے ہیں اور نہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ہمارا شکریہ ادا کرے:

لَا نُرِيْدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُوْرًا (الدہر:۹)

صدقہ کر کے ہم نے فقیر یا مسکین پر احسان نہیں کیا:

اس لیے اصل بات یہ ہے کہ ہم نے کسی فقیر، مسکین کو زکوۃ، صدقہ دیا تو ہم نے اس پر احسان نہیں کیا۔ یہ تو اللہ کا حق ہم پر ہے۔ ہم نے وہ حق ادا کیا۔ قرآن کہتا ہے:

وَفِیْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات:۱۹)

تمہارے مال میں حق ہے مانگنے والوں کا اور ایسے لوگوں کا بھی جو عزت کے خاطر مانگتے نہیں ہیں، ہاتھ نہیں پھیلاتے ہیں۔ تو ہم حق ادا کر رہے ہیں، ان پر احسان نہیں کر رہے ہیں۔

الغرض! وہ مالدار شخص بڑا نیک تھا، رات کو اندھیرے میں نکلا کہ دینے والا کون ہے یہ بھی پتہ نہ چلے۔ ایسے مخلصین آج بھی اور ایسے دور میں بھی موجود ہیں۔

میں ہندوستان گیا تھا وہاں سردی کا زمانہ تھا اور وہاں بہت سے غرباء راستوں پر، فٹ پاتھ پر سوتے ہیں، ان کے پاس معمولی بستر اور بدن پر معمولی چادر پڑی تھی، صبح کو اٹھے تو دیکھا کہ ہر ایک کے بدن پر کمبل ہے، کون ڈال گیا پتہ بھی نہیں۔ تو میں حدیث بیان کر رہا تھا، وہ رئیس رات کے وقت نکلا، اس نے اندھیرے میں صدقہ کیا۔ صبح شور مچ گیا کہ کل ایک آدمی نے ایک چور کو صدقہ دیا، اس کو افسوس ہوا کہ میرا مال چور کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے دل میں کہا کہ چلو اللہ پاک تو میری نیت جانتے ہیں۔ دوسرے دن پھر اس نے مال لیا اور پھر رات کو نکلا کہ اگلی رات کی میری زکوۃ ادا نہیں ہوئی، اندھیرے میں ایک آدمی ملا اس کو دے دیا۔ وہ تو پہچانتا نہیں تھا کہ میں نے کس کو دیا۔ وہ لے کر چلا گیا۔ صبح شور مچ گیا کہ کل رات عجیب ہو گیا کہ ایک آدمی نے صدقہ کیا ایک مالدار کو۔ یہ خبر اسے بھی پہنچی، حلق سے نکلی خلق تک پہنچی، پھر اسے قلق ہوا کہ میرا صدقہ ادا نہیں ہوا، اس لیے کہ حقدار تو فقیر ہے یہ تو مالدار کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے دل میں کہا اللہ تعالی تو میری نیت جانتا ہے، تیسرے دن پھر صدقہ نکالا، رات کو لے کر نکلا، اسے ایک عورت مل گئی۔ اس نے عورت کو دے دیا۔ صبح شور ہوا کل تو عجیب ہوا کسی آدمی نے صدقہ کیا اور ایک فاحشہ عورت کو دے دیا۔ اب اس نے کہا: اے اللہ! میری نیت تو جانتا ہے، میں تو تجھے خوش کرنے کے لیے چلا تھا اب اس کے ہاتھ میں پہنچ گیا میں کیا کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالی نے اس وقت کے نبی پر وحی بھیجی کہ ہم نے اس کے تینوں صدقے قبول کر لئے۔

اس کا صدقہ جب چور کو پہنچا تو چور نے کہا: گھر بیٹھے لوگ مجھے دے جاتے ہیں تو میں چوری کیوں کروں؟ اس نے چوری سے توبہ کر لی۔ جب مالدار کے ہاتھ میں صدقہ

پہنچا اس نے کہا: لوگ مجھے صدقہ دے جاتے ہیں اور میں خود زکوۃ خور ہوں، زکوۃ ادا نہیں کرتا ہوں تو اسے ندامت ہوئی اور وہ زکوۃ ادا کرنے والا بن گیا اور فاحشہ عورت نے کہا: لوگ مجھے آکر پیسے دے جاتے ہیں، میں بدکاری میں کیوں مبتلا ہوں؟ اس نے بدکاری سے توبہ کرلی اور نیک صالحہ بن گئی۔ تو دیکھو! مخفی طور پر اور اخلاص کے ساتھ صدقہ کرنے پر اللہ تعالی نے کیسے عمدہ نتائج پیدا فرمائے اور اس کے تینوں صدقے قبول بھی فرمائے، لہذا یہ بات ذہن نشین کرلو کہ مخفی طور پر اور اخلاص کے ساتھ صدقہ کرنا اللہ تعالی کو بہت محبوب ہے اور اس سے اللہ پاک بہت خوش ہوتے ہیں۔ اخلاص اور مخفی طور پر صدقہ کرنے کے سلسلہ میں آپ کو ایک عجیب وغریب حدیث سناتا ہوں، غور سے سنیے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی نیت اور کوشش کیجیے۔

اللہ تعالی کی سب سے مضبوط مخلوق:

مشکوۃ شریف میں ایک حدیث ہے، فرشتوں نے اللہ پاک سے عرض کیا: یہ اونچے اونچے پہاڑ جو آسمان سے باتیں کرتے ہیں، کوہ ہمالیہ جیسے کیسی طاقت والے ہیں۔ اے اللہ! اس سے زیادہ طاقتور کوئی تیری مخلوق ہے؟ تو اللہ نے فرمایا: اس سے زیادہ طاقتور مخلوق میں نے پیدا کی ہے۔ کہا وہ کونسی مخلوق ہے؟ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا: ''لوہا''۔ لوگ لوہے سے پہاڑوں کو کاٹتے ہیں، اس کا کچومر کر دیتے ہیں، اللہ اکبر! پھر فرشتوں نے عرض کیا اے اللہ! کیا لوہے سے بھی زیادہ طاقتور مخلوق تو نے بنائی ہے؟ اللہ نے فرمایا: ہاں! اس سے زیادہ طاقتور مخلوق ''آگ'' ہے۔ لوہے کو آگ میں ڈالیں تو اس کا پتہ نکل جاتا ہے، پانی ہو جاتا ہے، پگھل جاتا ہے۔ فرشتوں نے پھر پوچھا اے اللہ! آگ سے بڑھ کر کوئی

طاقتور مخلوق آپ نے پیدا کی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اس سے زیادہ طاقتور مخلوق ''پانی'' ہے۔ جس سے آگ بھی بجھ جاتی ہے، آگ کے بڑے بڑے شعلے ہوں پانی آ جائے اس کی بھی میت ہو جاتی ہے۔ پھر فرشتوں نے پوچھا: اے اللہ! پانی سے زیادہ طاقتور تیری کوئی مخلوق ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں! پانی سے زیادہ طاقتور میری مخلوق ''ہوا'' ہے، ہوا آتی ہے، آندھی آتی ہے، سمندروں کو کہاں سے کہاں اڑا لے جاتی ہے، بڑی بڑی بلڈنگوں کو کہاں سے کہاں اڑا کر پھینک دیتی ہے۔ فرشتوں نے پھر پوچھا: اے اللہ! اس سے زیادہ طاقتور تیری کوئی مخلوق ہے؟ فرمایا اس سے زیادہ طاقتور مخلوق انسان ہے، انسان نے پہاڑوں کو کاٹ کر روڈ بنا دیے اور لوہے کو آسمانوں میں اڑا دیا اور پانی سے بجلی پیدا کر دی اور ہوا تو اس کے پیر کی جوتی ہے۔ آپ کی گاڑی میں ہوا نہ ہو، آپ کی گاڑی چل سکتی ہے؟ پھر فرشتوں نے عرض کیا: اے اللہ! انسان سے زیادہ طاقتور کونسی چیز ہے؟ فرمایا ایمان والا داہنے ہاتھ سے صدقہ کرے اور بائیں ہاتھ کو بھی اس کا پتہ نہ چلے تو یہ اس سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔ غضبِ الٰہی کو ان میں سے کوئی چیز ٹھنڈا نہیں کر سکتی لیکن اخلاص کے ساتھ صدقہ کیا جائے تو وہ اللہ کے غضب اور غصہ کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ حدیث میں بھی ہے:

الصدقة تطفئ غضب الرب او کما قال علیه الصلوة والسلام (مشکوة)

اخلاص کے ساتھ جو صدقہ کیا جائے اس میں یہ قوت ہے کہ وہ غضب الٰہی کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کو پسند یہ ہے کہ مخفی طور پر صدقہ کیا جائے اور اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بھی اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

۷......تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا اور آنکھوں سے آنسو بہہ گئے:

آخری جو ساتواں نمبر ہے وہ یہ ہے:

رجل ذکر اللّٰہ خالیا ففاضت عیناہ

[جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کے آنسو بہہ نکلیں]

ساتویں نمبر پر وہ آدمی ہے جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے اور اس کے آنسو بہہ نکلیں۔ اللہ کی یاد میں اسے رونا آجائے۔ تنہائی میں رونا آجائے۔ لوگوں کے سامنے رونا آجائے وہ بھی اللہ کے لیے ہے لیکن ہوسکتا ہے کہ اس میں دکھلاوا بھی ہو، لیکن تنہائی میں جہاں کوئی دیکھنے والا نہ ہو، وہاں اللہ کے خوف سے رونا آجائے یہ اللہ کو محبوب ہے۔ حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے کہ شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے اور اللہ کے خوف سے اگر ایک آنسو کا قطرہ بہہ جائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مکھی کے پر کے برابر بھی ہو وہ مغفرت کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ جہنم کو کوئی پانی ٹھنڈا نہیں کرسکتا ہے لیکن عاشقین کے آنسو کے قطرے اور اللہ کے خوف سے رونے والوں کے آنسو کے قطرے جہنم کی آگ کو ٹھنڈا کردیں گے۔ تو اللہ کے خوف سے رونا اللہ ہم سب کو نصیب فرمائے، بہت بڑی دولت اور بہت بڑی نعمت ہے۔ علامہ اقبال نے کہا ہے ______:

کس کام کا ہے وہ گل جس گل میں بو نہ ہو
کس کام کا ہے وہ دل کہ جس میں تو نہ ہو

پھول ہے بڑا خوبصورت، گلاب ہے، چمیلی ہے؛ مگر خوشبو نہیں یا مصنوعی،

بناوٹی پھول بنادیا، بہت خوبصورت؛ لیکن خوشبو نہ ہوتو وہ پھول کس کام کا؟ اسی طرح دل میں دنیا ہے سب کچھ ہے، ماں باپ ہیں، اولاد ہے، دنیا کی چیزوں کی محبت ہے لیکن اس دل میں اللہ نہ ہو، اللہ کی محبت اور اس کا دھیان نہ ہوتو وہ دل کس کام کا۔ اور آگے بددعا دیتے ہیں______:

پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو گرا نہ ہو
صد چاک ہو وہ دل کہ جو درد آشنا نہ ہو

کہا: وہ آنکھیں پھوٹ جائیں، دنیا کا نقصان ہوگیا، کوئی غم ہوگیا اس پر تو آنسو آگئے، رونا آگیا لیکن اللہ کے خوف سے کبھی آنسو نہ آیا تو ایسی آنکھ تو بہتر ہے کہ پھوٹ جائے۔

تو وہ آدمی جو تنہائی کے اندر اللہ کے خوف سے رودے۔ یہ اللہ کے خوف سے رونا، حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اگر اللہ اس کے لیے جہنم کا فیصلہ کرے گا تو یہ آنکھ اللہ تعالیٰ سے شفاعت کرے گی کہ باری تعالیٰ! یہ تیرے ڈر سے رویا تھا، لہذا اس کو کیسے آپ جہنم میں بھیجتے ہیں؟ تو اللہ تعالی اس آنکھ کی وجہ سے اس شخص کے لئے بھی جنت کا فیصلہ فرمادیں گے۔ کریم کے کرم کا تقاضا ہے کہ جب آنکھ جہنم سے محفوظ ہوجائے تو آنکھ والے کو بھی جہنم سے محفوظ فرمادیوے۔

جلوت میں خندہ پیشانی سے رہو اور خلوت میں گریہ رہے......وحی الٰہی:

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک بڑے کام کی بات یاد آگئی، وہ عرض کردیتا ہوں، توجہ سے سماعت فرمائیں۔ حضرت عیسیٰؑ ہروقت مسکراتے رہتے تھے اور ان کے خالہ

زاد بھائی حضرت یحییٰؑ روتے رہتے تھے ہر وقت اللہ کا خوف طاری رہتا اور روتے رہتے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے منبہات میں یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالی نے دونوں کی طرف وحی بھیجی اور عجیب وحی بھیجی، حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور فرمایا: اے عیسیٰ! تم خلوت میں اس طرح رہو جیسے یحییٰ رہتے ہیں۔ جلوت میں اسی طرح لوگوں کے ساتھ ہنس مل کر خندہ پیشانی سے رہو اور یحییٰؑ کے پاس وحی بھیجی تم جلوت میں لوگوں کے ساتھ اس طرح رہو جیسے عیسیٰ رہتے ہیں۔

اللہ کے فضل سے آج ایک حدیث مکمل ہوگئی۔ سات حضرات کے نام یاد رہیں گے، اب ان کے علاوہ اور کون سعادت مند ہیں، ان شاء اللہ ان کو کل ذکر کریں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَيْکَ.

﴿ ۵ ﴾

قیامت کا منظراورعرش کا سایہ

(قسط چہارم)

جوشخص مجلس میں بیٹھے اور بات کرے تو علمی بات کرے، حکمت کی بات بیان کرے جس سے لوگوں کو فائدہ ہواور اگر خاموش رہے تو حلم یعنی دانشمندی کا ثبوت دے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔اس طریقہ پرعمل کرنے سے ہماری زبان کی حفاظت ہوسکتی ہے اور غیبت اور بے کار باتوں سے بھی حفاظت ہوسکتی ہے مگراس پرعمل بہت کم ہوتا ہے۔ ہماری مجلس اکثر بے کار باتوں سے بھری رہتی ہے۔غیبت بھی ہوجاتی ہے بلکہ کمال یہ ہوتا ہے کہ اکثرغیبتیں اچھائی سے شروع کرتے ہیں۔

۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط چہارم)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیۡعَنَا وَحَبِیۡبَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَھۡلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡراً کَثِیۡراً...... اَمَّا بَعۡدُ !

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۝ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝
یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اصۡبِرُوۡا وَصَابِرُوۡا وَرَابِطُوۡا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ.

(ال عمران:۲۰۰)

[اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لیے مستعد رہو، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پورے کامیاب ہو۔]

ستر نبیوں کے برابر عمل بھی کم محسوس ہوں گے:

بزرگانِ محترم! ہمارا بیان یہ چل رہا تھا، قیامت کے دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، ہر آدمی کو اپنی جان کی فکر ہوگی، بڑا عجیب منظر ہوگا۔ حضرت کعب بن احبارؒ نے

حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اے عمر! جتنی نیکی کر سکتے ہو، جتنے کارِ خیر کر سکتے ہو کرلو، قیامت کے دن ایک شخص کے پاس ستر نبیوں کے برابر بھی اعمال ہوں گے تب بھی اسے کم محسوس ہوں گے۔ اس وقت ایسی نفسی نفسی کے عالم میں کچھ لوگ اللہ کی رحمت کے سایہ کے اندر ہوں گے۔ سات قسم کے لوگوں کو میں نے بیان کیا تھا۔

۹،۸......نواں شخص:

آٹھواں اور نواں شخص وہ ہوگا:

رجل كان فی سرية مع قوم فلقوا العدو فانكشفوا فحمى آثارهم فی لفظ ادبارهم حتى نجوا و نجا او استشهد.

محمد بن سیرینؒ ابو ہریرہؓ سے روایت نقل کرتے ہیں، ایسا شخص جو جہاد میں ہے اور اس کے ماتحت لوگوں کو دشمن کا سامنا ہے اب یہ شخص اپنے مجاہدین ساتھیوں کی حفاظت کرتا ہے، خود آگے بڑھتا ہے کہ میرے ساتھی جو مجاہدین ہیں ان پر آنچ نہ آئے ان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اس لیے وہ آگے بڑھ کر اپنے ساتھیوں کی حفاظت کرتا ہے۔ دوسری روایت میں ہے کہ یہ شخص ایک کونے میں چلا جائے اور وہاں سے دشمن کا دفاع کر رہا ہے تا کہ میرے ساتھیوں کو زخم نہ آئے اور ان کو تکلیف نہ پہنچے اور وہ اس طرح مدافعت کرتا رہے، حفاظت کرتا رہے یہاں تک کہ دشمن بھاگ جائے اور وہ بچ گیا اور اس کے ساتھی بھی بچ گئے یا یہ اپنے ساتھیوں کی حفاظت کرتے کرتے خود شہید ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھی بچ جائیں تو یہ بہت بڑے دل گردے کی بات ہے۔ تو ایسا شخص بھی قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا۔ جس دن اللہ کی رحمت کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

اسلامی سرحد کی حفاظت کا ثواب:

بخاری شریف کی روایت ہے، حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلامی سرحد کی جو شخص حفاظت کرتا ہے - اوپر جو حدیث تھی اس میں یہ تذکرہ تھا کہ جو شخص مجاہدین کی حفاظت کرتا ہے اور اس حدیث میں یہ تذکرہ ہے کہ اسلامی ملک کے سرحد کی حفاظت کرتا ہے- تاکہ دشمن اسلامی سرحد میں داخل نہ ہو، صرف ایک دن ایک رات حفاظت کرے تو فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہ اس کے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ اور مسلم شریف کی ایک روایت ہے____:

رباط:

حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں- یہ ذہن میں رہے اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے کا نام ''رباط'' ہے، قرآن کریم میں ہے:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (اٰل عمران:۲۰۰)

[اے ایمان والو خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لیے مستعد رہو]

رباط کے معنی مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ اسلامی سرحد پر پہرہ دے، اسلامی سرحد کی حفاظت کرے۔

ایک دن رباط کا ثواب- حدیث میں بیان فرمایا- ایک مہینہ کے مسلسل روزے رکھنا اور ایک مہینہ مسلسل رات بھر قیام کرنا، یہ ایک دن اسلامی سرحد کی حفاظت کا ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور اگر اس حالت میں انتقال ہو گیا تو قیامت تک رباط کا ثواب جاری رہے گا اور شہداء میں اس کا شمار ہوگا۔ اللہ کی طرف سے رزق دیا جائیگا

اور شیطان سے محفوظ ہوگا اور قیامت کے روز اس حالت میں اٹھے گا کہ بالکل مطمئن ہوگا، اسے کوئی خوف نہ ہوگا۔

اور حضرت ابی بن کعبؓ فرماتے ہیں ایک دن کا رباط کا ثواب رمضان کے علاوہ دنوں میں اگر کرتا ہے تو ایک سال مسلسل روزے رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اگر رمضان المبارک میں اسلامی سرحد کی حفاظت کرتا ہے تو ایک دن کا ثواب ایک ہزار سال روزہ رکھنا اور ایک ہزار سال رات بھر عبادت کرنے کا ثواب ہے اور اگر وہ صحیح سالم لوٹ گیا تو ایک ہزار سال تک اس کے گناہ نہیں لکھے جائیں گے۔

(معارف القرآن)

رباط کے ثواب کی حکمت:

اس رباط کا اتنا بڑا ثواب کیوں ہے؟ اس لیے کہ اگر اسلامی سرحد کی حفاظت کی جائے گی تو جتنے مسلمان اس میں آباد ہیں وہ اطمینان کے ساتھ اسلامی احکام پر عمل کر سکیں گے، اللہ کی عبادت کریں گے اور اطمینان سے اللہ کے احکام پر عمل کرنا، عبادت کرنا بہت بڑی چیز ہے۔ تو اللہ پاک اس شخص کو جو اس اطمینان کا سبب بنتا ہے اس کو یہ ثواب عطا فرماتے ہیں۔

۱۰......دسواں شخص:

دسواں شخص جس کو اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا وہ شخص ہوگا

رجل تعلم القراٰن فی صغرہ فھو یتلو فی کبرہ

(بیہقی، فی شعب الایمان: ص ۴۸۷)

[جو بچپن میں قرآن کی تعلیم حاصل کرے اور بڑھاپے میں اس کی تلاوت کرے]

یہ قرآن کے ساتھ تعلق کی بات ہے کہ بچپن میں قرآن سیکھ کر قرآن چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس کو سینے سے لگائے رکھا اور ہمیشہ اس کی تلاوت کرتا رہا یہاں تک کہ بڑھاپا آ گیا اور بڑھاپے میں بھی قرآن کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے ہے، رات دن اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ تو اللہ پاک کو ایسا شخص بہت محبوب ہے اور اللہ تعالی اس کو اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ دے گا۔

تلاوت قرآن کی فضیلت:

حقیقت میں قرآن مجید اللہ تعالی کی بہت عظیم نعمت ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اللہ تعالی کو بہت محبوب ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

عن ابی ذر رضی اللہ عنه قال قال رسول اللہ ﷺ انکم لا ترجعون الی اللہ بشئی افضل مما خرج منه یعنی القراٰن .

(الترغیب والترھیب ۲/۳۵۴)

[حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تم لوگ اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور اس کے یہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے جو خود حق سبحانہ وتعالی سے نکلی ہے یعنی قرآن۔]

تو قرآن پاک کی تلاوت سے حق تعالی کا بے حد قرب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت ابوذرؓ کی ایک اور حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں:

قلت یا رسول اللہ اوصینی

[میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا مجھے وصیت فرمائیے]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”**علیک بتقوی اللہ فانه راس**

الامر کلہ“ فرمایا: [اللہ کا تقویٰ لازم کرو، تمام امور خیر کی یہ جڑ ہے۔] تقویٰ اور اللہ کا خوف ہوگا تو انسان ہر عمل خیر انجام دے گا اور ہر قسم کے گناہ سے بچے گا۔ ”قلت یارسول اللّٰہ زدنی“ [پھر میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کچھ اور اضافہ فرمائیں] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”علیک بتلاوۃ القرآن فانہ نور لک فی الارض وذخر لک فی السماء“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: [تم قرآن مجید کی تلاوت کو اپنے اوپر لازم کرو۔ اس کا خوب اہتمام کرو، قرآن مجید کی تلاوت تمہارے لیے دنیا میں نور ہے اور آخرت میں ذخیرہ ہے۔]

(الترغیب والترھیب: ۲/۳۴۹)

تلاوت سے دل کا زنگ دور ہوگا:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

قال رسول اللّٰہ ﷺ ان ھذہ القلوب تصدأ کما یصدأ الحدید اذا اصابھا الماء قیل یارسول اللّٰہ وما جلائھا قال کثرۃ ذکر الموت وتلاوۃ القرآن .

(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس طرح پانی پڑنے سے لوہا زنگ آلود ہو جاتا ہے اسی طرح دل بھی گناہوں کی وجہ سے زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ صحابہؓ میں سے کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس دل کی صفائی کیسے ہوگی؟ کس چیز سے یہ زنگ دور ہوسکتا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دو چیزوں سے یہ زنگ دور ہوگا۔ ایک چیز ہمیشہ موت کو یاد رکھنا اور اس کا تذکرہ کرتے رہنا۔ ظاہر ہے جو موت کو یاد

رکھے گا وہ دنیا میں اس طرح مشغول نہیں ہوگا کہ آخرت کی تیاری سے غافل ہوجائے اور جوموت کو یاد رکھے گا وہ دنیا سے محبت نہیں کرے گا۔ایک حدیث میں ہے جودن میں ۲۵ /مرتبہ یہ دعا پڑھا کرے:

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَفِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ

تو ان شاء اللہ اس کوشہادت کا مرتبہ حاصل ہوگا۔تو ایک چیز ارشادفرمائی کہ موت کو یاد رکھنا اس سے ان شاء اللہ دل کا زنگ دور ہوگا۔دوسری چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمائی قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔اس لیے قرآن پاک کی تلاوت بھی کرنا چاہئے۔ماشاء اللہ رمضان المبارک میں تو ہر شخص تلاوت کا خوب اہتمام کرتا ہے اور کرنا بھی چاہئے۔رمضان کو قرآن پاک سے خاص مناسبت ہے بلکہ رمضان کی برکت قرآن پاک کی وجہ ہی سے ہے۔

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ (البقرہ:۱۸۵)

اللہ پاک ہم سب کو رمضان المبارک میں خوب تلاوت کی توفیق عطا فرمائے۔ رمضان المبارک کے بعد بھی اس کا اہتمام کریں اور خوب ذوق وشوق سے تلاوت کریں۔

قرآن پڑھ کر بھلادینے کا گناہ:

اس کے برعکس جو شخص قرآن سیکھ کر قرآن پاک کو بھلادے تو اس پر بڑی سخت وعید ہے۔

وعن سعید بن عبادۃ رضؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من امرأ یقرأ القراٰن ثم ینسأہ الا لقی اللہ اجزم.

(رواہ ابوداؤد؛الترغیب والترھیب:۲/۳۵۹)

[حضرت سعید بن عبادہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے قرآن شریف پڑھا اور پھر اسے اپنی غفلت اور سستی کی وجہ سے بھلا دیا وہ اللہ پاک سے قیامت کے دن اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اجذم ہوگا یعنی کوڑھی ہوگا]

ایک واقعہ:

کوئی پریشان حال جب ادھر ادھر بھاگتا پھرتا ہو تو ہر ایک شخص جو بھی دیکھے گا یہ معلوم کرنے کی کوشش ضرور کرے گا کہ اس بے چارے کو کیا آفت پڑی ہے۔ ایک صحابی ادھر ادھر بھاگے جا رہے تھے دور سے دیکھنے والا سمجھ سکتا ہے کہ کسی چیز کو تلاش کر رہا ہے۔ اسی طرح وہ تلاش کرتے ہوئے اس طرف جا پہنچے جہاں سید الاولین والاخرین محبوب رب العلمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو جو پریشان حال بھاگے جا رہے تھے اپنے پاس بلا کر پوچھا کیا بات ہے؟ کیوں پریشان ہو؟ اس صحابیؓ نے کہا میرا اونٹ گم ہو گیا ہے، نہ جانے وہ کہاں غائب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری پریشانی دیکھ کر میں سمجھا کہ شاید تم اللہ کے کلام کی کوئی آیت بھول گئے ہو۔ نقصان کے موقع پر بڑے نقصان کا احساس زیادہ اچھا ہوتا ہے۔

سب سے بڑا گناہ:

و عن انسؓ قال رسول اللہ ﷺ عرضت علیّ امور امتی حتی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد و عرضت علیّ ذنوب امتی فلم

ار ذنبا اعظم من سورة او اٰية اوعيها ثم نسيها؛ رواه ابو داؤد
(الترغیب والترہیب: ۲/ ۲۵۹)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر میری امت کے نیک عمل پر اجر کیا ملتا ہے؟ پیش کیا گیا، یہاں تک کہ مسجد سے کوئی کچرا اٹھا کر پھینک دے وہ بھی پیش کیا گیا، اور مجھ پر میری امت کے گناہ پیش کئے گئے تو میں نے کوئی گناہ اس سے بڑھ کر نہیں دیکھا کہ کسی کو قرآن مجید کی کوئی سورت یا آیت حفظ ہو اور پھر وہ اسے بھول جائے۔

ایک اور حدیث میں سعید بن عبادہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قرآن شریف حفظ کیا پھر اسے غفلت کی وجہ سے بھلا دیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا ہاتھ یا کوئی عضو کٹا ہوا ہوگا۔
(ابوداؤد شریف)

سر کچلا جا رہا ہے:

بخاری شریف کی ایک طویل حدیث میں ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض گناہوں پر سزا دکھائی گئی۔ اس میں ایک شخص کا حال دکھلایا گیا جس کے سر پر ایک پتھر اس قدر زور سے مارا جاتا تھا کہ اس کا سر کچل جاتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: یہ سزا اسے کس وجہ سے ہو رہی ہے؟ تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اس شخص کو حق تعالیٰ نے اپنا کلام پاک سکھلایا تھا مگر اس نے رات کو اس کی تلاوت کی نہ دن میں اس پر عمل کیا، اس کے نتیجہ میں یہ سزا اس کو مل رہی ہے اور قیامت تک اس کے ساتھ یہی معاملہ ہوتا رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے لطف وکرم سے اپنے عذاب سے محفوظ رکھے کہ حقیقت میں قرآن مجید اتنی بڑی نعمت ہے کہ اس کے ساتھ بے توجہی پر جو بھی سزا دی

جاوے مناسب ہے۔

قرآن مجید کی قدر کریں:

تو ہمیں قرآن مجید کی بے حد قدر کرنا چاہئے۔ اپنے اندر بھی تلاوت کا ذوق پیدا کریں اور خوب شوق سے دل لگا کر شوق تلاوت کا اہتمام کریں۔ روزانہ اپنا معمول بنالیں اور پھر پابندی سے اس پر عمل کریں۔ اپنی اولاد کو بھی بچپن سے قرآن مجید کی تعلیم دلانے کا خوب اہتمام کریں اور اس کے بعد بھی نگرانی رکھیں تا کہ وہ تلاوت کی پابندی رکھیں۔ حق تعالیٰ ہمیں قرآن مجید کی قدر دانی کی توفیق عطا فرمائیں اور آج تک جو کوتاہیاں ہوئیں ان سے درگذر اور عفو و کرم کا معاملہ فرمائیں۔ آمین۔

قرآن کی وجہ سے جنت یا جہنم:

ایک حدیث میں ہے:

عن جابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: القراٰن شافع مشفع و ماحل مصدق من جعله امامه قاده الی الجنة و من جعله خلف ظهره ساقهٗ الی النار.

(الترغیب والترہیب: ۲/۳۴۹)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص قرآن مجید کو اپنے آگے رکھے یعنی اس کی تلاوت کرے، اس کی اتباع اور پیروی کرے اس کو جنت میں پہونچا دیتا ہے اور جو قرآن مجید کو پس پشت ڈال دے، نہ قرآن کی اتباع اور پیروی کرے نہ اس کے تلاوت کا اہتمام کرے تو اس کو جہنم میں گرا دیتا ہے۔

بچپن میں اپنے بچوں کو قرآن کی تعلیم دلوائیں:

تو جو شخص بچپن میں قرآن سیکھے اور پھر اس کو چھوڑ نہیں دیا، بڑے ہونے کے بعد

اس کی تلاوت کرتا رہا۔ الحمدللہ بہت سے حضرات ہیں جو اس کا اہتمام کرتے ہیں۔ اللہ پاک ہمارے ماں باپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے ہماری تعلیم کا اہتمام کیا۔ ہمیں بھی اپنے بچوں کو بچپن میں قرآن مجید سکھانا چاہیے۔ بچپن میں زبان بھی بڑی اچھی ہوتی ہے، جلدی الفاظ زبان پر چڑھ جاتے ہیں۔ اگر بچپن میں قرآن سیکھا اور بڑے ہوکر خود بھی تلاوت کا اہتمام کیا اور دوسروں کو بھی قرآن سکھایا تو کئی گنا اجر بڑھ چڑھ جائے گا۔ تو ہمیں چاہیے کہ اولاد کو قرآن مجید کی تعلیم دلائیں اور یہ جب سیکھیں گے تو بڑے ہوکر تلاوت کریں گے، ان شاءاللہ آپ کو بھی اس کا ثواب ملے گا۔ ہمارے ایک دوست یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، انہوں نے بچپن میں قرآن نہیں سیکھا جس کا ان کو بے حد قلق ہے، اب زبان بھی موٹی ہوگئی، دماغ بھی اچھی طرح کام نہیں کرتا لیکن ان کی یہ کوشش تھی کہ میرا ایک ایک بچہ قرآن پاک سیکھ لے چاہے اندر دیکھ کر ہی ہو، ان کی کوشش رہی محنت رہی، بچوں کو یہ لے کر بیٹھتے کہ یہ پڑھو، یہ پڑھو۔ الحمدللہ سب بچوں نے قرآن پاک ختم کرلیا۔ تو خلاصہ یہ ہے کہ جس نے بچپن میں قرآن سیکھا اور بڑے ہوکر بھی تلاوت کرتا رہا تو وہ قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا۔

بزرگانِ محترم! بچپن میں قرآن کریم سیکھا نہیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں، بچپن میں نہیں سیکھا تو پچپن سال کی عمر میں قرآن سیکھ لو، ہماری مسجد کے بہت سے بھائیوں نے بڑی عمر میں قرآن کریم سیکھا ہے۔ اکثر صحابہ کرامؓ بڑی عمر میں ایمان لائے اور انہوں نے بڑی عمر میں ایمان سیکھا اور قرآن بھی سیکھا تو بس آج ہمت کی ضرورت ہے۔

مرد باید کہ ہراساں نہ شود
مشکلے نیست کہ آساں نہ شود

۱۱......گیارہواں شخص:

نمبر گیارہ، جس کو اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا وہ شخص ہے:

رجل يراعى الشمس لمواقيت الصلوة

عبدالرب بن احمد نے اپنے والد کی کتاب ''الزہد'' سے ذکر کیا، وہ آدمی جو نماز کے اوقات کو سورج سے معلوم کرتا رہتا ہے کیونکہ ہماری پانچوں نمازوں کا تعلق سورج سے ہے۔ فجر کی نماز سورج طلوع ہونے سے پہلے پڑھی جاتی ہے۔ اب وہ شخص معلوم کرتا ہے کہ سورج کتنے بجے طلوع ہوتا ہے مثلاً سات بجے ہوتا ہے تو وہ فکر کرے کہ سات بجے سے پہلے نماز پڑھنا ہے۔ ظہر کا وقت زوال کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور ظہر کا وقت سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جائے اس وقت تک رہتا ہے اور دو مثل سایہ ہو جانے کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور عصر کا وقت آفتاب غروب ہونے تک رہتا ہے اور جب آفتاب غروب ہو گیا تو عصر کا وقت ختم ہو گیا اور مغرب کا وقت شروع ہو گیا اور اس کے بعد جب آسمان پر سرخی ختم ہو جائے تو مغرب کا وقت ختم ہو کر عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور عشاء کا وقت صبح صادق تک رہتا ہے۔ تو ہماری نمازوں کا تعلق آفتاب کے ساتھ ہے۔ اب تو اللہ تعالی نے ہمارے لیے بہت آسانی کر دی ہے۔ علماء نے اور دیندار محقق لوگوں نے تحقیق کر کے، چھان بین کر کے کیلنڈر تیار کر دیے۔ یہاں تو بعض اوقات سورج نظر نہیں آتا تو اب یہ ثواب کس طرح حاصل کریں تو اب کم از کم وہ کیلنڈر ہی

دیکھنے کا اہتمام کرے کہ عصر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ مغرب کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ عشاء کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ تو جو نماز کے اوقات کو معلوم کرنے کی فکر رکھتا ہے، کل قیامت کے دن اس کو ان شاء اللہ رحمت کا سایہ حاصل ہوگا۔

نماز کے اوقات کی نگرانی پر برکتیں اور رحمتیں:

اور ایک روایت میں حضرت مجاہدؒ جو بہت بڑے مفسر ہیں وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص نماز کے اوقات کے معلوم کرنے کی فکر رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گھر میں برکت عطا فرماتے ہیں جیسے حضرت ابراہیمؑ کے گھر میں برکت تھی۔

(تفسیر درمنثور بحوالہ فضائل نماز)

حضرت ابراہیمؑ کے گھر کی خیر و برکت اتنی مشہور ہے کہ ہم جو درود پاک پڑھتے ہیں اس میں بھی ہم اس برکت کا حوالہ دیتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

[اے اللہ رحمت اور برکت نازل فرما محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جیسی تو نے حضرت ابراہیمؑ اور ان کی آل پر رحمت اور برکت نازل فرمائی]

رحمت اور برکت حضرت ابراہیمؑ کے گھرانہ کی بہت مشہور چیز ہے۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اس کو بیان فرمایا ہے

قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّھٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ

عَجِیبٌ. قَالُوْا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَکٰتُهُ عَلَیْکُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ اِنَّهُ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ.

(الھود:۷۲،۷۳)

ان آیتوں کی مختصر تفسیر یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی ایک بیوی ہاجرہؓ تھیں ان سے اسماعیل پیدا ہوئے۔ آپ کی پہلی بیوی جو سارہؓ تھیں ان سے اس وقت تک اولاد نہیں تھی۔ جب کافی بڑی عمر ہوگئی سو سال کے قریب، تو حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتے آئے، آپ کے قریب ''صدوم'' ایک بستی تھی جہاں آپ کے بھتیجے حضرت لوطؑ نبی بنا کر بھیجے گئے تھے۔ یہ فرشتے حضرت لوطؑ کی بستی والوں پر عذاب لے کر آئے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے پاس ایک بشارت دینے کے لیے آئے لیکن یہ فرشتے انسانی شکل وصورت میں آئے تھے اور حضرت ابراہیمؑ بڑے مہمان نواز تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت میں مہمان نوازی کرنا فرض تھا۔ جب آپ نے دیکھا کہ مہمان آئے ہیں تو ایک بچھڑا ذبح کر کے بھون کر لے آئے لیکن فرشتوں کو تو نہ کھانے کی ضرورت نے پینے کی ضرورت۔ جب آپ نے دیکھا کہ یہ تو کھاتے نہیں:

وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً (الھود:۷۰)

[تو ابراہیمؑ ڈرنے لگے]

کیونکہ اس زمانہ میں لوگوں میں یہ مروت تھی کہ جس کا نمک کھالیا تو اس کے گھر چوری نہیں کرتے تھے لیکن آج کے زمانہ میں یہ بات نہیں، آج کا چور تو پہلے کھانا کھائے گا تا کہ چوری کا سامان برابر اٹھا سکے۔ آپ نے جب فرشتوں کو دیکھا کہ وہ کھانا نہیں کھا رہے ہیں تو وہ بشری اعتبار سے ذرا گھبرائے کہ کیا بات ہے، میرے دشمن تو نہیں ہیں میرا

نمک نہیں کھا رہے ہیں یہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا:

قَالُوْا لَا تَخَفْ (الھود:۷۰)

[آپ گھبرائیے نہیں]

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَاءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ (الھود:۷۰)

ہم تو آپ کو ایک بردبار بیٹے کی بشارت دینے آئے ہیں، اور اس بیٹے کا اور ایک بیٹا ہوگا جس کا نام یعقوب ہوگا۔ جب فرشتوں نے یہ کہا وہاں حضرت ابراہیمؑ کی بیوی بھی کھڑی تھی یہ سن کر ان کی بیوی نے کہا:

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِيْبٌ.

میں تو بڑھیا ہو چکی ہوں اور ابراہیم جو میرے شوہر ہیں ان کو دیکھو یہ بھی بالکل بوڑھے ہو چکے ہیں یہ تو بڑی عجیب بات ہے کہ اتنی عمر میں اولاد ہو۔ فرشتوں نے کہا:

قَالُوْا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ

[تم اللہ کے کاموں میں تعجب کرتی ہو]

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ (الھود:۷۲،۷۳)

[خصوصاً خاندان ابراہیم کے لوگو! تم پر اللہ کی خاص رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔]

تو جو نماز کے اوقات کے معلوم کرنے کی فکر رکھتا ہے اس پر ایک اجر تو یہ ملے گا کہ قیامت کے دن اللہ پاک کے عرش کا سایہ نصیب ہوگا اور نمبر دو دنیا کا فائدہ یہ ہے کہ اس کے گھر میں خیر و برکت ہوگی۔ یہ کام مشکل ہے یا آسان ہے؟ ظاہر ہے کہ آسان ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

۱۲......بارہواں شخص:

بارہواں شخص، جس کو قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب ہوگا وہ شخص ہے:

رجل ان تکلم تکلم یعلم و ان سکت سکت عن حلم

[اگر وہ شخص مجلس میں بیٹھے اور بات کرے تو علمی بات کرے، حکمت کی بات بیان کرے جس سے لوگوں کو فائدہ ہو۔ اور اگر خاموش رہے تو حلم یعنی دانشمندی کا ثبوت دے۔]

یہ بہت بڑی بات ہے۔ اس طریقہ پر عمل کرنے سے ہماری زبان کی بھی حفاظت ہوسکتی ہے اور غیبت اور بیکار باتوں سے بھی حفاظت ہوسکتی ہے مگر اس پر عمل بہت کم ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عن ابی ھریرۃ رض ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: من کان یؤمن باللّٰہ و الیوم الاٰخر فلیقل خیرا او لیصمت.

(بخاری)

[حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیئے کہ جب بولے اچھی بات، نیک بات کہے، ورنہ خاموش رہے۔]

کلام اور خاموشی کے بارے میں حکمت بھری باتیں:

زبان کو بے معنی باتوں سے محفوظ رکھو کہ انسان کی خطاؤں کا زیادہ حصہ زبان سے متعلق ہے اور زبان سے زیادہ کسی عضو کے گناہ نہیں ہے۔ آیئے کلام اور خاموشی کے متعلق اپنے دوستوں کو کچھ عجیب حکمت بھری باتیں سناتا ہوں۔

۱......خاموشی حکمت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔

۲......اپنی زبان کو ہمیشہ محفوظ رکھواور صرف وہ بات کرو جو جنت تک پہنچانے والی ہو۔

۳......مؤمن بندہ جب تک خاموش رہتا ہے اس کا شمار نیک کرداروں میں ہوتا ہے۔

۴......جو شخص دنیاوآخرت کی سلامتی چاہتا ہے اسے چاہئے کہ خاموش رہے۔

۵......انسان منہ کے بل جہنم میں صرف اپنی زبان کی وجہ سے پھینکا جاتا ہے۔

۶......رب العالمین جب کسی بندہ کو نیکی دینا چاہتا ہے تو اس کی زبان کو محفوظ بنانے میں اس کی مدد کرتا ہے، اوراسے دوسروں کے عیوب کے بجائے اپنے جائزہ میں مصروف کر دیتا ہے۔

۷......جس کا کلام کم ہوتا ہے اس کی عقل کامل اور قلب صاف ہوتا ہے جس کا کلام زیادہ ہوتا ہے اس کی عقل کم اور دل سخت ہوتا ہے۔

۸......انسان کا ایمان اس وقت درست ہوتا ہے جب دل درست ہوتا ہے اور دل اسی وقت درست ہوتا ہے جب زبان درست ہوتی ہے۔

۹......مؤمن کی زبان دل کے پیچھے ہونی چاہئے۔کہ پہلے فکر کرے،سوچ پھر مناسب ہو تو کلام کرے ورنہ خاموش رہے۔منافق کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے وہ صرف بکتا رہتا ہے اس کی پرواہ نہیں کرتا ہے کہ کیا کہہ رہا ہے۔

۱۰......خاموشی سے شرمندگی نہیں ہوتی ،لیکن کلام بعض اوقات دنیا وآخرت دونوں میں شرمندہ بنادیتا ہے۔

۱۱......انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا رہتا ہے۔

۱۲...... پہلے تو لو، مولو، پھر بولو۔ مطلب بات کو عقل ومعرفت کے پیمانہ پر پرکھو، اگر اس میں دنیا وآخرت کی بھلائی کی بات ہو تو کلام کرو ورنہ خاموش رہو۔

۱۳...... انسان کے جسم کا ہر عضو زبان سے فریاد کرتا رہتا ہے کہ خدا کے لیے ہمیں جہنم میں نہ ڈلوانا۔

۱۴...... ہاں البتہ یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی کلام سونا بن جاتا ہے اور خاموشی مٹی بن جاتی ہے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کلام فقہ، علم دین، موعظت ونصیحت، آداب، شریعت اور اخلاقیات سے متعلق ہو۔ بلکہ کبھی سکوت سمِّ قاتل بن جاتا ہے جب امر بالمعروف نہی عن المنکر چھوڑ کر سکوت اختیار کیا جائے۔

۱۵...... کلام اور خاموشی کا موازنہ کیا جائے تو کلام چاندی ہے اور خاموشی سونا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہماری مجلس اکثر بیکار باتوں سے بھری رہتی ہے، غیبت بھی ہوجاتی ہے بلکہ کمال یہ ہوتا ہے کہ اکثر جو غیبتیں جو شروع ہوتی ہیں تو اچھائی سے شروع ہوتی ہے یہ بھی ایک عجیب انداز ہے، ایک شخص کو میں نے افطاری کے وقت دیکھا کہ غیبت میں مبتلا ہے، میں نے اس سے کہا کہ چھوڑو اس کی بات، افطاری کا وقت ہے دعا کی قبولیت کا وقت ہے، اللہ کے ذکر اور دعا میں مشغول رہو۔ روزہ کی حالت میں غیبت کرنے سے روزہ کا نور، روزہ کا ثواب کم ہوجاتا ہے۔

فضائل اعمال کی تعلیم میں آپ نے یہ قصہ سنا ہے، دو عورتوں نے روزہ رکھا تھا پھر ان کو روزہ بہت لگا، روزہ میں تکلیف ہوئی، بہت سخت بھوک لگی، مرنے کے قریب ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دو عورتوں کے متعلق پوچھا گیا، حضور صلی اللہ علیہ و

سلم نے ان کے پاس پیالہ بھیجا کہ اس میں قئے کرو تو اس قئے میں گوشت کے ٹکڑے نکلے، تازہ کھایا ہوا خون نکلا۔ لوگوں کو یہ منظر دیکھ کر بہت حیرت ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا ’انہوں نے اللہ تعالی کی حلال روزی سے روزہ رکھا اور حرام چیزوں کو کھایا کہ دونوں عورتیں لوگوں کی غیبت کرتی رہیں، گویا غیبت کرنا اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ہے، وہ ان کی قئے سے ظاہر ہوا۔ اگر چہ غیبت کے نتیجہ میں اس طرح گوشت، خون کا ظاہر ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

غیبت کا دروازہ:

ہماری مجلس میں کسی کا تذکرہ تعریف سے شروع ہوتا ہے کہ وہ بڑے اچھے آدمی ہیں، بڑا نماز کا پابند ہے، داڑھی بھی رکھ لی ہے، حج بھی کرلیا ہے۔ لیکن ایک عادت ان کی ایسی ہے۔ بس جہاں ’’لیکن‘‘ آیا ’’مگر‘‘ آیا، اس کے بعد سے غیبت شروع ہوجاتی ہے۔ ایک عادت بیان ہوئی اس کے بعد دوسری عادت۔ اس دوران آپ خاموش ہوگئے تو دوسرے نے کچھ اور غیبت شروع کردی۔ اس طرح نتیجہ غیبت پر پہنچ جاتا ہے۔

غیبت سے حفاظت کی بہترین تدبیر:

اسی وجہ سے حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اپنی مجلس میں بلا ضرورت شرعی کسی کا تذکرہ ہی مت کرو۔ وہ مؤمن جس کو وقت کی اور آخرت کی اور اپنی زندگی کا حساب دینے کی فکر ہے اس کو ایسی بیکار باتوں کی فرصت ہی کہاں؟ حکیم الامت حضرت تھانویؒ کا ملفوظ بڑے کام کا ہے، اس پر عمل کرنے سے ان شاء اللہ غیبت سے حفاظت رہے گی۔ تو فرمایا یا تو آدمی خاموش رہے اور اگر کچھ کہنا ہے تو علم و حکمت کی بات

کہے۔ غور کیجئے ہماری شریعت کس قدر اچھی ہے اور کتنی آسان ہے۔ میں نے آپ کو بہت پہلے ایک حدیث سنائی تھی۔

جنت میں جانے کا آسان نسخہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دیہاتی آیا، بدو قسم کا آدمی جو پڑھا لکھا نہیں تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے ایسی کوئی آسان بات بتائیے کہ جس پر عمل کرنے سے جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غلام کی گردن کو آزاد کر، پیسے خرچ کر کے کسی غلام کو خرید کر آزاد کر دو تاکہ وہ آزادی کی سانس لے اور اطمینان سے اپنے اللہ کی عبادت کرے اور اپنی زندگی بسر کرے۔ اگر یہ نہیں کر سکتا تو کسی قرضدار کے قرض کو ادا کر دے اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتا تو ظالم رشتہ دار کو ظلم سے روک اور اگر تیرے اندر اس کی طاقت نہیں کہ بھوکوں کو کھانا کھلا سکے، پیاسوں کو پانی پلا سکے اور لوگوں کو نیکی کا راستہ بتلا سکے تو پھر اپنی زبان کو قابو میں رکھ، اپنی زبان سے کسی مسلمان کو تکلیف مت پہنچا، جنت میں چلا جائے گا۔ کتنا آسان نسخہ ہے۔

(معارف القرآن)

تو ایسا آدمی جو بات کرے تو علم کی بات کرے کام کی بات کرے دین کے فائدہ کی بات ہو یا پھر کم از کم دنیا کے فائدہ کی بات ہو۔ ہماری مجلس میں ایران توران کی بیکار باتیں ہوتی ہیں، وقت ضائع کر دیتے ہیں۔ تو بات کرے تو علم کی بات کرے، خاموش رہے تو اس میں حلم ٹپک رہا ہو، عقلمندی کا ثبوت دے۔ تو ایسا شخص قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا۔

بزرگانِ محترم! جب زبان چلتی ہے تو پتہ نہیں کیا کیا گناہ کروادیتی ہے، اس لیے خاموش رہنے کو حدیث شریف میں اچھی خصلت بتایا گیا ہے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

عن انسؓ ان رسول اللہ ﷺ قال یا اباذر الا ادلک علی خصلتین هما اخف الظهر و اثقل فی المیزان قال قلت بلیٰ قال طول الصمت و حسن الخلق و الذی نفسی بیده ما عمل الخلائق بمثلها.

(مشکوۃ:۲/۴۱۰)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذرؓ سے فرمایا اے ابوذر! میں تم کو دو ایسی باتیں نہ بتلاؤں جو نہایت سبک و ہلکی ہیں (**اخف الظهر** عربی محاورہ میں اس وقت بولا جاتا ہے جس پر عمل کرنا بہت آسان ہوتا ہے) لیکن اعمال کے ترازو میں بہت بھاری ہیں۔ ابوذرؓ نے عرض کیا: ضرور بتائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، طویل خاموشی اور اچھے اخلاق۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ان دو خصلتوں سے بہتر مخلوق کے لیے کوئی کام نہیں ہے۔

اس لیے بے کار باتوں سے خاموش رہنا اچھا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ شرم و حیا اور بری باتوں سے خاموش رہنا ایمان کی شاخیں ہیں اور بیہودہ اور فضول کی باتیں کرنا نفاق کی علامت ہے۔

پچھلی امت میں خاموشی کا روزہ تھا:

پچھلی امت میں خاموشی کا روزہ ہوتا تھا، کہ صبح سے شام تک چپ چاپ رہنے

کی منت مان لو کہ آج پورا دن کسی سے کلام نہیں کروں گا، تو صبح سے شام تک کسی سے کلام نہیں کیا تو وہ اس دن کا روزہ سمجھا جاتا تھا۔

اللہ تعالیٰ حضرت مریمؑ کے واقعہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

فَاِمَّا تَرَیِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِیْ اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا.

(المریم:۲٦)

[اور لوگوں میں سے کسی کو آتا دیکھو تو (اشارہ سے) کہہ دینا کہ آج میں نے خدائے رحمٰن کے لیے ایک روزے کی منت مانی ہے، اس لیے میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔]

واقعہ دراصل یہ ہے کہ حضرت مریمؑ کو خدا کی قدرت سے حمل ٹھہر گیا، اور ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت مریمؑ کو جہاں زچگی کا درد تھا وہیں یہ ڈر بھی تھا کہ لوگ بدنام کریں گے، لوگ پوچھیں گے کہ مریم یہ بچہ کہاں سے آیا تو میں کیا جواب دوں گی؟

تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مریمؑ کو تسلی دی گئی اور ہدایت دی گئی کہ مریم! یہاں جنگل میں کوئی آدمی آجائے، اتفاقاً کوئی جنگل میں گھومتا پھرتا آدمی آجائے اور وہ تم کو پہچاننے والا ہو، وہ تم کو دیکھ لے یا تم شہر میں جاؤ اور وہاں کوئی تم سے سوال کرے کہ مریم! یہ بچہ کہاں سے آیا؟ تو لوگوں کو یوں کہنا ''آج میں نے روزہ کی منت مانی ہے۔'' پہلے روزہ کی منت مان لینا اور اس کے بعد صحیح صحیح بتلا دینا کہ آج میرا روزہ ہے، اس لیے میں کسی سے بات نہیں کروں گی، یہ جواب دے دینا اور خاموش رہنا، تمہاری خاموشی ان لوگوں کے فتنہ کو دبانے کے لیے بہترین علاج ہوگا۔ اور اس بچہ کی طرف اشارہ

کر دینا۔

حضرت مریمؑ بچہ لے کر اپنی بستی میں آئیں تو قوم والوں نے حضرت مریمؑ سے پوچھا یہ بچہ کہاں سے آیا؟ تو حضرت مریمؑ نے اللہ کی تعلیمات کے مطابق وہی کہا، آج میرا روزہ ہے اس لیے میں آج کسی سے بات نہیں کروں گی۔ اور بچہ کی طرف اشارہ کر دیا، قوم والوں نے کہا ہم اس بچہ سے کیسے بات کریں جو ابھی گھوارہ میں ہے، وہیں وہ چھوٹا نومولود بچہ جو گھوارہ میں تھا بولا، میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب دینے کا فیصلہ کیا ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

تو بتانا یہ ہے کہ پچھلی امت میں خاموشی کا روزہ ہوتا تھا، صرف کسی سے کلام نہ کرنے کا روزہ ہوتا تھا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں خاموشی کا اگرچہ روزہ نہیں بلکہ بولنے کی اجازت ہے مگر ہم بولتے ہیں اور بہت بولتے ہیں یہ مندوب نہیں۔ اس امت میں مخصوص وقت کے لیے کھانے پینے اور جماع سے رکنے کا نام روزہ ہے، تو حاصل یہ ہے کہ خاموش رہنا بہت سے فتنوں کا علاج ہے، اگر آپ نے اپنی زندگی میں یہ صفت اپنائی تو ان شاء اللہ بڑے بڑے فتنوں، جھگڑوں سے اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائیں گے، یہ خاموشی بہت قیمتی دولت ہے، ہاں! ضرورت کے موقع پر ضروری بات کرنی چاہیے، ضروری وضاحت کر دینی چاہیے۔ فقیہ الہند حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ فرمایا کرتے تھے ”فتنہ کے زمانے میں جب لڑائی، جھگڑے کا ماحول ہو، ایسے زمانہ میں اگر اپنے آپ کو فتنہ سے بچانا ہے، جھگڑوں سے بچانا ہے تو کان کھلے رکھو، آنکھ کھلی رکھو، زبان بند رکھو“ یعنی کان کو کھلا رکھنا ہے ان کو تو بند کرنے کا کوئی ذریعہ بھی نہیں

ہے، مطلب یہ ہے کہ بات سنتے رہو، کوئی بولے سنتے رہو، آنکھ کھلی ہے دیکھتے رہو، لیکن زبان بند رکھو۔ فرمایا: جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ فتنوں سے اس کی حفاظت فرمائیں گے، جھگڑوں سے اس کی حفاظت فرمائیں گے، یہ اللہ والوں کا بتایا ہوا عجیب علاج ہے۔

۱۳...... تیرہواں شخص:

نمبر تیرہ:

رجل تاجر اشتری و باع فلم یقل الا حقا

امام بغویؒ نے شرح السنہ سے نقل کیا ہے کہ ''ایسا تاجر جو خریدنے اور بیچنے میں حق بولے'' دیکھئے تجارت دنیا کا کام ہے لیکن شریعت کے اصول پر چلتا ہے تو ایسے تاجر کا درجہ بھی اللہ پاک کے یہاں کتنا اونچا ہے۔ تو فرمایا وہ آدمی جو خرید و فروخت کرتا ہے تجارت کرتا ہے، اپنی تجارت اور خرید و فروخت دونوں کے اندر وہ حق کے سوا کچھ نہیں کہتا، جو سچ ہے وہی بیان کرتا ہے تو ایسا تاجر قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔

سچے اور امانت دار تاجر کے فضائل:

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

التاجر الصدوق الامین مع النبین و الصدیقین. (ترمذی:۱/۱۴۵)

[سچا امانتدار تاجر قیامت کے دن انبیاء اور صدیقین کے ساتھ ہوگا]

اور ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی ایسے شخص پر رحم کرے جو خرید و فروخت کرے تو مطالبہ میں نرمی کرے۔ یہ بخاری شریف

کی روایت ہے اور ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، خرید وفروخت کرنے میں قسمیں کھانے سے بچو۔ اللہ کا شکر ہے یہاں لندن کی دکانوں میں ہر چیز کی قیمت لگا دی جاتی ہے تو بہت آسان ہے، ہندوستان میں بھاؤ تاؤ کرتے ہیں تو قسمیں کھاتے ہیں، آپ کے لیے قسم خدا کی اتنے کم کر دیئے۔ قسم خدا کی یہ چیز مجھے اتنے میں پڑی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسمیں کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن اس میں سے خیر و برکت اٹھ جاتی ہے۔ یہ بھی بخاری شریف کی روایت ہے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں پر نظر رحمت نہ فرمائے گا:

ایک اور حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تین آدمیوں پر نظر رحمت نہیں کرے گا اور نہ ان سے اللہ تعالیٰ نرمی سے کلام کرے گا، نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا۔

احسان جتلانے والا:

۱......نمبر ایک ''المنان'' احسان جتلانے والا۔ آپ نے کسی پر احسان کیا اب اس پر احسان جتلا رہے ہو ارے یہ تو میری روٹیوں پر پلا ہوا ہے۔ نیکی کی تو اسے بھول جانا چاہئے۔ احسان جتانے سے کیا فائدہ، اس کا دل ٹوٹے گا، اسے شرمندگی ہوگی۔ اللہ پاک اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرہ:۲۶۴)

[اے ایمان والو! اپنے صدقات اور خیرات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر برباد نہ کرو]

ٹخنے سے نیچے ازار لٹکانے والا:

۲......نمبر دو۔ جو اپنی شلوار ازار کو ٹخنے سے نیچے پہننے والا ہو۔ اس پر بھی اللہ نظر رحمت نہیں کرے گا۔ آج ہم لوگ اس گناہ میں کثرت سے مبتلا ہیں اور یہ گناہ بے لذت ہے اس میں کوئی لذت بھی نہیں ہے۔ بعض گناہ میں لذت ہوتی ہے۔ بخاری شریف کی روایت میں ہے جس کی ازار تہہ بند، لنگی ٹخنے کے نیچے ہے وہ جہنم میں داخل ہوگا اور اس حالت میں نماز بھی مکروہ ہوتی ہے۔ مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ حدیث میں اس پر سخت ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

جو ٹخنے سے نیچے ازار لٹکائے اس کی نماز قبول نہیں:

ان اللّٰہ جل ذکرہ لا یقبل صلوۃ رجل مسبل ازارۃ (ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ جل جلالہ اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتے جو اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکائے ہوئے ہو۔ ایک اور حدیث میں ہے:

من اسبل ازارۃ فی صلوۃ خیلاء فلیس من اللّٰہ جل ذکرہ فی حل و لا حرام.

(ابوداؤد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص از راہ تکبر نماز میں اپنی ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے تو اللہ کی طرف سے نہ اس کے لیے جنت حلال ہوگی اور نہ جہنم حرام ہوگی یعنی نہ وہ جنت کا مستحق بنے گا اور نہ جہنم سے بچے گا۔

قسم کھا کر سامان بیچنے والا:

۳......نمبر تین۔ اپنے کاروبار کو قسمیں کھا کر فروغ دینے والا۔ قسمیں کھا کھا کر

اپنا سامان بیچنا یہ پسندیدہ بات نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا، اے تاجروں کی جماعت! بیع میں لغو اور بری باتیں آجاتی ہیں لہذا صدقات اور خیرات کر کے اس کو ختم کردو تا کہ اس کا وبال تم پر نہ آئے (مشکوۃ) اور ایک حدیث میں -جو ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی ہے-فرمایا، قیامت کے دن تاجر فاجر بنا کر اٹھایا جائے گا مگر وہ تاجر جو اللہ سے ڈرے اور اچھا سلوک کرے۔ تو ایسا تاجر جو خرید وفروخت کے وقت حق کے سوا کچھ نہ بولے ایسا سچا تاجر قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا۔ ہمارے انگلینڈ میں حلال ذبیحہ و حلال گوشت بہت بڑا مسئلہ ہے۔ گوشت بیچنے والے حلال گوشت کا بورڈ لگا کر حرام بیچتے ہیں اور لوگوں کو حرام کھلاتے ہیں اس سے بھی بہت بچنے کی ضرورت ہے۔

۱۴......چودہواں شخص:

نمبر چودہ۔ جو قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا۔ ایک حدیث جس میں ایک ساتھ چند شخصوں کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نمبر ایک:

من انظر معسراً

[جو شخص مقروض کو قرض ادا کرنے کے لیے مہلت دے۔]

۱۵......پندرہواں شخص:

او وضع له

[یا وہ شخص جو مقروض کے قرض کی رقم میں کمی کردے۔]

اس کا کچھ قرض معاف کردے۔ آپ کے پاس سے کسی نے ہزار پاؤنڈ قرض

لیے تھے اس کے پاس ادا کرنے کے لیے پوری رقم نہیں ہے، آپ نے کہا چلو بھائی ہزار کے بجائے نوسو پاؤنڈ دیدینا، آٹھ سو پاؤنڈ دیدینا۔ اس طرح آپ نے اس کے قرض میں کمی کردی۔

۱۶......سولہواں شخص:

او ترک لغارم (صحیح مسلم:۲/۴۱۶)

[یا اس کا قرضہ معاف کردے]

ایک آدمی نے آپ سے قرض لیا، پھر وہ دے نہ سکا تو آپ نے اس کا قرضہ معاف کردیا۔

۱۷......سترہواں شخص:

او تصدق علیه

[یا مقروض پر صدقہ کردے]

۱۸......اٹھارہواں شخص:

او غارما عسرته

[وہ شخص جو مقروض کی مشکل وقت میں مدد کرے]

اس کو حاکم نے سہیل بن حنیف سے روایت کیا۔ کوئی آدمی قرضدار ہو گیا ہے، بڑی تکلیف میں ہے، آمدنی کم ہے، قرض پر قرض چڑھا ہوا ہے، آپ نے مشکل میں اس کی مدد کردی، کچھ رقم ہدیہ کے طور پر اس کو دے دی کہ اس سے تم اپنا قرض ادا کردو۔ ان چاروں صورتوں کا خلاصہ یہی ہے کہ قرضدار کی مدد کرنا چاہے آپ پورا قرض معاف

کر دیں یا کچھ کمی کر دیں یا قرض ادا کرنے کے لیے اس کو مہلت دیدیں یا کسی اور کا قرضدار ہے تو آپ اس کی مدد کریں، یہ سب صورتیں اللہ کی رحمت کا سایہ کا حقدار بناتی ہیں۔ان شاء اللہ قرض کے عنوان پر ایک رات مستقل بیان کروں گا۔اس میں تفصیل سے بیان کروں گا۔ابھی مختصراً ایک دو باتیں سن لیں۔

قرض دینے کا ثواب:

آپ نے مثلاً ایک پاؤنڈ صدقہ کیا تو ایک کا ثواب ان شاء اللہ دس ہے۔صدقہ کر دیا ختم ہو گیا مگر قرض دینے میں کچھ اور فضیلت ہے اور احادیث میں قرض دینے کی بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔مگر ہمارے معاملات اس قدر خراب ہیں کہ لوگ قرض دینے سے ڈرتے ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہے لیکن اگر قرض دیا تو اس کا ثواب اٹھارہ گنا ہے، اور پیسہ آپ کا باقی ہے۔پیسہ آپ کو لینا ہے۔تو آپ نے قرض دیا اٹھارہ گنا ثواب بھی ملا اور پیسے بھی واپس آ گئے لیکن اچھے اچھے لوگ بلکہ دیندار لوگ قرض لے کر کھا جاتے ہیں۔اولاً تو ہر آدمی اللہ تعالی سے یہ دعا کرے کہ اللہ تعالی ہمیں کسی کا قرضدار نہ بنائے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرض سے پناہ مانگتے تھے، اور پناہ بھی کیسی مانگی ہے **الامان و الحفیظ**. حضور ﷺ اپنی دعاؤں میں اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.

اے اللہ! میں تجھ سے پناہ چاہتا ہوں عذاب جہنم سے اور عذاب قبر سے اور دجال کے فتنہ سے اور گناہ سے پناہ چاہتا ہوں اور قرض سے بھی پناہ چاہتا ہوں۔

لہذا اولاً تو جب تک ہو سکے کسی سے قرض نہ لے۔اور یہ دعا ہمیں بھی مانگتے رہنا چاہئے۔

قرض ادانہ کرنے پر وعید:

شہید کا کتنا بڑا درجہ ہے۔شہید کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے یہاں مقبول ہوجاتا ہے۔ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک شخص جہاد میں گیا اور اس نے اپنی گردن کٹادی،شہید ہوگیا تو کیا اللہ تعالی اس کے سارے گناہ معاف کردے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں! اللہ تعالی شہید کے سارے گناہ معاف کر دے گا۔ بشارت سنائی۔ وہ صحابی ابھی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے،تھوڑی دیر گذری تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی،حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو مخاطب ہوکر فرمایا کہ شہید کے سارے گناہ معاف "الا الدین" [مگر قرضہ معاف نہیں] کیونکہ یہ بندہ کا حق ہے۔ ہمارے معاملات اس قدر خراب ہوگئے ہیں کہ الامان والحفیظ، قرضہ لیتے وقت اتنے میٹھے ہوتے ہیں کہ سارے گلاب جامن اور جلیبیاں منہ میں ہیں،اتنی مٹھاس باتوں میں ہوتی ہے اور جب دینے کا معاملہ آتا ہے تو اتنے کڑوے بن جاتے ہیں کہ حد نہیں،ایسے سخت اور کڑوے جواب کہ سُنا بھی نہ جاسکے،" کیا

آپ کے پیسے کھا کر مر جانے والا ہوں۔'' لیتے وقت کتنی میٹھی زبان اور قرضہ دیتے وقت کس قدر کڑوی زبان۔ اس لیے اب لوگوں نے قرض دینا چھوڑ دیا ہے۔ یہ چار پانچ صورتیں ہیں۔

ان تمام کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ قرضدار کی حتی المقدور مدد کی جائے، آپ جتنی مرتبہ کسی پریشان حال کو مہلت دیتے جائیں گے اتنی مرتبہ آپ کو صدقہ کا ثواب ملتا رہے گا۔ مثال کے طور پر آپ نے کسی کو ہزار پاؤنڈ قرض دیئے اور یکم فروری ۱۹۹۸ عیسوی ادا کرنے کی تاریخ مقرر ہوئی۔ اب یہ صاحب یکم فروری سے دو تین دن پہلے آکر کہنے لگے میرا انتظام نہیں ہوا ہے، مجھے دس دن کی اور مہلت دیدو، میں دس فروری کو آپ کو دیدوں گا۔ آپ نے اسے مہلت دیدی۔ آپ نے جو مہلت دی تو آپ کو ہزار پاؤنڈ صدقہ کرنے کا ثواب مل گیا اور ہزار پاؤنڈ آپ کے اس کے پاس جمع ہیں۔ پھر وہ دس فروری کو آیا اور کہا کہ میں نے بہت کوشش کی مگر ابھی تک انتظام نہ ہوسکا، آپ کو تیس مارچ کو دے دوں گا۔ آپ نے تیس مارچ تک مہلت دیدی، تیس فروری آئی، پھر اس نے کہا کہ اب تک انتظام نہ ہوسکا، ایک ہفتہ کی اور مہلت دیدو، آپ کو پھر ہزار پاؤنڈ صدقہ کرنے کا ثواب مل گیا۔ پھر ایک ہفتہ کی مہلت دی تو پھر ہزار پاؤنڈ صدقہ کرنے کا ثواب اور آپ کے ہزار پاؤنڈ تو اس کے پاس جمع ہی ہیں۔ تو جتنی مرتبہ مہلت دیتے رہو گے صدقہ کا ثواب ملتا رہے گا، اور ویسے ہی آپ نے صدقہ کیا تو اس کا ثواب صرف ایک مرتبہ ملے گا اور پیسے ختم ہو گئے۔

تو ان چار پانچ صورتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ قرضدار کی مدد کرو، مہلت دے کر،

قرضہ میں سے کچھ معاف کر کے، یا پورا قرضہ معاف کر دو، یا مقروض کو اتنی رقم ہدیہ دو جس سے وہ اپنا قرضہ ادا کر سکے۔ قرض کی نیکی بہت بڑی ہے، مگر ہمارے معاملات بے حد خراب ہو گئے ہیں اس لیے یہ بھی کہا جاتا ہے:

القرض مقراض المحبة

[قرض محبت کی قینچی ہے]

کبھی قرض کی وجہ سے برسہا برس کی محبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

ہمیں آپ سے ترک تعلق منظور نہیں
اس لیے قرض دینے کا دستور نہیں

اور ہندوستان کے ہوٹلوں میں لکھا ہوتا ہے ’’آج نقد کل ادھار‘‘ آج جائیں گے تو بھائی آج نقد دینا ہوگا اور جب کل جائیں گے تو وہی ’’آج نقد کل ادھار‘‘ تو کہنے کا ماحصل یہ ہے کہ قرض دینے کا بھی بڑا ثواب ہے، اس پر کیا فضائل اور فوائد ہیں وہ مستقل ان شاء اللہ کسی اور مجلس میں ذکر کریں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ.

﴿ ٦ ﴾

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط پنجم)

نبوت اور رسالت جو ہے یہ کسبی نہیں ہے، یہ وہبی ہے۔ آدمی بڑی محنت کرے، ریاضت کرے، بڑی عبادت کرے، بڑا ذکر کرے، روزے رکھے، جہاد کرے، کتنے ہی اچھے اعمال کرے، کسی کو اس کے ہاتھ سے اور زبان سے تکلیف نہ پہنچے، اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے اخلاق پیدا کرے اور بہترین عبادات کرے، ریاضات اور مجاہدات کرے لیکن وہ نبی نہیں بن سکتا کیونکہ نبوت تو اسی کو ملتی ہے جس کو اللہ منتخب کریں۔

﴿ ٦ ﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط پنجم)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیۡعَنَا وَحَبِیۡبَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَھۡلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡراً کَثِیۡراً...... اَمَّا بَعۡدُ !

بزرگو، بھائیو اور عزیز دوستو! ہمارا بیان یہ چل رہا تھا کہ قیامت کے دن اللہ کی رحمت کا سایہ کن کن اعمال کی وجہ سے نصیب ہوگا اور وہ کون کون حضرات ہیں، مختلف مجالس میں اس کی تفصیل آپ کے سامنے بیان کی ہیں۔ تقریباً اٹھارہ اعمال بیان کئے ہیں۔ اب نمبر انیس، اللہ کی رحمت کے سایہ میں وہ ہوگا......

۱۹......انیسواں شخص؛ مکاتب کی مدد کرنا:

او مکاتبا فی رقبته

[مکاتب کو آزاد کرانے میں اس کی گردن کو چھڑانے میں مدد کرنا]

اس روایت کو امام احمد بن حنبلؒ، حاکم اور ابن ابی شیبہ نے اپنی کتابوں میں سہیل

بن حنیف سے نقل کیا ہے۔ مکاتب اس غلام کو کہتے ہیں جس غلام کا مولیٰ یوں کہے کہ تم مجھے اتنا مال بدل کتابت کے طور پر دے دو تو اس کے بعد تم آزاد ہو۔ مثال کے طور پر غلام سے کہا: تم مجھے پانچ ہزار پاؤنڈ دیدو، غلام اس کو قبول کرے تو اس کو مکاتب کہتے ہیں۔ اب مکاتب مال جمع کرنے کی کوشش اور محنت کرتا رہے؛ تا کہ بدل کتابت ادا کر کے اپنی گردن کو غلامی سے چھڑا سکے، اور آزاد ہو جائے۔ اب کوئی مکاتب کی مدد کر دے تو یہ اللہ پاک کو بہت پسند ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ نے بہت سے غلاموں کو ان کی پوری رقم ادا کر کے آزاد کرایا جبکہ وہ مکاتب تھے، ان کی مدد کی۔ اس بات کو سمجھانے کے لئے میں آپ حضرات کو ایران کے ایک نوجوان مآبہ کے کچھ حالات سناتا ہوں۔

ایران کے ایک نوجوان مآبہ کے حالات:

ایران کے ایک مشہور شہر ''اصفہان'' کے قریب 'جی' نام کا ایک گاؤں تھا۔ جس میں بہت امیر لوگ رہتے تھے، ان میں کچھ لوگ عیسائی تھے باقی آگ کی پوجا کرتے تھے۔ اس گاؤں کے سردار کا نام 'بوذخشاں' تھا۔ وہ نہ صرف ایک بڑا زمین دار تھا، بلکہ گاؤں کے آتش کدہ کا بڑا پجاری بھی تھا۔ بوذخشاں کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا دیا جس کا نام مآبہ رکھا گیا۔

بوذخشاں اپنے مذہب کا بھی بہت سخت تھا، مجوسیوں کا مقتدا اور امام تھا، وہ مابہ کو کہیں جانے نہیں دیتا تھا، ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا اور ان کی ڈیوٹی یہ لگائی تھی کہ آگ جلاتے رہیں اس لئے کہ وہ لوگ آگ کو خدا سمجھتے تھے۔

جیسا کہ ہنود، ان کے یہاں آگ بھی خدا ہے، اور پانی بھی ایک خدا ہے۔ ان

کے تینتیس کروڑ خدا ہیں۔ اب دو خداؤں کی فائٹنگ دیکھو، کشتی دیکھو، ایک شخص آگ کو پوجتا ہے اور ایک شخص پانی کو پوجتا ہے۔ آگ کے پجاری نے آگ کو نیچے رکھا، پانی کے پجاری نے ایک پلیٹ میں پانی رکھا اور اس کو اوپر رکھا۔ ایک خدا اوپر اور ایک خدا نیچے۔ اب اوپر والا خدا اتنے جوش میں آیا کہ نیچے والا خدا غائب ہو گیا۔ پانی کو جوش آئے اور ابھر جائے تو نیچے کی آگ کیا ہوگی؟ بجھ جائے گی۔ ایسے ایسے لوگ بھی دنیا میں ہیں۔ ہم اللہ پاک کا جس قدر شکر ادا کریں کم ہے کہ بلا استحقاق اللہ پاک نے اپنے فضل سے ایمان کی اور دین کی دولت سے ہمیں مالا مال فرمایا ہے۔ تو مجوسی آگ کے شعلوں کو خدا سمجھتے ہیں۔

مابہ پران کے والد نے یہ ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ آگ جلاتے رہیں مگر مابہ کا دل اس سے مطمئن نہ تھا اور دل میں یہ آتا تھا کہ یہ حق نہیں ہے۔ اس لئے ان کو حق کی تلاش تھی اور جب کسی کو حق کی تلاش اور طلب ہوتی ہے تو اللہ تعالی اس کو حق کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں۔ ہدایت کے راستے اللہ تعالی کھول دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:۶۹)

[جو ہمارے راستہ کے لئے جدو جہد کرے گا کوشش کرے گا تو اس کے لئے ہدایت کے راستے ہم کھول دیں گے]

قرآن مجید دوسری جگہ کہتا ہے:

اَللّٰهُ يَجْتَبِیْ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِیْ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (الشوریٰ:۱۳)

[اللہ جس کو چاہتا ہے نبوت کے لئے منتخب کر لیتا ہے، اور جو اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، اللہ کی طلب میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے ہیں۔]

نبوت وہبی ہے، کسبی نہیں:

نبوت اور رسالت جو ہے یہ کسبی نہیں ہے۔ آدمی بڑی محنت کرے، ریاضت کرے، بڑی عبادت کرے، بڑا ذکر کرے، روزے رکھے، جہاد کرے، کتنے ہی اچھے اعمال کرے، کسی کو اس کے ہاتھ سے اور زبان سے تکلیف نہ پہنچے، اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے اخلاق پیدا کرے اور بہترین عبادات کرے، ریاضات اور مجاہدات کرے لیکن وہ نبی نہیں بن سکتا کیونکہ نبوت تو اسی کو ملتی ہے جس کو اللہ منتخب کرے۔ کرسچن (عیسائی) تو کہتے ہیں کہ آدمی اعلیٰ اخلاق پیدا کرلے، ریاضات، مجاہدات اور کیرکٹر CHARACTER اعلیٰ سے اعلیٰ کرلے تو وہ GOD بن جاتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں ان چیزوں سے وہ (گوڈ) خدا تو نہیں بن سکتا (گڈ) GOOD اچھا بن سکتا ہے۔ تو نبوت اللہ کی دین ہے جس کو چاہے اللہ نبی بنادے۔ یہ تو نبوت کے متعلق فرمایا:

اَللّٰهُ يَجۡتَبِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ

ہدایت طلب پر ملتی ہے:

اور ہدایت کے متعلق فرمایا:

وَيَهۡدِىۡۤ اِلَيۡهِ مَنۡ يُّنِيۡبُ

[جو ہماری طرف رجوع کرتا ہے، کوشش کرتا ہے، جس میں طلب ہوتی ہے تو ہم اس کو ہدایت دیتے ہیں۔]

اور میں یہ بات برملا کہتا ہوں، حقائق کو چھپا نہیں سکتے، پورے یورپ کے اندر کتنی تنظیمیں کام کررہی ہیں اسلام کے لئے، اللہ پاک سب کی خدمت کو قبول

فرمائیں۔لیکن مستقل ایسی کوئی تنظیم نہیں جو صرف غیر مسلموں میں کام کرے،ان کو اسلام کا صحیح تعارف کرائے، جو مسلمان ہو جائے ان کا پھر تعاون کرے،ان کو اسلامی تعلیم دے، ان کو احکام سکھائے۔ایک ایسی تنظیم کی بھی سخت ضرورت ہے۔مسلمان ہو جانا آسان ہے مگر بعد میں اس پر قائم رہنا ان کی صحیح تربیت کرنا یہ بہت مشکل کام ہے۔ابھی حال ہی میں ایک نومسلم مولانا عبدالرزاق صاحب نے اس مقصد کے لئے ایک جگہ خریدی ہے۔ اللہ پاک ان کو کامیابی عطا فرمائے، جو اسلام قبول کریں گے ان کو اسلام سکھانا، کھانے پینے کا انتظام اور ان کے قیام کا نظم کرنا یہ ان کے مقاصد ہیں۔تو باقاعدہ کوئی تنظیم یہ کام نہیں کر رہی ہے لیکن اس کے باوجود الحمدللہ ہر مسجد میں سال میں دو چار آدمی مسلمان ہوتے ہیں حالانکہ کوئی محنت نہیں کرتا۔بس بات وہی ہے جن کو حق کی تلاش ہوتی ہے، محنت اور کوشش کرتے ہیں اللہ پاک ان کی رہنمائی فرماتے ہیں اور ان کے دل اور ان کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیتے ہیں:

اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (الزمر:۲۲)

[بس اللہ نے ان کے سینہ کو اسلام کے لئے کھول دیا]

مابہ کا حق کی تلاش میں گھر چھوڑنا:

میں ذکر کر رہا تھا کہ مابہ کو حق کی تلاش تھی،ایک دن مابہ کے والد بوذخشاں نے مابہ سے کہا کہ بیٹے آج میں ضروری کام کی وجہ سے کھیتوں میں نہ جا سکوں گا۔اس لئے تم کھیتوں پر چلے جانا۔مابہ نے کہا بہت اچھا، پھر وہ کھیتوں کی طرف چل پڑا۔راستہ میں عیسائیوں کا گرجا تھا، اس وقت وہ عبادت کر رہے تھے اور اونچی آواز سے اللہ تعالیٰ اور

حضرت عیسیٰ ؑ کی تعریف میں گیت گا رہے تھے۔ مابہ ان کی آواز سن کر گرجے میں چلا گیا اور مابہ کو عیسائیوں کی عبادت کا طریقہ بہت پسند آیا اور مابہ نے یہ خیال کیا کہ عیسائیوں کا مذہب آگ پوجنے والوں کے مذہب سے اچھا ہے۔ جب عیسائیوں کی عبادت ختم ہوگئی تو مابہ نے ان سے پوچھا، تمہارا مذہب کہاں سے شروع ہوا؟ اور اس کے ماننے والوں کا سب سے بڑا ملک کون سا ہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ ملک شام۔ مابہ نے یہ بات دل میں رکھ لی جب سورج ڈوبنے لگا تو مابہ گرجے سے گھر واپس آیا تو باپ نے سوال کیا، اب تک کہاں تھے؟ مابہ نے کہا، میں کھیتوں کی طرف جا رہا تھا کہ راستہ میں کچھ لوگوں کو گرجے میں عبادت کرتے ہوئے دیکھا، مجھے ان کا طریقہ اتنا پسند آیا کہ شام تک ان کے پاس ہی رہا۔ مابہ کی یہ باتیں سن کر اس کا باپ بوذخشاں سخت ناراض ہوا۔ اور حکم دیا کہ آج سے تم گھر سے باہر نہیں نکلو گے۔ اسے ڈر تھا کہ میرا بچہ کہیں عیسائی نہ بن جائے، اس نے مابہ کے پیروں میں بیڑیاں ڈال دیں، اب مابہ بے چین تھا کیونکہ اس کا دل آتش پرستی سے مطمئن نہیں تھا۔

ایک دن مابہ نے موقعہ پا کر کسی طریقے سے عیسائیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ اگر ملک شام کو جانے والا کوئی قافلہ یہاں سے گزرے تو مجھے خبر دینا۔ اتفاق سے چند دن کے بعد شام سے ایک تجارتی قافلہ آیا ہوا تھا وہ شام واپس روانہ ہونے لگے تو عیسائیوں نے مابہ کو اطلاع دی۔ مابہ نے کسی طریقہ سے اپنے پیروں سے بیڑیاں نکالیں اور گھر سے بھاگ کر شام جانے والے قافلہ میں شامل ہوگیا۔ مابہ نے شام کے لوگوں سے پوچھا، یہاں سب سے بڑا پادری کون ہے؟ لوگوں نے ایک بڑے پادری کا پتہ بتا دیا، مابہ اس کی

خدمت میں پہنچا اس سے کہا، مجھے آپ کا مذہب بہت پسند ہے۔ لہذا آپ کے پاس رہ کر آپ کے مذہب کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھے اپنے مذہب میں داخل کر لیں اور اس کی تعلیم دیں۔ پادری نے مابہ کی درخواست قبول کر لی اور مابہ اس پادری کے پاس رہنے لگا، یہ پادری ظاہر میں بہت نیک تھا اور لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا لیکن حقیقت میں وہ بڑا لالچی بدچلن اور مکار تھا وہ لوگوں سے کہتا تھا کہ غریبوں کی مدد کے لئے دل کھول کر خیرات دو، اس طریقہ سے کافی مال جمع کر لیا اور کسی غریب کو ایک پیسہ بھی نہیں دیتا تھا اس طرح اس نے سونے چاندی کے سات مٹکے جمع کر لئے تھے۔ لوگوں سے چھپ کر وہ خوب عیش وعیاشی کرتا تھا۔ مابہ نے اس پادری کو لالچ وعیش وآرام کی زندگی گزارتے دیکھا تو وہ اپنے جی میں کڑھنے لگا، لیکن لوگوں سے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ کیونکہ لوگ اس پادری کی بہت عزت کرتے تھے اس کے خلاف کوئی بات سننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ اتفاقاً کچھ عرصہ کے بعد پادری بیمار ہو کر مر گیا، اب مابہ نے لوگوں کو اس کے کرتوت بتائے اور مٹکوں میں اس کی جمع کی ہوئی دولت دکھائی تو ان لوگوں کو اس قدر غصہ آیا کہ انہوں نے اس کی لاش کو سولی پر چڑھا کر خوب پتھر برسائے۔ پھر لوگوں نے اس کی جگہ ایک اور پادری کو بٹھایا۔ یہ پادری واقع میں ایک نیک شخص تھا مال ودولت سے نفرت کرتا تھا، مابہ سچے دل سے اس پادری کی عزت کرنے لگا، ہر وقت اس کی خدمت میں مصروف رہتا تھا۔ پادری کو بھی اس سے محبت ہوگئی اس نے بڑی لگن کے ساتھ اپنے مذہب کی تعلیم دی مگر چند سال کے بعد اس کا بھی آخری وقت آ پہنچا اس نے مرتے وقت مابہ کو یہ وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد تم فلاں شخص کے پاس عراق کے شہر موصل چلے جانا، یہ شخص حقیقت میں سچا عیسائی

ہے۔اس سے تم کو بہت فائدہ پہنچے گا۔اب یہ مابہ کا دوسرا سفر ہوا، مابہ شہر موصل پہنچا۔اِس پادری نے بھی بڑی محبت اور محنت سے مابہ کو تعلیم دی اس نے بھی مرنے سے پہلے مابہ کو یہ وصیت کی کہ بیٹا مجھے دفن کر کے فلاں شخص کے پاس شہر نصیبین چلے جانا، میرے علم میں وہی شخص ہے جو تمہیں حق کا راستہ بتا سکتا ہے۔مابہ کو تھوڑے ہی دن گذرے تھے کہ وہ بھی سخت بیمار ہو گیا۔مابہ نے اس سے پوچھا آپ کے بعد میں کہاں جاؤں؟ اس پادری نے کہا۔بیٹا تم عموریہ فلاں پادری کے پاس چلے جانا اتنا کہہ کر اس نے آخری ہچکی لی اور ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گیا۔مابہ نصیبین کے پادری کو سپرد خاک کر کے سیدھا عموریہ پہنچا اور وہاں کے پادری کے پاس جا کر اس کی خدمت میں رہنے لگا۔یہ ایک بہت ہی پرہیز گار اور عالم شخص تھا اور مابہ نے اس سے خوب علم حاصل کیا اور اپنے استاذ کی طرح دن ورات عبادت میں مشغول رہنے لگا اس نے کچھ گائیں اور بکریاں خریدلیں ان کا دودھ استاذ کی خدمت میں پیش کرتا اور خود کا گزر بھی اسی سے ہوتا تھا اور دنیا کی دوسری چیزوں سے اسے کوئی واسطہ نہیں تھا، کچھ عرصہ کے بعد اس نیک پادری کو موت کا پیغام آ پہنچا جب وہ دم توڑنے لگا تو مابہ نے روتے ہوئے اس پادری سے کہا میں سینکڑوں میل کا تکلیف دینے والا سفر طے کر کے اور کئی دروازوں کی خاک چھاننے کے بعد آپ کی خدمت میں پہنچا تھا ۔اب آپ بھی میرا ساتھ چھوڑ کر جا رہے ہیں، آپ کے بعد میں کہاں جاؤں گا؟

عموریہ کے پادری نے اکھڑی ہوئی آواز میں جواب دیا، بیٹا میں تمہارے لئے کیا سامان کروں۔اب دنیا میں کوئی شخص ایسا مجھے نظر نہیں آتا جس کے پاس جانے کا میں تمہیں مشورہ دوں۔ہاں اتنا تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ آخری زمانہ کے خاتم النبیین کے

ظاہر ہونے کا وقت اب قریب ہے جو عرب کے ریگستان سے اٹھ کر اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو زندہ کرے گا اور اپنے وطن سے اس زمین کی طرف ہجرت کرے گا جس پر کھجور کے درختوں کی کثرت ہوگی۔ مطلب کھجورستان کی طرف ہجرت کرے گا۔ اس کی نشانیاں یہ ہیں کہ وہ ہدیہ قبول کرے گا، لیکن صدقہ کو اپنے لئے حرام سمجھے گا اور اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ اگر تم اس کا زمانہ پاؤ تو ان کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا۔ اتنا کہہ کر عموریہ کا پادری فوت ہو گیا۔ پادری کی وفات کے بعد مابہ کچھ عرصہ عموریہ ہی میں رہا۔ مابہ ہر وقت اس فکر میں رہتا کہ عرب جانے والا کوئی قافلہ ملے تو اس کے ساتھ اس سرزمین میں پہنچ جاؤں جہاں خاتم النبیین کا ظہور ہونے والا ہے۔ آخر ایک دن اس کی تمنا پوری ہوگئی۔ عربوں کا ایک قبیلہ بنو کلب کے کچھ سوداگر عموریہ سے گزر رہے تھے۔ مابہ کو معلوم ہوا کہ ان سوداگروں کے قافلہ کو عرب جانا ہے تو وہ فوراً قافلہ کے سردار کے پاس پہنچا اور اس سے درخواست کی آپ میری گائیں و بکریاں لے لیں اور مجھے اپنے ساتھ عرب لے چلیں۔ سردار اس بات پر فوراً راضی ہو گیا اور اس نے مابہ کو اپنے ساتھ لے لیا۔ یہ قافلہ ابھی مدینہ سے دور وادی القریٰ میں پہنچا تھا کہ قافلہ والوں کی نیت بدل گئی اور انہوں نے مابہ کو غلام بنا کر ایک یہودی کے ہاتھ بیچ دیا۔ مابہ مجبور تھا۔ اس یہودی نے اپنے ایک رشتہ دار کو- جو مدینہ کا رہنے والا تھا- بیچ دیا اس طرح مابہ مدینہ پہنچ گیا۔ مابہ نے ہر طرف کھجوروں کے جھنڈ دیکھے تو اسے یقین ہو گیا جس نبی آخر الزماں کا ذکر عموریہ کے پادری نے کیا تھا وہ ایک دن اس شہر میں ضرور تشریف لائیں گے۔ وہ اسی انتظار میں زندگی گزارنے لگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قبا میں قیام اور مسجد کا سنگ بنیاد:

مابہ مدینہ منورہ میں یہودی کے غلام بنے ہوئے تھے اور اس کی خدمت میں لگے ہوئے تھے، بے چارے غلام کو کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ خدمت کرتے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا ہوا، دین اسلام پھیلنے لگا، پھر مدینہ والوں کی دعوت پر اللہ کے حکم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ جب آپ ہجرت کے ارادہ سے مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے، مدینہ آتے ہوئے مدینہ منورہ کے قریب قبا ایک بستی ہے، قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دن قیام فرمایا اور وہاں مسجد قبا کی بنیاد ڈالی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری:

جب مابہ کو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور قبا میں ہیں۔ مابہ اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھے ہوئے تھے، اتفاق سے آپ کا آقا بھی وہاں درخت کے پاس پہنچ گیا، مابہ مارے خوشی کے اپنے آقا کو کہہ رہے ہیں، تجھے کچھ معلوم بھی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبا میں تشریف لا چکے ہیں۔ وہ یہودی تھا، بے ایمان تھا، اس کو بڑا برا لگا، مابہ جیسے نیچے اترے اس نے آپ کو ایک طمانچہ لگایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ رہے ہیں تو تجھے ان سے کیا واسطہ -غلام تھے کیا کر سکتے تھے- خاموش رہے، مار کھائی، جب شام ہوئی، چھٹی ملی تو کچھ کھجوریں اپنے ساتھ لیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لئے قبا پہنچے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، اس کے بعد کہا یہ کھجوریں آپ کے لئے لایا ہوں اور یہ صدقہ کی کھجوریں ہیں۔ اس پادری نے کہا تھا کہ وہ نبی آخر

الزماں صدقہ قبول نہیں کریں گے، ہدیہ قبول کریں گے۔ مابہ کا مقصد تو امتحان لینا تھا اور جانچنا تھا، لہذا کہا کہ صدقہ کی کھجور آپ کے لئے لایا ہوں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں صدقہ نہیں کھاتا، صدقہ کا مال میرے لئے اور میری اولاد کے لئے حرام ہے۔ سید جو حقیقی سید ہیں وہ زکوۃ نہیں کھاتے، بناوٹی سید صدقہ تو کیا جھٹکہ بھی کھا جاتے ہیں۔

سادات کے لئے صدقہ حرام ہونے کی حکمت:

صدقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کے لئے حرام ہے، اس میں کیا حکمت ہے؟ سبحان اللہ! بڑی حکمت ہے۔ اگر سادات کے لئے زکوۃ اور صدقہ حلال ہوتا تو آج چودہویں صدی میں ملعون رشدی جیسے لوگوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ اعتراض کرنے کا موقع ملتا کہ اسلام میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوۃ اس لئے فرض کی تا کہ اپنے خاندان پلتے رہیں، اقرباء پروری کے لئے زکوۃ مقرر کی۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے لئے اور میری اولاد کے لئے زکوۃ اور صدقہ حلال ہی نہیں ہے، حرام ہے۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مابہ سے فرمایا تم جو صدقہ کی کھجوریں لے کر آئے ہو میرے ساتھیوں میں تقسیم کر دو، آپؓ نے تقسیم کر دیں، اس طرح ایک علامت تو صحیح نکل گئی۔

دوسرے دن چھٹی ہوئی پھر تھوڑی سی کھجوریں لے کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔ دو علامتیں پوری ہوگئیں۔ تیسری نشانی یہ بتائی تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک پر مہر نبوت ہوگی۔

چند دن کے بعد مابہ نے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے ساتھ قبرستان تشریف لے گئے ہیں۔ مابہ بھی اپنے آقا کی نظر بچا کر قبرستان پہنچ گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو گیا تا کہ کسی وقت کپڑا ہٹے تو مہر نبوت دیکھوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا مطلب سمجھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو شانوں سے ذرا سرکا دیا۔ چادر کا سرکنا تھا کہ مابہ نے اپنی آنکھوں کے سامنے مہر نبوت کو چمکتے پایا وہ بے اختیار بول اٹھے

لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پھر روتے ہوئے مہر نبوت چومنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سامنے آ جاؤ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی محبت سے اپنے پاس بٹھایا اور ان کے سارے حالات اور داستان سنی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اسلام میں داخل کر لیا اور مابہ کے بجائے آپ کا نام سلمان رکھا گیا۔ یہ ایمان لا کر حضرت سلمانؓ فارسیؓ بن گئے۔

جاؤ اور مکاتب بننے کی دونوں شرطیں قبول کرلو:

آقا کو پتہ چل گیا کہ میرا غلام ایمان لے آیا ہے، اس کے بعد اس نے ان پر ظلم و ستم ڈھانا شروع کر دیا، حضرت سلمانؓ کو جب موقع ملتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لاتے، دین سیکھتے اور آقا جو تکلیف دیتا تھا اسے برداشت بھی کرتے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آپؓ تشریف لائے، بڑے غمگین تھے، چہرہ اترا ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا سلمان! کیا بات ہے؟ کہا میرا آقا مجھ پر بہت ظلم وستم کرتا ہے، آپ دعا فرمائیے اللہ تعالی میرے چھٹکارے کی کوئی شکل نکال

دیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اپنے آقا سے عقد کتابت کرلو۔

آپ کو یہ سمجھانا ہے کہ مکاتب کسے کہتے ہیں۔اسی سلسلہ میں یہ واقعہ عرض کیا ہے۔حضرت سلمانؓ نے جاکر اس یہودی سے کہا کہ مجھے مکاتب بنادے یعنی کچھ مال و دولت لے کر مجھے آزادی دیدے۔ یہودی بڑا چالاک تھا اس نے کہا چھوٹنا چاہتا ہے۔ میرے اس باغ میں تین سو کھجور کے درخت لگادو، اور جب وہ درخت بڑے ہوجائیں اور ان پر پھل بھی آجائیں تو تم آزاد ہو- کھجور کا درخت بہت آہستہ آہستہ بڑا ہوتا ہے اور بہت سالوں کے بعد پھل آنا شروع ہوتا ہے-اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کو چھٹکارا ہی نہ ملے اور آزاد ہی نہ ہوں اور دوسری شرط یہ لگائی کہ چالیس اوقیہ چاندی دیدو۔دونوں شرطیں بڑی ظالمانہ تھیں، حضرت سلمان فارسیؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور پورا حال بیان کیا اس نے تو ایسی شرطیں لگائیں ہیں کہ شرط پوری نہ ہوسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا اس نے کیا شرط لگائی ہے؟ حضرت سلمان فارسیؓ نے فرمایا ایک شرط لگائی ہے کہ میرے باغ میں تین سو کھجور کے درخت لگادو اور درخت بڑے ہوجائیں اور ان پر پھل لگ جائیں اور دوسری شرط چالیس اوقیہ چاندی کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ اور دونوں شرطیں منظور کرلو، اللہ مدد کرے گا۔ چنانچہ آپ گئے اور اپنے آقا سے کہہ کر دونوں شرطیں منظور کرلیں۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا سلمان کے لئے دعا کرو کہ اللہ تعالی سلمان کے چھٹکارے کی کوئی شکل نکال دے۔دو چار دن ہوئے تھے کہ کسی شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چاندی کا ایک انڈا ہدیہ میں پیش کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سلمان

کہاں ہے؟ آپ نے وہ انڈا ان کو دیدیا اور فرمایا کہ اس کو تلوالو کہ کتنا ہے؟ تلوایا تو چالیس اوقیہ چاندی نکلی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک چیز کا تو اللہ پاک نے انتظام فرمادیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا جاؤ سلمان کی مدد کرو اور کھجور کے درخت لگانے کے لئے کھڈے کھودو اور تین سو کھجور کے قلم بنالو، جب تیار ہو جائے تو مجھے بلالو، میں آ کر خود اپنے ہاتھ سے ایک ایک درخت کو بوؤں گا۔ صحابہ کرامؓ نے تین سو گڈھے کھود دیئے، قلم بنالیں۔ جب سب تیار ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر اطلاع دی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود تشریف لے گئے اور اپنے دست مبارک سے ایک ایک درخت کو بونا شروع کر دیا۔ حضرت عمرؓ کو معلوم نہ تھا ان کو بعد میں پتہ چلا، دوڑتے ہوئے آئے، ایک درخت انہوں نے بھی بو دیا کہ میرا بھی ثواب میں کچھ حصہ لگ جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ:

سارے درخت بو دیے۔ اب اللہ پاک کی طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ و سلم کا معجزہ دیکھئے، ایک سال کے بعد درخت بڑے بھی ہو گئے اور دوسرے سال ہر درخت پر پھل بھی لگ گئے، سبحان اللہ۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے اپنے آقا کو آ کر کہا کہ میں نے چالیس اوقیہ چاندی بھی ادا کر دی۔ اور تین سو درخت بھی لگ گئے اور ہر ایک پر پھل بھی لگ گئے، اب تو میری آزادی ہو گئی۔ یہودی بڑا چالاک تھا اس نے باغ میں آ کر ایک ایک درخت کو دیکھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک سال میں درخت بڑا بھی ہو جائے اور اس پر پھل بھی لگ جائے اور وہ بھی کھجور کے درخت میں۔ ظالم نے ایک ایک درخت کو جانچا، اتفاق سے ایک درخت پر پھل نہیں لگے تھے جو حضرت عمرؓ نے بویا تھا، باقی سب

پر پھل لگے تھے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا حضرت عمرؓ سے پوچھا تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا بھی ثواب میں کچھ حصہ لگ جائے اس لئے ایک درخت میں نے بویا تھا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے نکالو، اسے نکالا گیا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی اپنے دست مبارک سے بویا، اس پر بھی پھل لگ گئے، سبحان اللہ! اس کے بعد حضرت سلمان فارسی ؓ کو آزادی مل گئی۔حضرت سلمان فارسیؓ جلیل القدر صحابی ہیں، آپ کی عمر کے متعلق کتب سیر میں مختلف اقوال ہیں، بعضوں نے کہا آپ نے ۸۰/سال کی عمر پائی، بعضوں نے کہا ۱۲۰/سال بعضوں نے ۱۵۰/اور ۲۵۰/بھی بتائی ہے۔حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں ۲۵۰/ والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مکاتب کی مدد کرنا تا کہ اس کی گردن غلامی سے نکل جائے، اسے آزادی مل جائے۔ایسا شخص بھی قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا۔

۲۰......بیسواں شخص؛ غازی کی مدد کرنے والا:

نمبر بیس:

من اظل راس غاز

[جو مجاہد کے سر پر سایہ کرے]

اس کے لئے کوئی مکان بنادے، چھاؤنی بنادے، جہاں آرام کرنے کی جگہ ہو یا مجاہدین کو ایسی اور کوئی ضرورت کی چیز ہو مثلاً جوتے کی ضرورت ہو، سخت سردی کی وجہ سے

کمبل کی ضرورت ہو تو ایسی چیز ان کو دیدینا۔ گرم کپڑے دیدینا، تو جس نے دنیا میں مجاہد کے سر پر سایہ کیا قیامت کے دن اسے رحمت خداوندی کا سایہ نصیب ہوگا اور بخاری شریف کی روایت ہے، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من جهز غازياً فقد غزىٰ

جس نے کسی مجاہد کے لئے جہاد کا سامان مہیا کر دیا، خود جہاد میں نہیں جا سکا مگر اس نے مجاہد کی مدد کر دی تو گویا اس نے بھی جہاد کیا۔ تو یہ بھی بہت بڑا کارِ خیر ہے۔

۲۱......اکیسواں شخص؛ تکلیف کے وقت اچھی طرح وضو کرنے والا:

اکیسواں نمبر:

اسباغ الوضوء على المكاره

(الترغیب والترہیب)

تکلیف کے وقت اچھی طرح وضو کرنا۔ الحمد للہ، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے یہاں ٹھنڈا پانی بھی مل جاتا ہے، گرم پانی بھی مل جاتا ہے، جہاں ٹھنڈی ہو اور گرم پانی کا انتظام نہ ہو وہاں وضو کرنا کتنا بڑا مجاہدہ ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈک کی وجہ سے پھٹ گئے ہوں، پانی لگنے سے جلن ہوتی ہو مگر اس تکلیف کے باوجود مکمل طریقہ پر وضو کرے ''اسباغ الوضوء على المكاره'' تکلیف ہو رہی ہے، سردی لگ رہی ہے مگر پھر بھی اچھی طرح اپنے اعضاء کو مل مل کر اطمینان سے وضو کر رہا ہے کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے اس لئے کہ ''الوضوء مفتاح الصلوة'' [وضو نماز کی چابی ہے] ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا صلوة بغير طهور و لا صدقة من غلول (ترمذی)

[کوئی نماز کامل طہارت کے بغیر پوری نہیں ہوتی اور جو خیانت کا مال صدقہ کرتا ہے وہ اللہ کے یہاں قبول نہیں ہوتا]

تو مکارہ یعنی ناگواری اور تکلیف کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا اس کا بہت بڑا ثواب ہے۔ یہ گناہوں کو بہت معاف کرتا ہے اور رفع درجات کا ذریعہ ہے۔

وہ اعمال جن سے خطا معاف اور درجات بلند ہوتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں، ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا:

الا ادلکم علی ما یمحو اللّٰہ به الخطایا و یرفع به الدرجات

[کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں جس سے تمہاری خطائیں معاف ہوں اور درجے بلند ہوں]

قالوا بلیٰ یا رسول اللّٰہ ﷺ

ہم نے کہا اے اللہ کے رسول ضرور بتایئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اسباغ الوضوء علی المکارہ (مرقاۃ:۲/۸)

[ناگواری اور تکلیف کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا]

ایک مرتبہ اعضاء وضو کا دھونا تو فرض ہے۔

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُؤُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ .

(المائدہ:٦)

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھولو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور اپنے سروں کا مسح کرو اور پیروں کو دھولو ٹخنوں سمیت۔

یہ چار اعضاءِ وضو ہیں۔ ان کا ایک مرتبہ دھونا فرض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے دو مرتبہ دھوئے وہ نورٌ علی نور اور جس نے تین مرتبہ دھوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

هذا وضوئی و وضوء الانبياء من قبلی

(مظاہر حق جدید ۱/۳۳۴)

[یہ وضو کا طریقہ میرا ہے اور مجھ سے پہلے انبیاءؑ کا ہے]

اور چار مرتبہ دھویا تو گناہ ہے، فضول خرچی ہے۔ الاّ یہ کہ کوئی جگہ خشک رہ گئی ہو لیکن خواہ مخواہ تقویٰ کا ہیضہ ہو جاتا ہے۔ وضو کر رہے ہیں، پانی بہہ رہا ہے، دس دس مرتبہ چہرہ دھو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وان کنت علی نهر جار

(مظاہر حق جدید ۱/۳۳۶)

[اگرچہ تم جاری نہر پر ہو]

جس نہر کا پانی جاری ہو اس میں پانی کی کیا کمی ہو سکتی ہے لیکن وہاں بیٹھ کر بھی وضو میں اعضاء کو چار مرتبہ یا اس سے زیادہ مرتبہ دھونے کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسراف فرمایا ہے۔ کوئی آدمی سمندر، دریا یا نہر پر وضو کر رہا ہے اور وہاں بیٹھ کر فضول خرچی کی ہے تو قیامت میں پکڑ ہو گی، جب جاری نہر پر پانی کی فضول خرچی سے منع فرمایا۔ تو

اب اگر مسجد کا پانی ہے، گھر کا پانی ہے تو یہاں زیادہ گناہ ہے۔ تو زیادہ سے زیادہ ہر عضو کو تین مرتبہ دھونا ہے اور اس وضو کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وضو اور اگلے انبیاءؑ کا وضو قرار دیا۔

دوسری حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

ان للوضوء شیطانا یقال له الولهان فاتقوا وسواس الماء

(مظاہر حق جدید ۱/۳۳۲)

[وضو کا ایک شیطان ہے جسے 'ولہان' کہا جاتا ہے، لہذا پانی کے وسوسہ سے بچو]

یہ ولہان شیطان وضو کرنے والوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے، کہ فلاں جگہ خشک رہ گئی ہے، فلاں عضو کو دو ہی مرتبہ دھویا ہے۔ وضو کرنے والا اس کے چکر میں پھنس کر اعضاء کو تین مرتبہ سے زائد دھو لیتا ہے اور سنت طریقہ سے ہٹ جاتا ہے، لہذا جب وسوسہ آئے تو اسے قائم نہ رہنے دو انہیں دل سے باہر نکال پھینکو، تاکہ سنت سے تجاوز نہ ہو۔

گناہوں کو معاف کرنے والی اور درجات کو بلند کرنے والی دوسری چیز اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی:

کثرة الخطیٰ الی المساجد

[کثرت سے مسجد کی طرف چلنا]

یہ بھی گناہوں کے معافی کا ذریعہ ہے اور رفع درجات کا سبب ہے۔ تیسری چیز ہے:

انتظار الصلوة بعد الصلوة

ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا

فذلکم الرباط

(رواہ مسلم وترمذی؛ الترغیب والترہیب ۱/ ۱۵۸)

[یہ تو رباط ہے]

کل رباط کا ثواب بیان کر چکا ہوں۔ اسلامی سرحد کی حفاظت کا جو ثواب ہے وہ ان اعمال پر بھی ملتا ہے۔ اللہ پاک کا کس قدر احسان ہے اور آج تو اللہ پاک نے ہمارے لئے کتنی آسانیاں کر دی ہیں، دور سے آنے والے حضرات کار میں آ رہے ہیں، بس میں آ رہے ہیں، روڈ پر بجلی موجود ہے۔ پہلے زمانہ میں لوگ اندھیروں میں آتے تھے، راستہ نظر نہیں آتا تھا لیکن پھر بھی پیدل آتے تھے۔

اندھیرے میں مسجد آنے کا ثواب:

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

بشر المشائین فی الظلم بالنور التام یوم القیامة.

(ابوداؤد: ۱/ ۹۰)

لوگوں کو بشارت سنا دو جو اندھیروں میں چل کر مسجد آتے ہیں قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کو کامل نور عطا فرمائیں گے۔

مسجد سے دور گھر ہونا، ایک ایک قدم پر نیکی:

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ بنوسلمہ انصار مدینہ کے ایک خاندان کے کچھ افراد مسجد نبوی سے دور رہتے تھے مسجد نبوی کے قریب کچھ مکانات خالی ہوئے کیونکہ جب مسجد نبوی کے قریب رہنے والوں میں سے کچھ لوگوں کا انتقال ہو گیا یا کسی دوسری جگہ چلے

جانے کی وجہ سے ان کے مکانات خالی ہو گئے تو بنو سلمہ نے مسجد نبوی کے قریب رہنے کی سعادت حاصل کرنے کی غرض سے ان خالی مکانات میں منتقل ہونے کا ارادہ کیا جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اس ارادہ کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس وقت تم لوگ جہاں آباد ہو وہی جگہ سعادت و بھلائی کے اعتبار سے تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ تم لوگ مسجد سے جتنا دور ہو گے مسجد آنے کے لئے تمہیں اتنا ہی چلنا پڑے گا اور نماز کے لئے تم جتنے زیادہ قدم اٹھاؤ گے تمہارے نامۂ اعمال میں ان کے بدلہ اتنا ہی ثواب لکھا جائے گا، اس لئے تمہارے لئے بھلائی و بہتری اسی میں ہے کہ اپنی سابق جگہ آباد رہو۔

(مسلم شریف)

نیز ایک دوسری روایت حضرت ابوموسیٰؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کا سب سے زیادہ اجر اس شخص کو ملتا ہے جو جتنا زیادہ مسجد سے دور ہوگا اور وہ گھر سے چل کر نماز کے لئے مسجد آئے گا اتنا زیادہ ثواب ملے گا اور جو شخص نماز کے انتظار میں مسجد کے اندر بیٹھا رہتا ہے تا کہ امام کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کا ثواب اس شخص کے ثواب سے زیادہ ہے جو اکیلے نماز پڑھ کر سو جائے۔

(بخاری و مسلم)

ایک صحابی نے کہا یا رسول اللہ! میرا گھر مسجد نبوی سے بہت دور ہے، میں مسجد کے قریب جگہ لینا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسجد کے قریب گھر لینے کی ضرورت نہیں ہے، دور ہے تو کوئی بات نہیں، آپ پیدل آؤ جاؤ، تمہارے ایک ایک قدم پر ایک ایک نیکی لکھی جائے گی، ایک گناہ معاف ہوگا۔ (جامع صغیر) لوگ صحابہؓ کی چال

دیکھ کر پہچان لیتے تھے کہ کہاں جا رہے ہیں؟ جب مسجد جاتے تو نیکی حاصل کرنے کے لئے چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے اور جب بازار جاتے تو جلدی جلدی چلتے۔

بہترین جگہ اور بدترین جگہ:

ایک حدیث میں ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم احب البلاد الی اللّٰہ مساجدھا و ابغض البلاد الی اللّٰہ اسواقھا.

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا روئے زمین پر سب سے بہترین جگہ مساجد ہیں اور روئے زمین پر سب سے بدترین جگہ بازار ہیں۔

(مسلم شریف:۱/۲۳۶)

اس حدیث کی وجہ سے صحابہ جب بازار جاتے تو جلدی جلدی چلتے کہ شیطان کی جگہ سے بھاگیں اور مسجد جاتے تو چھوٹے چھوٹے قدم رکھتے۔ تو جو شخص مسجد میں پیدل آتا ہے اس کا یہ ثواب ہے اور جو شخص جمعہ کے دن پیدل آتا ہے تو اس کا ثواب، اللہ اکبر، بہت ہی زیادہ ہے۔ مشکوۃ شریف کی روایت ہے، ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ فضیلت کے باب میں اس سے زیادہ صحیح روایت مجھے نہیں ملی۔

جمعہ کے دن پیدل آنے کی فضیلت:

جمعہ کے دن جو شخص پیدل آتا ہے اور اس پر جو عظیم ثواب ملتا ہے اس کی چھ شرطیں ہیں:

۱......مسجد میں جلدی آئے۔

۲......غسل کرے غسل کرائے۔

۳...... پیدل آئے، سواری پر سوار ہو کر نہ آئے۔

۴......امام کے قریب بیٹھے۔

۵......لغو اور بیکار کام نہ کرے۔

۶......اور جب خطبہ ہو تو توجہ سے سنے۔

حدیث میں ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ من غسل یوم الجمعة و اغتسل و بکر و ابتکر و مشی و لم یرکب و دنیٰ من الامام و استمع و لم یلغ کان له بکل خطوة عمل سنة اجر صیامها و قیامها.

(مشکوٰۃ)

تو چھ باتیں بیان فرمائیں۔غسل کرے، غسل کرائے، یہ کنایہ عن الجماع ہے، جلدی آئے، امام کے قریب بیٹھے، خطبہ شروع ہو تو لغو کام نہ کرے، اپنی داڑھی اور کپڑوں سے نہ کھیلے۔بعض حضرات کھانا کھا کر آتے ہیں امام صاحب خطبہ دیتے ہیں اور وہ پہنچے ہوئے ہوتے ہیں، امام صاحب گویا ان کو لوری دے رہے ہیں تو ایسا کوئی لغو کام نہ کرے اس پر کیا ملے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بکل خطوة عمل سنة اجر صیامها و قیامها

ایک ایک قدم پر ایک سال روزہ رکھنا اور ایک سال پوری رات عبادت کرنے کا ثواب ملتا ہے، سبحان اللہ۔ یہ ثواب حاصل کرنے کے لئے جو قریب رہتے ہیں ان کو تو چاہئے کہ وہ پیدل آجائیں اور جو دور رہتے ہیں تو میں ان سے کہتا ہوں کہ گاڑی ذرا دور

پارک کرلو تاکہ چند قدم چلنا نصیب ہو جائے اور اسی نیت سے چلیں تاکہ یہ ثواب حاصل ہو جائے۔ تو بات اس پر چلی تھی کہ اس شخص کو بھی اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا جو تکلیف اور ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرے۔

۲۲......بائیسواں شخص:

نمبر بائیس، جس کو اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا:

و المشی فی المساجد الی الظلم

جو اندھیروں میں مسجد آتے ہیں۔ ان کو بھی رحمت کا سایہ ملے گا، اس کی تفصیل آپ کے سامنے آگئی ہے۔

تیئسواں اور چوبیسواں شخص:

نمبر تیئس:

و اطعام الجائع

(معجم طبرانی)

[بھوکے کو کھانا کھلانا]

اور دوسری روایت میں فرمایا:

و اطعام الجائع حتی یشبع

[یعنی بھوکے کو کھانا کھلائے یہاں تک کہ وہ سیر ہو جائے]

اس کا پیٹ بھر جائے۔ تو قیامت کے دن اللہ کی رحمت کا سایہ اس کو بھی نصیب ہوگا۔ یہ بڑے اچھے اور نیک کام ہیں۔ یہ تقریباً چالیس اعمال ہیں۔ ہم چوبیس تک الحمد للہ

پہنچ گئے۔ان شاءاللہ رمضان المبارک میں یہ چالیس اعمال بیان کروں گا۔آپ حضرات بور تو نہیں ہو رہے ہیں؟ تھک تو نہیں گئے؟ (جواب ملا......نہیں) ان شاءاللہ بقیہ بعد میں بیان کروں گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَيْکَ.

﴿ ۷ ﴾

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط ششم)

اخلاق کہتے ہیں کسی کو اپنی زبان سے، اپنے قول سے، اپنے ہاتھ سے، اپنے افعال سے تکلیف نہ پہنچانا بلکہ کسی سے تکلیف پہنچے تو اسے معاف کر دینا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کیسے اخلاق تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کیسے اخلاق کی تعلیم دی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''**صل من قطعک و اعف عمن ظلمک و احسن الی من اساء الیک**'' جو تجھ سے رشتہ توڑے تو اس سے رشتہ جوڑ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے اور تجھ سے جو برا سلوک کرے تو اس سے اچھا سلوک کر۔

﴿ ۷ ﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط ششم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنّ سَیِّدَنَا وَ شَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً...... اَمَّا بَعْدُ !

قال النبی ﷺ ان سید التجار رجل لزم التجارة التی دل اللّٰہ عز و جل من الایمان باللّٰہ و رسولہ و جھاد فی سبیلہ فمن لزم البیع و الشراء فلا یذم اذا اشتری و لا یحمد اذا باع و لیصدق الحدیث و الامانة و لا یتمن للمؤمنین الغلاء فاذا کان کذالک کان کاحد السبعة الذین فی ظل العرش.

۲۵......پچیسواں شخص؛ سچا تاجر:

بزرگانِ محترم! بیان چل رہا تھا کہ اللہ کی رحمت کے سایہ میں کون کون لوگ ہوں گے؟ قیامت کے دن جس وقت کہ نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور اللہ کی رحمت کے سایہ کے سوا کوئی سایہ اس دن نہ ہوگا۔ ان میں سے تقریباً چوبیس اعمال بیان کئے تھے۔ انہی

سعادت مندوں میں ایک وہ تاجر بھی ہوگا جو اپنی تجارت میں وہ انداز اختیار کرے، وہ اوصاف اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ نے سورۂ صف میں بیان فرمائے ہیں یعنی اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے اور خریدتے وقت نکتہ چینی نہ کرے اور بیچنے کے وقت اپنے مال کی بہت تعریف نہ کرے کہ مجھ سے زیادہ اچھا کسی کا مال نہیں، جو حقیقت حال ہے بس وہی بتائے یعنی ہمیشہ سچ بولے اور امانت واپس کرے اور مسلمانوں پر مہنگائی کی تمنا نہ کرے۔ اسی طرح کسی مصیبت کی تمنا نہ کرے کہ فلاں پر یہ مصیبت آجائے، تاجروں کے درمیان آپس میں مقابلہ چلتا ہے، اس کی وجہ سے یہ تمنا ہوتی ہے کہ فلاں کی دکان پر مصیبت آجائے، اس کی دکان برباد ہو جائے، میرا ہی مال بکے، اس کے پاس کوئی کسٹمر نہ آئے، کسٹمر آتے ہیں ان کے ذہن کو خراب کیا جاتا ہے۔ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہمیشہ سچ بولے اور کسی مسلمان پر مصیبت کی تمنا نہ کرے۔ جب یہ تمام صفات اس کے اندر ہوں گی تو وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا اور ان سات حضرات کی طرح مسرت محسوس کرے گا جن کا بیان پہلے ہوا ہے۔

اللہ پاک کی پسندیدہ تجارت:

قرآن کریم کی جس آیت میں ایسے تاجروں کا ذکر کیا ہے وہ آیت سورۂ صف میں ہے، کتنا بہترین اندازِ بیان ہے، فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ.

[اے ایمان والو! ہم تم کو وہ تجارت نہ بتا دیں جو تم کو قیامت کے دردناک

عذاب سے نجات دے]

وہ تجارت کیا ہے؟ فرمایا:

تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنفُسِكُمْ

[اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرو۔]

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ.

[یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو۔]

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ

[اللہ تعالیٰ تمہارے سب گناہ معاف کردے گا]

وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ

[اور ایسے باغات میں داخل کردے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی]

وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنَّاتِ عَدْنٍ

[اور پاکیزہ مکان میں داخل کرے گا جو جنت عدن میں ہوں گے]

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ.

(الصّف:۱۰،۱۱،۱۲)

[یہ سب سے بڑی کامیابی ہے]

دنیا کے اندر کبھی سال میں اکا دکا اور کبھی دو چار پانچ سال میں ایک مرتبہ کوئی سی سائٹ (Sea Site) پر، سمندر کے کنارے ہولیڈے (Holiday) کرنے جاتا ہے تو فخر کرتا ہے کہ میں فلاں جگہ گیا تھا، فلاں بنگلہ ہائر (Hire) کیا تھا، فائیو سٹار ہوٹل میں رہا

تھا، سمندر کا کنارہ تھا، کیا باغ و بہار تھی۔ اللہ پاک فرماتے ہیں تم دنیا میں ہمارے بتائے ہوئے کام کرو ہم تمہیں آخرت میں ایسے محل عطا فرمائیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور یہ محل اور باغات ہمیشہ کے لئے ہوں گے۔

دنیا کی نعمتوں پر زوال ہے:

آج ظہر بعد میں نے عرض کیا تھا دنیا کی نعمتیں، ان پر زوال ہے، فنا ہے، آخرت کی نعمتوں پر زوال اور فنا نہیں ہے۔ دنیا کی نعمتیں یقینی نہیں ہیں، آخرت کی نعمتیں یقینی ہیں۔ دنیا کی نعمتیں ہمیشہ باقی نہیں رہیں گی، آخرت کی نعمتیں ہمیشہ باقی رہیں گی۔ تو ایسا تاجر جو اپنی تجارت میں یہ صفات اختیار کرے تو اللہ اس کو ایسا بلند مقام عطا فرمائیں گے۔

ایک اور تجارت:

دیکھو! ہم جتنے بھی اہل ایمان ہیں، ہم نے بھی ایک تجارت کی ہے، وہ کیا ہے؟ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ

(التوبہ:۱۱۱)

[اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں سے ان کے جان و مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔]

گویا ہم نے بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تجارت کی ہے، اب ہمیں بھی اپنی اس تجارت کے اندر سچائی سے کام لینا چاہئے کہ اپنی جان و مال کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستہ میں لگانے میں کوتاہی اور کمی نہیں کرنا چاہئے۔ گویا اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کے لئے

آدمی اپنے آپ کو وقف کردے تو پھر اس تجارت میں- جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کی ہے- خیر و برکت ہوگی۔ اور اگر ایسا نہیں کرتا؛ تو پھر ظاہر ہے کہ وہ آدمی گھاٹے میں رہے گا۔

دوسری جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَتْلُوْنَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً یَّرْجُوْنَ تِجَارَۃً لَّنْ تَبُوْرَ.

(الفاطر:۲۹)

فرمایا______[جو لوگ اللہ کی کتاب (کی آیات) کی تلاوت کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دیا ہے اس میں سے سراً بھی علانیہ بھی ظاہر میں بھی اور مخفی بھی خرچ کرتے ہیں، امید کرتے ہیں ایسی تجارت کی جس میں گھاٹا نہ ہو، نقصان نہ ہو۔]

اس کا کیا بدلہ ہوگا؟ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لِیُوَفِّیَھُمْ اُجُوْرَھُمْ وَیَزِیْدَھُمْ مِّنْ فَضْلِہٖ (الفاطر:۳۰)

[ہم ان کو پورا پورا اجر دیں گے اور اپنے فضل سے اور زیادہ دیں گے]

۲۶......چھبیسواں شخص؛ اچھے اخلاق والا:

نمبر چھبیس: جس کو اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا وہ شخص ہوگا جس کو اس حدیث میں بیان فرمایا:

اوحی اللّٰہ تعالیٰ الی ابراھیم علیہ الصلوۃ و السلام یا خلیلی! حسن خلقک و لو مع الکفار تدخل مداخل الابرار و ان کلمتی سبقت لمن حسن خلقہ ان اظلہ تحت عرشی اسقیہ من حظیرۃ قدسی و

ادنيه من جواري .

(طبرانی معجم اوسط: ۱/۳۶۱)

اس حدیث میں تو بڑی عجیب بشارت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اللہ نے وحی بھیجی، اے میرے خلیل ابراہیم! اپنے اخلاق کو ''حسن اخلاق'' سے آراستہ کرلو، اپنے اخلاق اچھے بنالو اگر چہ تم کو کافر کے ساتھ معاملہ پیش آجائے تب اس کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔ اس کا بدلہ کیا دیں گے؟ فرمایا ___ تم ابرار، متقین، پرہیزگاروں کے زمرے میں شامل ہوجاؤ گے اور میرا یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ جن کے اخلاق اچھے ہوں گے میں ان کو اپنے عرش کے نیچے سایہ عطا کروں گا اور جنت میں ایک خاص مقام ہے ''حظیرۃ القدس'' فرمایا کہ اس کو جنت کے اس مقام سے جنت کی پاکیزہ شراب پلاؤں گا اور اس کو اپنا قرب عطا کروں گا۔ شراب کے بارے میں دوسری جگہ فرمایا:

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (الدہر:۲۱)

دنیا کی شراب سے تو دماغ خراب ہوجاتا ہے، عقل ٹھکانے نہیں رہتی، آدمی پاگل ہوجاتا ہے لیکن جنت میں شراب ملے گی، سبحان اللہ، وہ کیسی شراب ہوگی قرآن کہتا ہے:

خِتَامُهٗ مِسْكٌ

[اس پر مشک کی سل ہوگی]

وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ (الانفطار:۲۶)

ریس کرنے والوں کو، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے والوں کو، اس میں ریس کرنا چاہئے، اس میں آگے بڑھنے کی کوشش کرنا چاہئے۔

شراب کی عادت ہو تو جلد توبہ کرلو:

وہ شراب ایسی ہوگی کہ اس کے پینے کے بعد اللہ کی معرفت بڑھ جائے گی۔ دنیا کی شراب تو ناپاک ہے جس نے دنیا کی شراب پی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا اور جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت پر آئے گی۔ تو جس نے شراب پی ہو وہ توبہ کرلے، توبہ کے بغیر مرے گا تو اس قدر بری حالت ہوگی کہ الامان والحفیظ۔ الحمدللہ میں اس کی قباحت اور گناہ کو پہلے کئی مرتبہ بیان کر چکا ہوں۔ کئی نوجوانوں نے توبہ کی۔ اللہ پاک ان کو استقامت نصیب فرمائے۔ آمین

تین آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے:

ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثلثة لا یدخلون الجنة

[تین آدمیوں کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل نہیں کرے گا]

"**قاطع الرحم**" [رشتے ناتے کو توڑنے والا] کسی نے پھوپھی سے رشتہ توڑ لیا ہے، کسی نے خالہ سے جھگڑا کیا ہے، کسی نے چچا سے کرلیا ہے، کسی نے ماموں سے بات چیت بند کردی۔ رشتے ناتے کو توڑنا بہت بڑا گناہ ہے اور کئی ایسے بھی ہیں جو باپ کو بھی کِک مار دیتے ہیں، باپ سے جھگڑ بیٹھتے ہیں، کتنا قریبی رشتہ ہے، ماں کو بھی بعض چھوڑ دیتے ہیں۔ دوسرے نمبر پر فرمایا "**و مصدق بالسحر**" [جادو کو سچ جاننے والا] تیسرے نمبر پر ارشاد فرمایا "**و من مات مدمن الخمر**" شراب پیتا رہا، پیتا رہا اور اس حالت میں مر گیا، موت آگئی "**سقاه الله من نهر الغوطة**" [اللہ تعالیٰ قیامت

میں اس کو جہنم کے اندر نہر غوطہ سے پلائیں گے۔]

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا نہر غوطہ کیا ہے تم کو معلوم ہے؟ فرمایا زانیہ عورتوں کی شرمگاہ سے نکلنے والا پانی، ایسا بدبودار ہوگا کہ جہنمی اس کی بدبو سے تکلیف محسوس کریں گے، ایسا پانی شرابیوں کو پلایا جائے گا۔

(مرقاۃ: ۷/۲۲۰)

اللہ تعالیٰ زندگی بھر ہمیں شراب سے بچائے۔ اس کو ام الخبائث یعنی ساری خرابیوں کی جڑ فرمایا ہے۔

(الترغیب والترہیب)

تو عرض کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ اپنے اخلاق اچھے کرو اگرچہ کافر مشرک کے ساتھ معاملہ آ جائے۔ اگر اپنے اخلاق اچھے کرلو گے تو میں اپنے عرش کے سایہ میں جگہ عطا کروں گا اور جنت کی شراب طہور پلاؤں گا اور اپنے قرب میں جگہ عطا کروں گا۔

اخلاق حسنہ ہماری نظر میں:

اب اخلاق کس کو کہتے ہیں؟ ہم نے اخلاق حسنہ یہ سمجھ لیا ہے کہ اگر کوئی مہمان آ جائے تو خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات کرلے اور اس کو اچھی جگہ بٹھائے اور اس کو کھانا کھلا دے اور ہندوستان و پاکستان کا ہو تو آخر میں پان پیش کردے، ہم نے اس کو اخلاق سمجھ رکھا ہے۔ یہ اخلاق نہیں ہے، یہ اخلاق کا ایک اثر ہے جیسا کہ حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک صاحب بیمار تھے، ان کی حالت بہت نازک تھی، انتقال کا وقت قریب تھا اپنے بیٹے کو نصیحت کی جب میرا انتقال ہو جائے تو لوگ تعزیت کرنے کے لئے

آئیں گے اور تو عقل کا کمزور ہے، تو ذرا ان کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آنا، جب کوئی تعزیت کے لئے آئے تو میٹھی زبان سے بات کرنا، ان کو اونچی جگہ پر بٹھانا اور بھاری کپڑے پہن کر ان سے ملاقات کرنا یعنی ذرا اچھے صاف ستھرے کپڑے پہننا۔ بابا کا انتقال ہو گیا اب لوگ ملنے کے لئے آ رہے ہیں تو جو آیا اس کو پکڑا اور تجوری جو اوپر تھی اس کو اس کے اوپر بٹھا دیا اور پھر اندر گیا اور بھاری بھاری بستر پہن لئے اور منہ کے اندر گڑ رکھ لیا۔ لوگ کہتے کیا احمق ہے تو وہ کہتا میرے باپ نے وصیت کی تھی کہ جب کوئی تعزیت کے لئے آئے تو اونچی جگہ بٹھانا، میرے گھر میں اس سے زیادہ کوئی اونچی جگہ نہیں ہے اور بھاری کپڑے پہن کر ملنا، بستر سے زیادہ بھاری کپڑا کون سا ہے؟ اور میٹھا بول بولنا۔ اس لئے میں نے منہ میں گڑ بھی رکھ لیا ہے حالانکہ اس کے والد کی وصیت کا مطلب ہرگز یہ نہیں تھا۔ تو ہم نے بھی اخلاق سے بس صرف یہ سمجھ لیا ہے کہ کسی سے تبسم سے مل لیا، میٹھی بات کر لی۔

اخلاق کسے کہتے ہیں؟

اخلاق نام ہے اندرونی کیفیت اور دل کے اندر کے کمالات کا، آدمی کا ایک تو ظاہری ڈھانچہ ہوتا ہے اسے خَلْقُ کہتے ہیں۔ اور انسان کے اندر کی کیفیت دل کی حالت اور سیرت کو خُلُقُ کہتے ہیں۔ جب ہم آئینہ دیکھتے ہیں تو دعا پڑھتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ

[اے اللہ تو نے میرا ظاہری ڈھانچہ خوبصورت بنایا ہے تو میرے اخلاق کو بھی اچھا بنا دے]

تو یہاں خَلْقُ سے ظاہری ڈھانچہ اور خُلُقُ سے اخلاق مراد ہیں، اور اصطلاح میں اخلاق کہتے ہیں کسی کو اپنی زبان سے، اپنے قول سے، اپنے ہاتھ سے، اپنے افعال

سے تکلیف نہ پہنچانا بلکہ کسی سے تکلیف پہنچے تو اسے معاف کر دینا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے تھے خُلُقُ مخلوق کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنے کو کہتے ہیں جس سے خالق بھی راضی ہو۔ چکنی چپڑی بات کرنے سے جب کہ دلوں میں بغض وعداوت ہو خالق کہاں سے راضی ہوسکتا ہے؟ اور جس سے چکنی چپڑی بات کر رہا ہے اسے بھی دل میں بغض و عداوت کا علم ہو جائے تو وہ بھی کہاں سے راضی ہوگا؟

(الکوکب الدری، ملفوظات فقیہ الامت: ۳۱/۲)

اخلاق کی اقسام:

قرآن کریم واحادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اخلاق کی تین قسمیں علماء نے بیان کی ہیں۔

۱...... خُلق حسن؛ خلق حسن عدل کامل کو کہتے ہیں، ہر معاملہ میں اعتدال کی کوشش کرنا، مثلاً کسی نے آپ کو طمانچہ یا چپت ماردیا تو آپ نے بھی اتنی ہی زور سے اسے طمانچہ یا چپت ماردیا تو یہ عدل کامل کہلاتا ہے، اور کہا جائے گا کہ آپ خُلق حسن پر فائز ہیں، اور اگر آپ نے چپت کے جواب میں مُکّا ماردیا تو عدل قائم نہ رہا آپ بداخلاق اور ظالم کہلائیں گے۔

۲...... خُلق کریم؛ دوسرا درجہ خلق کریم کا ہے، اس میں ایثار ہوتا ہے دوسرا زیادتی کرے آپ معاف کر دیں تو یہ خلق کریم کہلاتا ہے۔

۳...... خُلق عظیم؛ تیسرا درجہ خلق عظیم کا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کوئی آپ کے ساتھ زیادتی کرے تو صرف یہ نہیں کہ اسے معاف کر دیا بلکہ اس کے ساتھ احسان بھی کیا، یہ خلق عظیم کہلاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہمیں خلق عظیم اختیار کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

صل من قطعک و اعف عمن ظلمک و احسن الی من اساء الیک.

[جو تجھ سے رشتہ توڑے تو اس سے رشتہ جوڑ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اسے معاف کر دے اور جو تجھ سے برا سلوک کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔]

اسلام اخلاق سے پھیلا ہے:

اسلام دنیا کے کونے کونے میں پہنچا ہے، غیروں نے مشہور کر دیا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام تلوار سے نہیں پھیلا ہے، اسلام اپنی حقانیت، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق، اچھی تعلیم کی بنیاد پر پھیلا ہے۔ تلوار تو آخری درجہ ہے۔ آپ اسلامی تعلیم اٹھا کر دیکھئے، سب سے پہلے اسلام پیش کریں گے:

اسلم تسلم

[اسلام قبول کرلو محفوظ رہو گے]

اگر قبول نہیں کرتے، تو جزیہ دو، ہمارے ماتحت رہو، تمہاری حفاظت کی جائے گی اور ہم لوگ جو اسلام کی اور توحید کی دعوت دینا چاہتے ہیں اس کے لئے رکاوٹ نہ بنو اور اگر یہ بھی قبول نہیں کرتے ہیں تو پھر آخر میں تلوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوہا بھی نازل فرمایا ہے ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ﴾ (الحدید: ۲۵) تو بالکل آخر میں تلوار ہے۔ حضرت عمرؓ کس سے دب کر مسلمان ہوئے؟ خالد بن ولیدؓ پر کون سی تلوار اٹھی؟ اسلام کی حقانیت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق مبارکہ دیکھ کر بڑے بڑے دشمنان اسلام، اسلام میں داخل ہو گئے۔ اس پر کئی واقعات شاہد عدل ہیں، ایک واقعہ عرض کرتا چلوں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے، دوپہر کی شدت

کی گرمی تھی سب صحابہ آرام فرما رہے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے نیچے آرام فرمانے کی غرض سے لیٹے، اور اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی، اور آپ کی آنکھ لگ گئی، کہ اچانک ایک کافر آ گیا اس نے دیکھا کہ بہت اچھا موقعہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ و سلم صحابہ کے مجمع سے دور ہیں، تلوار بھی درخت پر لٹک رہی ہے، وہ قریب آ گیا، اور درخت سے تلوار اتاری اور قریب تھا کہ آپ کے اوپر وار کر دے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اس نے کہا کہ بتا اے محمد! آج تجھے میری تلوار سے کون بچائے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قلبی اطمینان عطا فرمایا تھا، آپ کی زبان مبارک سے نکلا: اللہ، اللہ بچانے والا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے لفظ ''اللہ'' نکلنا ہی تھا کہ وہ کافر کانپنے لگا اور اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی، آپ نے وہ تلوار اٹھالی اور فرمایا بتا اب تجھے میری تلوار سے کون بچائے گا؟ وہ کافر تھا اس کا تو اللہ پر ایمان نہیں تھا اس نے کہا کہ اب آپ کے سوا کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس خدا نے تیری تلوار سے مجھے بچایا وہی خدا میری تلوار سے تجھے بچا سکتا ہے، جا میں نے تجھے معاف کر دیا، اس نے کہا: کہاں جاؤں؟ آپ نے فرمایا جہاں تیرا دل چاہے وہاں چلا جا، اس نے کہا کہ اخلاق کریمانہ سے آپ نے میرے پیروں میں بیڑی ڈال دی، آپ ایسے اخلاق سے پیش آئے ہیں کہ اب واپس جانے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے، اور وہ شخص کلمہ پڑھ کر ایمان میں داخل ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ معیار ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کتنے اونچے تھے؟ قرآن کہتا ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ.

(القلم:۴)

[بے شک آپ اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں]

احقر کے استاذ وخسر حضرت مولانا اسلام الحق صاحب نور اللہ مرقدہ بڑے جوش وولولہ سے یہ بات کہتے تھے کہ انسان کے اخلاق دو قسم پر ہیں۔ ہمارے ساتھ کوئی محبت سے ملتا ہے تو ہم اسے سٹیفکیٹ دے دیتے ہیں کہ ماشاء اللہ بڑے اچھے اخلاق والے ہیں، یہ شخص بڑا خلیق ہے، ہم اسے سند دے دیتے ہیں، ہم اس کے گھر والوں سے بھی پوچھیں۔ انسان کے دو اخلاق ہیں، ایک باہر کے اور ایک گھر کے، باہر تو بڑے میٹھے اور گھر جاتے ہیں تو بیوی پر ہر وقت ڈنڈا، ہر وقت غصہ، ہر وقت جلال، یہ اچھے اخلاق نہیں ہیں، خدا کی پناہ! خدا کی پناہ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق کی گارنٹی ایسے دو شخصوں نے دی ہے کہ وہ دو شخص جس کسی کے بارے میں کہہ دیں تو سمجھ لو کہ سو فی صد، ہنڈریڈ پرسنٹ صحیح ہے۔ ایک بیگم صاحبہ وہ کسی کو بخشتی نہیں ہے، جس کی بیوی کہہ دے کہ میرے شوہر بڑے با اخلاق ہیں سمجھ لو کہ وہ حقیقت میں با اخلاق ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیویاں، گیارہ ازواج مطہرات تھیں، اور ساری ازواج مطہرات کہتی ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر با اخلاق کسی شخص کو نہیں دیکھا۔ اور آپ سب حضرات یہ تو جانتے ہی ہوں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بیویوں سے بہت محبت تھی، ایک حضرت عائشہؓ دوسری حضرت خدیجہؓ۔ مگر احادیث وسیرت کی کتابوں کو اٹھا کر دیکھ لیجئے ہر ازواج مطہرات کا رپورٹ یہی تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق کی وجہ سے ہر ازواج مطہرات یہی فرماتی

تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مجھے چاہتے تھے۔

اور دوسرے نمبر پر خادم کہے، اور خادم بھی وہ جو چھوٹے ہوں وہ کہے میرا استاذ بڑا اچھا ہے تو سمجھ لو واقعی وہ اخلاق مند ہے، کیوں کہ یہ بچے بھی کسی استاذ کو بخشتے نہیں ہیں، چھوٹے بچوں میں نفاق نہیں ہوتا، صاف بات کہہ دیتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے خادم حضرت زید بن حارثہؓ صرف ۱۲/سال کی عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم بن گئے، زہے عز وشرف!! کیا نصیب تھا۔ آپ کے متعلق روایتوں میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے والد اور چچا آپ کو لینے کے لئے آئے تو آپ نے آزادی کو چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کو ترجیح دی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو دیکھ کر آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہنا پسند کیا۔ اسی طرح حضرت ثوبانؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد کرنا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا، صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حمیدہ کی وجہ سے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ اسی طرح حضرت انس بن مالکؓ جن کا لقب خادم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے، آپ نے دس سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، آپ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دس سالوں میں مجھے کسی کرنے کے کام کے نہ کرنے پر یہ نہیں کہا کہ یہ کیوں نہیں کیا؟ اور کسی نہ کرنے کے کام کے کرنے پر یہ نہیں کہا کہ یہ کام کیوں کیا؟ اور نہ کبھی ڈانٹا، یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل شفقت اور اونچے اخلاق کا نمونہ تھا۔

ایک دوسری روایت میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں:

کان رسول اللّٰہ ﷺ من احسن الناس خلقا

[حضور صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق وعادات کی خوبی میں تمام لوگوں سے بڑھ کر تھے۔]
(مظاہر حق جدید: ۳۴۱/۵)

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں آپ کے امتی ہونے پر فخر محسوس کرتے ہیں، ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے اخلاق کو سنوار لیں، ہم اپنے اخلاق کو اخلاق محمدی کا نمونہ بنالیں، ہم یہ فکر کریں کہ ہمارے ہاتھ اور زبان سے ناحق کسی کو تکلیف نہ پہنچے، بلکہ کسی دوسرے سے ہمیں تکلیف پہنچ بھی جائے تو ہم ہمارے حسن خلق کا ثبوت دیتے ہوئے اسے معاف کردیں، یہاں دنیا میں کی ہوئی نیکی ہی کل آخرت میں کام آئے گی، یہ حسن خلق ہی ہمیں کل عرش کا سایہ نصیب کرے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو اخلاق حسنہ اختیار کرنے کی توفیق عطا فرماوے، ہمیں ہمارے والدین کے ساتھ بیوی بچوں کے ساتھ اعزہ واقارب کے ساتھ پڑوسیوں کے ساتھ گاؤں والوں کے ساتھ ملک والوں کے ساتھ تمام مسلمانوں کے ساتھ برادران وطن کے ساتھ حسن اخلاق کے ساتھ پیش آنے کی توفیق نصیب فرماوے۔ ساتھ ہی دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام کو ابرار ومتقین و پرہیزگاروں کے زمروں میں شامل فرماوے، اور جنت میں حظیرۃ القدس سے شراب طہور کا پینا نصیب فرماوے۔ آمین

آج کی مجلس کو ان ہی باتوں پر ختم کرتا ہوں، زندگی باقی رہی تو اگلی مجلس میں ستائیسویں شخص سے پھر بات شروع کروں گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۸

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط ہفتم)

﴿ ۸ ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قیامت کا منظراور عرش کا سایہ

(قسط ہفتم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَهْلِ طَاعَتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً...... اَمَّا بَعْدُ !

بزرگان محترم! ذکر ہو رہا تھا کہ قیامت کے میدان میں جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، لوگ حیران ہوں گے لیکن کچھ سعادت مند ایسے بھی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے۔ ان میں سے تقریباً چھبیس کا بیان ہو چکا ہے۔

۲۷......ستائیسواں شخص؛ یتیم کی کفالت کرنے والا:

نمبر ستائیس:

من كفل يتيماً　(معجم طبرانی)

[جو شخص کسی یتیم کی کفالت کرے]

اس کی پرورش کرے، اس کا پورا پورا خیال رکھے۔ یتیم جس کے والد کا سایہ بچپن

میں سر سے اٹھ گیا ہو اور وہ اپنے والد کی شفقت سے محروم ہو گیا ہو تو اگر کوئی شخص ایسے یتیم کی دیکھ بھال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے۔ اور بھی اس کے بڑے فضائل حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔

یتیم کی پرورش کی فضیلت:

ایک حدیث میں حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انا و كافل اليتيم له او لغيره فى الجنة هكذا و اشار بالسبابة و الوسطىٰ فرج بينهما.

(بخاری شریف: ۲/ ۸۸۸)

[میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سبابہ اور وسطیٰ سے اشارہ فرمایا اور درمیان میں ذرا سی کشادگی رکھی۔]

مطلب یہ ہے کہ جنت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت ہی قریب ہوگا۔

جنت واجب ہو جائے گی:

ایک اور حدیث میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من قبض يتيما من بين المسلمين الى طعامه و شرابه ادخله الجنة البتة الا ان يكون قد عمل ذنبا لا يغفر.

(ترمذی)

جس شخص نے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کیا، اس کے کھانے پینے کا انتظام کیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت واجب کر دیتے ہیں، الا یہ کہ وہ ایسا گناہ کرے جو قابل مغفرت نہ ہو یعنی شرک کرے۔

بالوں کے برابر نیکیاں:

دوسری حدیث میں ہے:

عن ابی امامةؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من مسح راس یتیم لم یمسحه الا للّٰه کان له بکل شعرة یمر علیها یده حسنات و من احسن الی یتیمة او یتیم عنده کنت انا و هو فی الجنة کهاتین و قرن بین اصبعیه.

(ترمذی)

حضرت ابوامامہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یتیم کے سر پر شفقت سے ہاتھ پھیرے تو ہر بال کے بدلہ اس کو نیکیاں ملیں گی۔ اور جو کسی یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے کے ساتھ اچھائی کا معاملہ کرے تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو انگلیوں کو ملا دیا۔

دل کی سختی دور کرنے کا نبوی علاج:

بزرگان محترم! اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت کے طالب ہیں تو ہمیں چاہئے کہ ہم یتیموں کی پرورش کریں، یتیموں کی کفالت کریں، ان کا خرچہ پانی اٹھائیں۔ حضرت مولانا صوفی عبدالحی سواتیؒ نے اپنی مشہور تفسیر ''معالم العرفان'' میں مسند احمد کے حوالہ سے متعدد جگہ ایک حدیث بیان فرمائی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے دل میں سختی پاتا ہوں اس کا علاج فرمائیں۔تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشادفرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ رکھواور مساکین کوکھانا کھلاؤ۔اللہ تعالیٰ تمہارے دل کی سختی کودورفرمادیں گے۔

حقیقت میں دوستو! تنگدلی بہت بُری بیماری ہے، اللہ تعالیٰ سے جس قدر تنگ دل والا اور سخت دل والا بعید اور دور ہوتا ہے کوئی اور اتنا دور نہیں ہوتا۔ میرے بھائیو! یہ حدیث تو ہم نے سن لی، شایداس سے پہلے بھی کئی بار یہ حدیث سنی ہوگی، کیا ہم نے اس پر عمل بھی کیا کہ نہیں؟ کون شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے میرا دل تو خشیت الٰہی ومحبت الٰہی سے معمور ہے، بندۂ ناچیز تو آپ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، مگر میرا قلب تو تاریک ہی تاریک ہے، ابھی تھوڑے دنوں قبل میرے دوست مولانا ایوب صاحب بندۂ الٰہی زیدمجدہ سے ملاقات ہوئی وہ فرمارہے تھے، آپ کی داڑھی تو بالکل سفید ہوگئی، میں نے کہا بیشک میری داڑھی سفید ہوگئی، میرا دل ابھی تک تاریک اور کالا ہے، خدا کرے دل بھی سفید اور نورانی بن جائے۔

اہل اللہ کی فراست وبصیرت ایمانی:

حضرت سرّی سقطیؒ سے روایت ہے کہ عید کے دن میں نے حضرت معروف کرخیؒ کودیکھا کہ آپ کھجوریں چن رہے ہیں، ایک کمسن لڑکا ان کے پاس کھڑا ہے، میں نے پوچھا حضرت آپ ان کھجوروں کا کیا کریں گے؟ فرمایا جولڑکا میرے پاس کھڑا ہے رو رہا تھا میں نے اس سے رونے کا سبب پوچھا تو اس نے کہا، میں یتیم ہوں۔آج عید کے دن دوسرے لڑکوں نے نئے نئے کپڑے پہنے ہیں لیکن ہمارے گھر میں کچھ بھی نہیں۔

چنانچہ میں کھجوریں اس لئے چن رہا ہوں کہ انہیں فروخت کر کے اس بچہ کے لئے اخروٹ خریدوں۔ یہ اخروٹ سے کھیلے گا اور اس کا دل بہل جائے گا۔ (اس وقت بچے اخروٹ سے کھیلا کرتے تھے) حضرت سرّی سقطیؒ نے کہا آپ تکلیف نہ اٹھائیں اس بچہ کی دل داری میں کروں گا۔ یہ کہہ کر اس بچہ کو میں اپنے ساتھ لے آیا، پہلے اس کو نئے کپڑے پہنائے اور پھر اس کو اخروٹ لے دئے۔ وہ بچہ بہت خوش ہو گیا، اسی وقت میرے دل میں ایسا نور و سرور پیدا ہوا کہ میری حالت ہی کچھ اور ہو گئی۔

اگر ہم بھی اپنے دل کی سختی کو دور کرنا چاہتے ہیں، اپنے دل کو نورانی اور اللہ کی معرفت و محبت الٰہی سے معمور کرنا چاہتے ہیں تو یتیموں پر شفقت کیا کریں، اگر یہ نہیں ہو سکتا اور والدین حیات ہوں تو دل و جان سے خوب والدین کی خدمت کیا کریں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے تھے ماں کی خدمت اور دعاؤں کی وجہ سے میں نے دیکھا کہ میرا قلب انوار الٰہی سے معمور ہو گیا۔

بہترین اور بدترین گھر:

نیز حدیث میں ہے:

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ خير بيت فى المسلمين بيت فيه يتيم يحسن اليه و شر بيت فى المسلمين بيت فيه يتيم يساء اليه.

(ابن ماجہ)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں بہترین گھر وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے

گھروں میں بدترین وہ گھر ہے جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو، اس کا خیال نہ رکھا جاتا ہو۔ تو جو شخص یتیم کا خیال رکھتا ہے اللہ پاک اس کو یہ فضائل بھی عطا فرمائے گا اور قیامت کے میدان میں اللہ کی رحمت کا سایہ بھی اس کو ملے گا۔ اللہ پاک ہم کو بھی اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۸......اٹھائیسواں شخص؛ بیوہ کی خبر گیری کرنے والا:

نمبر اٹھائیس؛ ''او ارملة'' [یا کسی بیوہ کی کفالت کرے] جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو اور کوئی اس کے کھانے پینے کا انتظام کرنے والا نہ ہو۔ اب کوئی شخص اس کی ضروریات کا انتظام کر دے، اس کے کھانے پینے کا خیال رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی رحمت کا سایہ عطا فرمائے گا۔ ایک حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الساعی علی الارملة و المسکین کالمجاهد فی سبیل الله و احسبه قال کالقائم لا یفتر و کالصائم لا یفطر .

(بخاری شریف:۲/۸۸۸)

بیوہ اور مسکین کے لئے کوشش کرنے والا ایسا ہے جیسا اللہ کے راستہ میں کوشش کرنے والا۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیوہ کی خبر گیری رکھنے والا اس شب بیدار عابد کی طرح ہے جو نہ تھکے اور اس روزہ دار کی طرح ہے جو افطار نہ کرے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک ایسے شخص کو راتوں میں عبادت کرنے اور دنوں میں روزہ رکھنے والے کی طرح اجر و ثواب عنایت فرمائیں گے۔ تو وہ لوگ بہت ہی قابل تعریف ہیں جو یتیموں کا بھی خیال رکھتے ہیں اور بیواؤں کی بھی خبر گیری رکھتے ہیں۔ اللہ

پاک کے یہاں اس کا بہت بڑا درجہ ہے۔ اللہ پاک ہم کو بھی اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

۲۹......انتیسواں عمل؛ حق بات قبول کر لینا:

نمبر انتیس؛ ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہوگا جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اتدرون من السابق الی ظل اللہ یوم القیامۃ ؟ قالوا اللہ و رسولہ اعلم.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے سوال کیا کہ تمہیں معلوم ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ کے عرش کے سایہ میں کون پہنچے گا؟ صحابہؓ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں کہ سب سے پہلے کس کو عرش کے سایہ میں جگہ ملے گی؟

قال الذین اذا اعطوا الحق قبلوہ. (مسند احمد:۶/۶۹)

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وہ لوگ ہوں گے جب ان کے سامنے حق اور سچائی کو پیش کیا جاتا ہے تو وہ اسے قبول کر لیتے ہیں، اور یہ بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کے اندر یہ صفت پیدا فرمائے۔

تکبر کی تعریف:

حق بات سامنے آنے پر قبول نہ کرنا یہ تکبر کی علامت ہے۔ تکبر کے اصل معنی بڑائی کے ہیں، اور اصطلاح میں اپنے آپ کو اس طور پر بڑا سمجھنا اور بڑا ظاہر کرنا کہ جس کے سبب لوگوں پر اپنی فوقیت اور برتری جتانا مقصود ہو، حق کو قبول کرنے اور حق کی فرماں برداری سے انکار ہوتا ہو اور تمرد و سرکشی ظاہر ہوتی ہو تو وہ تکبر کہلاتا ہے۔

ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

قال رسول الله ﷺ لا یدخل الجنة من کان فی قلبه مثقال ذرة من کبر فقال رجل ان الرجل یحب ان یکون ثوبه حسنا و نعله حسنا قال ان الله جمیل یحب الجمال .

وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا (یہ سن کر) ایک شخص نے عرض کیا کہ کوئی آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس عمدہ ہو اور اس کے جوتے اچھے ہوں۔ اور وہ اپنی اس پسند اور خواہش کی بنا پر اچھا لباس پہنتا ہے اور اچھے جوتے استعمال کرتا ہے تو کیا اس کو بھی تکبر کہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ جمیل یعنی اچھا اور آراستہ ہے اور جمال یعنی اچھائی اور آراستگی کو پسند کرتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اچھے کپڑے پہن لینا، اچھے جوتے استعمال کرنا، اچھا کھانا کھا لینا، بہترین اور اعلیٰ قسم کی کار استعمال کرنا یہ تکبر نہیں ہے، اللہ نے دیا ہے تو استعمال کرے۔ اللہ نے جو نعمت دی ہے اس کا اظہار کرے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الکبر بطر الحق و غمط الناس

تکبر یہ ہے کہ حق بات کو ہٹ دھرمی سے نہ مانا جائے یعنی حق بات کو قبول نہ کرے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے۔

(مظاہر حق: ۴/۵۸۳)

حق کی مخالفت کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا یہ تکبر ہے۔ ایمان والے کے سامنے جب حق پیش کیا جائے، اس کی غلطی پر اس کو متنبہ کیا جائے تو ایمان والے اپنی غلطی اور اپنے قصور کو قبول کر لیتے ہیں۔

حق پر ہونے کے باوجود اپنا حق چھوڑ دینا:

اور حق پر ہونے کے باوجود کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فریق مقابل ہماری بات کا انکار کر دیتا ہے، قبول نہیں کرتا ہے۔ کبھی ایسا ہو جاتا ہے کہ دو دوستوں میں، دو بھائیوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے۔ اب آپ جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں اور میرا بھائی، میرا دوست حق پر نہیں ہے، غلطی پر ہے لیکن اس کے باوجود کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حق کو قبول نہیں کرتا ہے۔ آپ تو حق پر ہیں تو اس کے باوجود اپنے بھائی کو معاف کر دینا اس کا بھی بہت اونچا مقام ہے۔

عن ابی امامة الباهلیؓ قال قال رسول الله ﷺ انا زعیم ببیت فی ربض الجنة لمن ترک المراء و ان کان محقا و ببیت فی وسط الجنة لمن ترک الکذب و ان کان مازحا و ببیت فی اعلیٰ الجنة لمن حسن خلقه.

(رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ باہلیؓ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں ذمہ دار ہوں (گارنٹی دیتا ہوں) جنت میں مضافات (کنارے پر) پر ایک محل کی اس شخص کے لئے جو جھگڑے کو چھوڑ دے اگر چہ وہ حق پر ہو اور بیچ جنت میں ایک محل کی اس شخص کے لئے جو جھوٹ کو چھوڑ دے اگر چہ مذاقاً ہو اور جنت کی بلندی پر ایک محل کی اس شخص کے لئے جس کے اخلاق بہت عمدہ ہوں۔

یہ ایمان والے کے لئے بہت اونچا مقام ہے کہ جب ان کے سامنے سچائی اور حق بات کہی جائے تو پھر تاویلیں نہ کرے، حق بات ہے تو قبول کرے۔ تو ایسے حق قبول کرنے والوں کو بھی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس میں شامل فرمائے۔ آمین

۳۰......تیسواں عمل؛ اللہ کے راستہ میں خرچ کرنا:

نمبر تیس: فرمایا:

و اذا سالوہ بذلوہ (مسند احمد:۶/۶۹)

اور جب ان کو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے کہا جاتا ہے تو وہ خرچ کرتے ہیں۔ جب تقاضا آئے اور جیسا موقعہ آئے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا تو وہ خرچ کرتے ہیں جیسے صحابہ کرامؓ کی زندگی دیکھئے۔ جب موقعہ آیا جس کی جو طاقت تھی اللہ کی راہ میں اپنا مال لگا دیا۔

غزوۂ تبوک کے موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کرنے کا حکم فرمایا، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اتفاقاً اس زمانہ میں میرے پاس کچھ مال موجود تھا، میں نے کہا آج میرے پاس اتفاق سے مال موجود ہے۔ اگر میں ابوبکرؓ سے کبھی بڑھ سکتا ہوں تو آج بڑھ جاؤں گا۔ یہ سوچ کر خوشی خوشی میں گھر گیا اور جو کچھ بھی گھر میں رکھا تھا، اس میں سے آدھا لے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جو کچھ رکھا تھا سب لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ انہوں نے فرمایا، ان کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نام چھوڑ آیا ہوں۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت اور ان کی رضا اور خوشنودی کو چھوڑ آیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں نے کہا، میں حضرت ابوبکرؓ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

خوبیوں اور نیکیوں میں یہ کوشش کرنا کہ دوسروں سے بڑھ جاؤں، یہ مستحسن اور

مندوب ہے۔قرآن پاک میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْن.

حضرت ابوطلحہ انصاریؓ مدینہ منورہ میں سب سے زیادہ اورسب سے بڑے باغ والے تھے۔ان کا ایک باغ تھا جس کا نام ’’بیر حاء‘‘ تھا۔وہ ان کو بہت زیادہ محبوب تھا۔مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا۔ پانی بھی اس میں نہایت شیریں اورافراط سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔جب قرآن شریف کی آیت ’’لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. ‘‘[تم نیکی (کے کامل درجہ) کونہیں پہنچ سکتے، جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کروگے، جوتم کو بہت محبوب ہو۔] نازل ہوئی تو ابوطلحہؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اورعرض کیا کہ مجھے اپنا بیر حاء باغ سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ محبوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرو۔اس لئے وہ اللہ کے راستہ میں دیتا ہوں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا مناسب سمجھیں اس کے موافق اس کو خرچ فرما دیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا، بہت ہی عمدہ مال ہے۔میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اس کو اپنے اہل قرابت میں تقسیم کردو۔ابوطلحہؓ نے اس کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرمادیا۔

تو جولوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں وہ لوگ بھی اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوں گے۔

۳۱......اکتیسواں عمل؛ دوسروں کے درمیان ایسا فیصلہ کرنا جیسا اپنے لئے چاہتا ہے:

نمبر اکتیس:

وحکموا للناس کحکمهم لانفسهم (مسند احمد:۶/۶۹)

فرمایا قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں وہ شخص بھی ہوگا جو لوگوں کے درمیان اس طرح فیصلہ کرے جیسا اپنی ذات کے لئے فیصلہ کرتا ہے۔اگر کسی کے درمیان فیصلہ کرنے کا موقع آئے اور فیصلہ کے وقت تعلقات کے باوجود یا دشمنی کے باوجود (یہ دو صورتیں عام طور پر ہوتی ہیں) وہ حاکم وقت حق کو نہ چھوڑے اور عدل کے دامن کو مضبوطی سے تھامے اور ایسا فیصلہ کرے کہ اگر یہی معاملہ اس کی ذات پر آتا تو کیا فیصلہ کرتا؟ اگر دوسروں کے درمیان فیصلہ کرنے کا موقع آئے تو وہاں بھی اسی طرح فیصلہ کرے کہ جیسے یہ میرا معاملہ ہے۔انسان اگر اس طرح سوچے گا تو عدل کا دامن کبھی اس کے ہاتھ سے نہیں چھوٹے گا۔

عدل وانصاف کا مقام:

حضرت ابوالحسن بن محمد حبیب البصری البغدادی جو ماوردی کے نام سے مشہور ہیں۔پانچویں صدی ہجری کے وہ سب سے بڑے مفتی، فقیہ اور سیاسی مفکر اور بغداد کے قاضی القضاۃ تھے۔ان سے کسی نے سوال کیا، اخلاق کا کمال کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا عدل۔ اور پوچھا دین کا کمال کیا ہے؟ اس کے جواب میں بھی فرمایا عدل ہے۔اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَاِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ (النساء:۵۸)

[اور جب آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل کے ساتھ کریں۔]

اس آیت میں ہر وہ شخص جو صاحب اقتدار ہو، چاہے وہ قاضی ہو یا کورٹ کا جج یا شہر کا کمشنر اور ڈپٹی کمشنر یا صوبے کا گورنر یا پھر ملک کا صدر اور وزیر اعظم ہو، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم سے پہلے اگلی امتیں اس لئے بھی نیست و نابود ہوئیں کہ وہ انصاف نہیں کرتی تھیں۔ کمزوروں کے لئے الگ قانون اور رؤساء کے لئے الگ قانون رکھتی تھیں۔ اگر کمزور شخص کوئی قانون توڑتا تو اس کو سزا دی جاتی تھی اور مالداروں کو کھلی چھوٹ ہوتی تھی۔ اسلام میں حاکم کی بڑی ذمہ داری ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ ہر حاکم اللہ کا نائب ہے اس لئے عدل وانصاف کو قائم کریں، اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی صفت عدل ہے اور عدل ہی سے زمین وآسمان کا کارخانہ قائم ہے۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا'' [اسی نے آسمان کو اونچا کیا] ''وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا'' [اور زمین کو نیچا کیا] اور حکم دیا اے ایمان والو! عدل کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمکی زندگی ہمارے لئے اسوہ اور نمونہ ہے۔

عدل وانصاف کا ایک نمونہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کے لئے کیسے منصف تھے، ایک مختصر واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ بنی مخزوم کی ایک خاتون فاطمہ کا مقدمہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، بڑے اونچے گھرانے کی عورت سمجھی جاتی تھی، چوری کے الزام میں پکڑی گئی تھی تو اس نے سفارش سے کام لینا چاہا، اس نے اسامہ بن زید کی خوشامد کی۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ ایک نو عمر صحابی تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبوب تھے۔ چنانچہ حضرت اسامہؓ نے کم عمری کی وجہ سے سفارش کی اہمیت پر غور نہیں کیا اور کسی کی مدد کرنے کے خیال سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملزمہ کے ساتھ رعایت کی سفارش کر دی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور غصے سے تمتما اٹھا اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے ارشاد فرمایا مجھے اللہ کی حدود قائم کرنے میں سفارش کرتے ہو، اگر قانون کی زد میں اس فاطمہ کی جگہ میری نور نظر لخت جگر فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی (اعاذ ہا اللہ منہ) تو میرا فیصلہ یہی ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کعبۃ اللہ کی چابی کے متعلق فیصلہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ سے تشریف لے جا رہے تھے، ایک شخص تھا طلحہ بن عثمان شیبی، اس کے پاس کعبۃ اللہ کی چابی تھی۔ اس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے فرمایا ذرا مجھے چابی دے دو میں دو رکعت نماز پڑھ لوں، اس نے کہا آپ کو چابی نہیں ملے گی کیونکہ اس وقت کفار کی طاقت تھی۔ عثمان بن طلحہ نے آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر جانے سے روکا اور انتہائی ترشی دکھلائی۔ آپ صلی اللہ علیہ و سلم بردباری کے ساتھ اس کے سخت کلام کو برداشت کرتے رہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ و سلم نے عثمان بن طلحہ شیبی سے کہا کہ تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جب چابی میرے ہاتھ میں ہوگی، آج تو دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے چابی نہیں دیتا ہے۔ ایک وقت ان شاء اللہ وہ بھی آئے گا کہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ اس وقت تیرا کیا حال ہوگا؟ جب کہ مجھے اختیار ہوگا جس کو چاہوں گا چابی سپرد کر دوں گا۔ عثمان بن طلحہ شیبی نے بڑے فخر کے انداز

میں کہا، اگر ایسا ہوا تو قریش ہلاک و ذلیل ہو جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اس وقت قریش آباد اور عزت والے ہو جائیں گے۔

اب ذرا اس منظر کو بھی اپنے ذہن میں رکھیں کہ ہجرت سے قبل کفار مکہ نے اہل ایمان اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا؟ ظلم کے کیسے پہاڑ توڑے تھے، صحابہؓ مظلوم بن کر زندگی گزار رہے تھے، اس وقت اگر کوئی آدمی یہ کہہ دے کہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی تو کوئی ماننے کے لئے تیار ہوگا؟ عثمان نے جب یہ سنا تو اس کے اندر بھی فخر تھا، جواب دیا، میاں جاؤ جاؤ، کب آپ کے ہاتھ میں چابی آئے گی اور کیا ہوگا؟ نفرت اور حقارت کے ساتھ انکار کر دیا اور شیبی نے دو رکعت نماز کعبۃ اللہ میں پڑھنے نہیں دی۔ خیر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ آٹھ سال وہاں گذارے، اب فتح مکہ ہو گیا ہے اور فاتحانہ انداز سے مکہ مکرمہ میں داخل ہو رہے ہیں اور کعبۃ اللہ کی چابی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں آ گئی ہے، دروازہ کھولا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے، نماز پڑھی، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ مکہ مکرمہ میں جتنے قبیلے تھے ہر قبیلہ کے پاس ایک خدمت تھی، کوئی قبیلہ حجاج کو پانی پلاتا تھا، کوئی مہمان نوازی کرتا تھا، کسی کے ہاتھ میں کعبۃ اللہ کی چابی تھی۔ ہر ایک کی اپنی اپنی ایک خدمت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے اندر تھے، حضرت علیؓ نے کہا اے اللہ کے رسول! یہ چابی اب مجھے عنایت فرما دیجئے تاکہ میرے خاندان میں یہ سلسلہ چلتا رہے، بہت بڑا مقام کنجی بردار کا تھا، کعبۃ اللہ کی چابی رکھنا بہت معزز خدمت تھی، دوسرے بعض حضرات آئے انہوں نے فرمائش کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ خدمت ہمارے

حوالے کر دیجئے۔ ہر ایک اس خدمت کے لئے تڑپ رہا تھا، عین کعبۃ اللہ کے اندر ہی جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی وہاں موجود تھے، سب اپنی اپنی خواہش اور تمنا ظاہر کر رہے تھے کہ حضرت جبرئیلؑ تشریف لائے اور کعبۃ اللہ کے اندر آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِ اِلٰی اَھْلِھَا وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ

(النساء:۵۸)

[اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جس کی امانت ہے، امانت والے کو امانت دے دیں اور جب آپ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں تو عدل کے ساتھ کریں۔]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر نہ حضرت علیؓ کو چابی دی، نہ حضرت عباسؓ کو دی اور نہ کسی اور صحابی کو دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان بن طلحہ شیبی کو بلاؤ، وہ گھبرائے ہوئے آئے، ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، دل میں آیا آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ لیں گے۔ لیکن انہیں کیا معلوم کہ نبی رحمت کی ذات گرامی انتقام کے تصور سے بہت بلند و بالا ہے۔ پھر کیا ہوا؟ نبی رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان شیبی کو چابی واپس کرتے ہوئے فرمایا، لو اب یہ چابی ہمیشہ تمہارے ہی خاندان کے پاس قیامت تک رہے گی، جو شخص تم سے یہ چابی لے گا وہ ظالم ہوگا۔ اسی کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے یہ ہدایت فرمائی کہ بیت اللہ کی اس خدمت کے بدلہ میں جو تمہیں مال مل جائے اس کو شرعی قاعدہ کے موافق استعمال کرنا۔ عثمان بن طلحہ شیبی کہتے ہیں کہ جب میں چابی لے کر خوشی خوشی چلنے لگا تو رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مجھے آواز دی اور فرمایا، کیوں عثمان جو بات میں نے کہی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟ اب مجھے وہ سارا منظر یاد آ گیا۔ میں نے کہا

بیشک آپ کا ارشاد پورا ہوا۔ اسی وقت کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اللہ پاک کی طرف سے کبھی ایسا انقلاب آجا تا ہے ﴿وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ﴾ (آل عمران: ۱۴۰) [دن تو بدلتے رہتے ہیں۔]

بادشاہ اور درویش کا واقعہ:

ایک بادشاہ نے غصہ میں ایک درویش کو طمانچہ مارا، درویش خاموش ہو گیا۔ بے چارہ کیا کر سکتا تھا۔ ایک دن بادشاہ سفر کر رہا تھا، دوران سفر پیر پھسل گیا اور کنویں میں گر گیا۔ اس درویش کو پتہ چلا کہ بادشاہ کنویں میں گر گیا ہے اس نے ایک پتھر لیا اور اس کے سر پر لگایا کہ تو نے اس دن مجھے طمانچہ مارا تھا آج یہ اس کا بدلہ ہے۔ دن بدلتے رہتے ہیں اس لئے کبھی فخر نہیں کرنا چاہئے۔

ڈاکٹر نذیر احمد کا واقعہ:

مولانا سید ذو الفقار صاحبؒ استاذ الحدیث دار العلوم فلاح دارین ترکیسر ایک واقعہ سنایا کرتے تھے ڈاکٹر نذیر احمد ڈپٹی کلکٹر کا، آپ نے نام تو سنا ہی ہوگا۔ جن کی اردو ادب میں کتابیں بھی ہیں، اردو ادب کے بڑے ماہر تھے۔ یہ دہلی میں غربت کی حالت میں زندگی گزارتے تھے۔ ایک سیٹھ کے گھر کام کرتے تھے، کھانا بنانا، بچوں کو اسکول چھوڑنے جانا، یہ ان کے کام تھے۔ بچوں کو لے کر اسکول گئے، بچے وہاں پڑھ رہے ہیں یہ وہاں بیٹھے ہیں انتظار میں کہ جب چھٹی ہو تو وہاں سے لے کر گھر جاؤں۔ لیکن وہاں بیٹھے بیٹھے استاد جو پڑھاتا تھا وہ سب ان کو یاد ہو جاتا، دماغ بڑا اچھا تھا۔ سیٹھ کے بچوں سے زیادہ انہوں نے پڑھ لیا۔ یہ بھی اللہ کی قدرت، جب بچوں کو لے کر گھر پہنچتے تو گھر کے

کام کرنا، آٹا گوندھنا وغیرہ کام کیا کرتے تھے۔ اگر آٹا اچھا نہیں گوندھتے تو سیٹھ کی لڑکی ہاتھ کے ناخن پر لکڑی سے مارتی لیکن ڈاکٹر صاحب اسی طرح پڑھتے رہے پڑھتے رہے یہاں تک کہ اتنے بڑے عالم بن گئے اور وہ بچے نہیں پڑھ سکے۔ پھر ایک دور وہ آیا کہ وہ لڑکی جو آٹا صحیح نہ گوندھنے کی وجہ سے ناخن پر مارا کرتی تھی اس نے کہا اگر میں شادی کروں گی تو نذیر احمد سے کروں گی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بات چل رہی تھی کہ ایک وہ وقت تھا کہ دو رکعت نماز پڑھنے کے لئے چابی مانگی تو عثمان بن طلحہ شیبی نے انکار کر دیا تھا اور آج یہ وقت ہے کہ فاتحانہ انداز سے مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہیں، کعبۃ اللہ کی چابی آپ کے دست مبارک میں ہے۔ عثمان شیبی کو وہ پرانی بات یاد آ گئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی کہ اے عثمان آج تو مجھے دو رکعت پڑھنے سے انکار کر رہا ہے، اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب کعبۃ اللہ کی چابی میرے ہاتھ میں ہوگی۔ عثمان بن طلحہ شیبی کو یہ بات یاد آ گئی اور گھبرائے ہوئے آئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے عثمان! آج میں تم کو چابی دیتا ہوں اور جاؤ قیامت تک یہ چابی تمہارے خاندان میں رہے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت کہ آج بھی چودہ سو سال گذر چکے ہیں چابی اسی شیبی خاندان میں ہے۔

شاہ فیصل مرحوم اس خاندان سے ایک مرتبہ کچھ ناراض ہو گئے تھے اور چابی چھین لی تھی اور کعبۃ اللہ کو کھول رہے تھے تو تالا کھل نہیں رہا تھا، انہوں نے کہا غلط چابی دے دی ہے، صحیح چابی دو۔ اس نے کہا یہی صحیح چابی ہے۔ شاہ فیصل نے کہا پھر یہ کھلتا کیوں نہیں

ہے؟ اس شخص نے کہا میرے خاندان کے کسی بچہ سے تالا کھلوالو۔ ان شاء اللہ اسی چابی سے کھل جائے گا۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا ثمرہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت ان کو چابی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اخلاق کو دیکھ کر کئی لوگ اسلام لے آئے اور ان شاء اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے قیامت تک چابی اسی خاندان میں رہے گی۔

اللہ والوں کی سوچ، شاہ رفیع الدینؒ:

اب اللہ والوں کی سوچ دیکھو، کیسی ہوتی ہے؟ ہم کاروباری ہیں تو اس میں ہماری سوچ ہوتی ہے کہ ایک کے دس کس کس طرح بنائے جائیں، دکان کھولی جائے، کیا بزنس کیا جائے؟ یہ ہماری سوچ وفکر ہوتی ہے، اللہ والوں کی سوچ وفکر آخرت کی ہوتی ہے۔ جب یہ حدیث سنی تو مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ جو دارالعلوم دیوبند کے بانیوں میں سے ہیں، بہت بڑے کامل ولی گذرے ہیں، وہ حج کرنے کے لئے جب تشریف لے گئے تو شیبی خاندان کے اس شخص سے ملاقات کی جس کے ہاتھ میں چابی تھی اور ملاقات کر کے ان کو ایک قرآن مجید کا نسخہ اور ایک تلوار ان کو دی اور ایک خط بھی دیا اور فرمایا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چابی تمہارے خاندان میں دی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے قیامت تک چابی تمہارے خاندان میں رہے گی، میرا ایک کام کر دینا، میری زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں لیکن امام مہدیؒ قیامت کے قریب دنیا میں تشریف لائیں گے اور لوگ ان کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے پہچانیں گے اور پھر یہیں سے وہ جماعت لے کر جہاد کے لئے نکلیں گے۔ تم میرا یہ کام کر دو کہ اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کہ رفیع الدین

کی طرف سے امام مہدی کو یہ تحفہ اور ہدیہ ہے جب آپ جہاد کے لئے نکلیں۔ تو آپ کے مجاہدین کو ہمارا یہ قرآن مجید اور تلوار کام آئے۔ تو دیکھو کسی عجیب سوچ ہے کہ مجاہدین کی میں کیا خدمت کرسکتا ہوں وہ فکر کررہے ہیں اور چونکہ چابی قیامت تک اسی خاندان میں رہنے والی ہے تو قیامت تک یہ خاندان بھی رہے گا اور اولاد در اولاد ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہیں گے تو ان شاء اللہ یہ دونوں چیزیں امام مہدیؒ تک پہنچ جائیں گی اور میری یہ چیزیں مجاہدین کے کام آجائیں گی۔

خلاصۂ کلام:

تو بات اس پر چلی تھی کہ وہ شخص بھی اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا کہ جب دوسروں کے درمیان انصاف اور فیصلہ کرے تو ایسا انصاف اور فیصلہ کرے کہ جیسا اپنی ذات پر فیصلہ کرنے کا موقع آئے تب کرتا ہے۔ اب اس کے بعد ایک حدیث ہے ان شاء اللہ اس کو کل ذکر کریں گے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ. وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً کَثِیْراً.

۹

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط ہشتم)

حضرت عمرؓ نے اپنی انگوٹھی پر کندہ کروالیا تھا ''کفی بالموت واعظا'' [نصیحت حاصل کرنے کے لئے موت کافی ہے۔] کوئی لمبی چوڑی تقریر اور وعظ نہ ہو' بیان نہ ہو' تیری نصیحت کے لئے موت کافی ہے۔ کسی کی موت کی خبر سن لی یہ بہت بڑی نصیحت ہے۔ مگر ہم ایسے خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہمارے دل پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ آج کل کثرت سے اموات ہوتی ہیں' کثرت اموات قرب قیامت کی علامت ہے۔ اللہ ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

۹

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط ہشتم)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنّ سَیِّدَنَاوَ شَفِیۡعَنَاوَحَبِیۡبَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَھۡلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡراً کَثِیۡراً...... اَمَّا بَعۡدُ !

فَاَعُوۡذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ० بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ०
کُلُّ نَفۡسٍ ذَائِقَۃُ الۡمَوۡتِ (آل عمران:۱۸۵)

و قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم و صل علی الجنائز لعل ذالک یحزنک فان الحزین فی ظل اللّٰہ. او کما قال علیہ الصلوۃ و السلام.
(الترغیب والترہیب)

بزرگانِ محترم! میں آپ حضرات کے سامنے ذکر کررہا تھا کہ قیامت کے میدان میں جہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا اللہ کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ لیکن کچھ سعادت مند لوگ وہ ہوں گے جن کو قیامت کے دن اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا۔ ایسے اکتیس (۳۱) اعمال اللہ کے فضل سے آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں کہ جن کی وجہ

سے رحمت الٰہی کا سایہ نصیب ہوگا، آج بھی اسی سلسلہ میں عرض کرنا ہے۔

۳۲......بتیسواں شخص:

نمبر بتیس: جس کو اللہ کی رحمت کا سایہ نصیب ہوگا، اس کے متعلق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

و صل علی الجنائز.

[نماز جنازہ میں شرکت کیا کرو]

نماز جنازہ پڑھا کرو اس لئے کہ نماز جنازہ میں شرکت کرنے کی وجہ سے آدمی غمگین ہوتا ہے اور جو آدمی غمگین ہوتا ہے اس کے متعلق فرمایا:

فان الحزین فی ظل اللّٰہ.

جو غمگین ہوتا ہے، ٹوٹے ہوئے دل والا ہوتا ہے، جس کو منکسر القلب کہتے ہیں وہ شخص قیامت کے دن اللہ کی رحمت کے سایہ میں ہوگا۔

نصیحت اور عبرت کے لئے موت کافی ہے:

نماز جنازہ میں شرکت کرنا اس پر اگر سوچا جائے تو واقعی یہ انسان کو غمگین کر دیتا ہے، لیکن ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں کہ ہم پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے، کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا ہوگا کہ ہم کو جنازہ میں شرکت کا موقع نہ ملتا ہو، اکثر ہم شرکت کرتے ہیں، قبرستان جاتے ہیں، دفن کرتے ہیں لیکن ہمارے دل پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا، ہمارے دل اس قدر سخت ہو گئے ہیں ورنہ یہ دل کو ہلا دینے والی چیز ہے۔ اس لئے حضرت عمرؓ نے اپنی انگوٹھی پر کندہ کروالیا تھا:

کفی بالموت واعظاً

[نصیحت حاصل کرنے کے لئے موت کافی ہے]

یہ ہر اک کی قبر پہ بیکسی بزبان حال ہے کہہ رہی
تمہیں آنکھیں چاہئے غافلو! مجھے احتیاجِ بیاں نہیں
یہ مدام موسم گل کہاں، کرے کیا کوئی گلۂ خزاں
یہ ستم ہے گردشِ آسماں، بچے اس سے پیر و جواں نہیں

کسی کی موت کی خبر سن لی یہ بہت بڑی نصیحت ہے۔ مگر ہم ایسے خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں کہ ہمارے دل پر اس کا ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ آج کل کثرت سے اموات ہوتی ہیں، اور کثرۃ اموات بھی قرب قیامت کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔ ہم مردوں کو غسل بھی دیتے ہیں، کفن بھی پہناتے ہیں، اپنے کندھوں پر جنازہ بھی لے جاتے ہیں، نماز جنازہ بھی پڑھتے ہیں پھر دفن بھی کرتے ہیں۔ ان سب چیزوں سے ہمیں عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ آج وہ گیا، کل ہماری بھی باری آسکتی ہے اس لئے چلو موت کی تیاری میں لگ جائیں، اللہ پاک ہمیں موت کی فکر اور اس کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

موت سے ہم سب ڈرتے ہیں حالانکہ موت ایمان والوں کے لئے ڈرنے کی چیز نہیں ہے، موت مانگنا اور تکلیف کی وجہ سے موت کی تمنا کرنا منع ہے، لیکن موت کو یاد کرنا اور اس کی تیاری کرنا سنت رسول ہے۔ کیونکہ اگر نیک شخص ہے اور زندگی طویل ملی تو نیکیاں زیادہ جمع ہوں گی اور اگر گنہگار ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کو توبہ کی توفیق ہو جائے اور زندگی کا رخ ہی بدل جائے، دل کی دنیا بدل جائے اور نیک متقی بن کر ایمان پر خاتمہ

نصیب ہو جائے ؎:

اب تو گھبرا کے کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کر بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

دنیا کی تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا کرنا یہ بھی قیامت کی علامت ہے۔
صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک بات پڑھیں تو ہمارا ایمان تازہ ہو جائے مگر اس کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں۔ ٹی وی کے لئے وقت ہے، اخبار بینی کے لئے وقت ہے، ایران توران کے لئے سب کے لئے وقت ہے۔ قرآن پڑھنے کے لئے جو ڈائرکٹ ہم سے خطاب کرتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کیا ارشادات ہیں وہ پڑھنے اور اس میں غور کرنے کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سنیں تو ایمان تازہ ہو جائے، کافر کو سنائیں تو وہ ایمان لے آئے ؎:

گاہے گاہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را
تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کبھی کبھی اللہ والوں کے واقعات، ماضی کے واقعات، قرآن وحدیث، اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی پڑھا کرو، سینہ اور دل جو اللہ کی یاد سے غافل ہو چکا ہے اگر یہ چیزیں پڑھو گے تو اس کا علاج ہو جائے گا، دل کا میل اور غبار دور ہوگا، پھر دل کے اندر نور ایمان آئے گا۔ تو میں ذکر کر رہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال پہلے جو نشانیاں بیان فرمائی تھیں آج ہم اپنی آنکھوں سے ان کو دیکھ رہے ہیں۔

ایک پیشین گوئی:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک زمانہ لوگوں پر ایسا آئے گا کہ آدمی قبرستان جائے گا فاتحہ پڑھنے کے لئے کہ چلو میرے والدین ہیں، میرا بھائی ہے، میرا دوست ہے، میرے رشتہ دار ہیں، ان کے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کے لئے قبرستان جائے گا اور جب فاتحہ پڑھتا ہوگا تو اس وقت وہ کہے گا کاش اس کی جگہ میں سویا ہوا ہوتا، یہ کتنے سکون کے ساتھ سویا ہوا ہے اور میں کتنی الجھنوں اور جھنجھٹ میں ہوں۔ اور آج یہی ہو رہا ہے، ایک ایک بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچ ہوتی ہوئی دیکھ لیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی:

ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ـ جو مولانا احمد لاٹ صاحب دامت برکاتہم نے اپنی ایک تقریر میں بیان فرمائی تھی ـ میری امت پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا، کہ

همومهم بطونهم

[ان کی ساری فکریں ان کے پیٹ ہوں گے]

و اشرفهم درهماً و ديناراً

[اور باعث عزت وفخر وشرافت درہم ودینار ہوں گے]

جس کے پاس مال ہوتا ہے لوگ اس کی عزت کرتے ہیں اور جو بیچارہ غریب ہوتا ہے اس کو تو سلام کرتے ہوئے بھی ہمیں شرم آتی ہے، عزت تو کجا۔ اللہ ہمیں ایسا ایمان نہ دے، یہ فرعونیت ہے، اللہ پاک نے مال ودولت دیا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بے

چارہ کوئی غریب سامنے آجائے تو اسے سلام بھی نہ کریں اور آج کل تو غرباء کی حالت بھی عجیب ہوگئی، مالدار کو سلام کریں گے غریب کو سلام نہیں کریں گے، کوئی سیٹھ مل گیا تو زور سے کہیں گے ''سیٹھ صاحب میں نے کہا السلام علیکم'' اور غریب بے چارہ اس کو کون سلام کرتا ہے۔

وقبلتهم نساء

اور کہا [ان کا قبلہ ان کی عورتیں ہوجائیں گی۔]

آج کے حالات دیکھتے ہیں تو بے اختیار زبان سے نکلتا ہے ''**صدق رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم**'' آج یہ سب باتیں ہورہی ہیں یا نہیں؟ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو، قبلہ عورت کو بنادیا جائے گا، وہ جو کہے بس وہی صحیح، حلال کی کہے حرام کی کہے، جائز ہو یا ناجائز ہو، اللہ کی نافرمانی کی ہو، سب صحیح۔ آج سو فیصد یہ نظر آتا ہے یا نہیں؟

یہ ''تیرا جنازہ ہے'' یہ برا لگے تو ''میرا جنازہ ہے'':

تو میں ذکر کررہا تھا کہ موت ایسی چیز ہے کہ اگر واقعی اس پر غور کرے تو انسان کو غمگین کردے۔ ایک جنازہ جارہا تھا، لوگ کندھا دے رہے تھے، ایک شخص نے آکر حضرت ابوالدرداءؓ سے آکر پوچھا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ تیرا جنازہ ہے اور اگر یہ بات تجھے بری لگتی ہے تو میرا جنازہ ہے، کہنے کا مقصد یہ تھا کہ یہ پوچھنے کا وقت نہیں کہ یہ کس کا جنازہ ہے، یہ تو عبرت کا وقت ہے، اپنی موت کو یاد کرنے کا وقت ہے۔

ہارون رشید کے بیٹے کی ایک زرّیں نصیحت:

ہارون رشید ایک نامور بادشاہ گذرا ہے، ان کا ایک بیٹا بہت ہی نیک بخت تھا،

اس کی ایک نصیحت ہے، اس نے موت کے وقت نصیحت کی تھی، کیا نصیحت تھی ــــــ:

و اذا حملت الی القبور جنازۃً

فاعلم بانک بعدھا محمول

کہا جب تو کسی کا جنازہ اٹھائے، کسی جنازہ کو کندھا دے رہا ہے تو یہ سوچ لے کہ ایک دن تیرا بھی نمبر آئے گا، تیرا بھی اسی طرح جنازہ جا رہا ہوگا اور تجھے بھی لوگ کندھا دے کر منوں من مٹی کے نیچے دفن کر دیں گے۔ دنیا میں کیسے کیسے آئے، کیا دنیا میں کسی کو بقا ہے؟

یہ جہاں ہے بے بقا نہیں ہے بھروسہ حیات کا
وہ کون باغِ جہاں میں گل چلی جس پہ باد خزاں نہیں

اس دنیا میں کسی کو بقا نہیں:

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اگر دنیا میں کوئی ہمیشہ رہنے والا ہوتا تو میرے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ قیامت تک زندہ رہتے لیکن آپ نے بھی دنیا سے پردہ فرمایا:

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (الزمر:٣٠)

قرآن کی آیت کو کون جھٹلا سکتا ہے؟ تو ہر ایک کو موت آنی ہے، کوئی چھوٹنے والا نہیں ہے۔ تو میت کو یاد کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ ایسی چیز ہے جو آدمی کے گناہوں پر بریک لگا دیتی ہے، اگر موت کا تصور آ جائے تو آدمی فوراً سوچنے لگے گا کہ یا اللہ میں کیا کر رہا ہوں؟ میں گناہ کرنے جا رہا ہوں، کیا معلوم میری موت آ جائے اور گناہ

کی حالت میں مروں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا اپنے اپنے وقت پر ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے۔ ہم رات دن دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں کہ ناچ دیکھتے دیکھتے چلے جاتے ہیں، کلمہ بھی نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ایسی موت سے ہماری حفاظت فرمائے، ایمان کے ساتھ اللہ پاک ہماری موت مقدر فرمائے۔ تو حقیقت میں موت کی یاد اور اس کا تصور گناہوں سے روکنے والا ہے، دنیا کے اندر بڑے بڑے بادشاہ آئے۔

قارون کا انجام:

آج قاری صاحب نے تراویح میں سورۂ قصص پڑھی، بڑا مشکل پارہ ہے، ماشاء اللہ قاری صاحب نے میدان مار لیا۔ آج کے پارہ میں قارون کا تذکرہ تھا۔ دنیا میں قارون سے زیادہ کوئی مالدار ہوگا؟ کتنا مال تھا؟ اس کے خزانہ کی چابیاں اٹھانے کے لئے قرآن کہتا ہے:

لَتَنُوْءُ بِالْعُصْبَةِ اُولِى الْقُوَّةِ (القصص:۷۶)

نوجوان طاقتور لوگوں کی ایک جماعت کی ضرورت پڑتی تھی اس کی چابیاں اٹھانے کے لئے۔ یہ ہماری مسجد کتنی بڑی ہے ماشاء اللہ، اس کے تالے کتنے ہیں اور چابیاں کتنی ہیں؟ تو اس کے کتنے خزانے ہوں گے اور اس کی چابیاں کتنی ہوں گی کہ ان چابیوں کو اٹھانے کے لئے اتنی بڑی جماعت کی ضرورت پڑتی تھی۔ تو اس کے خزانے کتنے ہوں گے؟ مگر وہ دنیا سے گیا تو کیا لے کر گیا؟ اپنے خزانے کے ساتھ زمین میں دھنسا، زکاۃ دینے سے انکار کیا اور اس کی وجہ سے حضرت موسیٰؑ کو بدنام کرنا چاہا۔ اس کا تفصیلی واقعہ گذشتہ سال بیان کر چکا ہوں۔ بہرحال قارون اپنے خزانہ کے ساتھ زمین میں دھنسا

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (القصص:۸۱)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قیامت تک وہ دھنستا رہے گا۔

سکندر نے موت کے وقت کیا کہا؟

سکندر آیا جس نے پوری دنیا کی تسخیر کر لی لیکن اس نے موت کے وقت کہا کہ جب میرا جنازہ لے جائیں تو میرے دونوں ہاتھ جنازہ سے باہر رکھ دینا کہ سکندر جس نے پوری دنیا پر حکومت کی لیکن جب وہ دنیا سے گیا تھا تو خالی ہاتھ گیا تھا۔ بہترین گھڑی پہنی ہے موت کے بعد کیا ہوتا ہے، سب کہتے ہیں کہ اسے نکال دو، انگوٹھی پہنی ہے اسے بھی نکال دو، بہترین اعلیٰ قسم کے لباس پہنے ہیں سب نکال دو، خالی ہاتھ اب دو چادر کے اندر دفن کر دو اور یہ بھی اعزاز و اکرام اسلام نے دیا۔ بعض مذہب والے جلا دیتے ہیں اور بعض مذہب والے نعش کو کنویں میں لٹکا دیتے ہیں اور گدھ اسے کھا کر ختم کر دیتے ہیں، کوئی کیا کرتا ہے، کوئی کیا کرتا ہے۔ اسلام نے کہا اسے غسل بھی دو، اچھا کفن بھی پہناؤ اور جنازہ کو کندھا دو اور بڑے اعزاز و احترام کے ساتھ اسے لے جاؤ۔ تو کوئی دنیا سے کچھ لے کر گیا؟ کیسے کیسے دنیا کے اندر آئے، اکبر الہ آبادی مرحوم نے کہا_______:

تخت والوں کا پتہ دیتے ہیں تخت گور کے
کھوج ملتی ہے یہیں تک بعد ازاں کچھ بھی نہیں

پرانی قبریں اگر کھودیں- یہاں تو پیٹی میں دفن کرتے ہیں وہاں قبر میں تختے رکھتے ہیں- تو جب پرانی قبریں کھودتے تو اندر سے تختے نکلتے تھے کہ بھائی فلاں بادشاہ کی قبر تھی مگر اب اندر کیا ہے؟ سوائے تختوں کے کچھ نہیں، آگے فرماتے ہیں_______:

جن کے محلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے
جھاڑ ان کی قبر پر ہے اور نشاں کچھ بھی نہیں

قبر پر جھاڑ کے سوا کچھ نہیں، معلوم بھی نہیں ہوتا کہ یہاں بادشاہ تھا یا فقیر سویا تھا، لوگ جگہ تک بھول جاتے ہیں۔ تو حقیقت میں انسان اگر موت کو یاد کرے تو اسے بہت کچھ عبرت حاصل ہوگی۔

موت یاد رکھنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اسی لئے موت کو یاد رکھنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ہاں پریشانیوں اور تکالیف سے گھبرا کر موت مانگنا منع ہے۔ اس لئے جب یہودیوں نے یہ کہا کہ ہم اللہ کے محبوب ہیں، اللہ کے دوست ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اب تمہارا امتحان لیتے ہیں، موت کی تمنا کرو!

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ.

(الجمعہ:٦)

اگر تم اللہ کے ولی ہو تو موت کی تمنا کرو۔ جو ولی ہوتا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے پاس جانا چاہتا ہے اور پھر قرآن نے چیلنج دیا:

وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ (الجمعہ:۷)

[ہرگز ہرگز موت کی وہ تمنا نہیں کریں گے۔] تو موت کو یاد کرنا اور جنازہ میں شریک ہونا اس نیت سے کہ ہم کو بھی اس مرحلہ سے گذرنا ہے، دنیا کی زندگی فانی ہے، انسان کو غمگین بناتی ہے۔

ہماری غفلت کی انتہاء:

مگر ہمارے دل اتنے سخت ہو چکے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کبھی اگر دیر ہو جاتی ہے تو وہیں قبرستان میں ہنسی مذاق شروع کر دیتے ہیں حالانکہ قبریں سامنے ہیں، جنازہ رکھا ہوا ہے، وہیں ایران توران کی شروع کر دیتے ہیں، کم از کم قبرستان کا اور اپنی موت کا تو خیال کریں، وہاں کچھ پڑھ لیں، درود پاک پڑھ لیں، تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیں، روایت میں آتا ہے کہ تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنے کا ثواب ایک قرآن کے برابر ہے۔ اور کچھ پڑھ کر مرحومین کے لئے ایصال ثواب اور دعاء مغفرت کر دیں مگر اس طرف توجہ نہیں ہوتی بلکہ حد یہ ہے کہ ہم نے قبرستان میں سگریٹ پیتے ہوئے دیکھا ہے، بالکل غفلت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ نماز کے لئے تشریف لائے تو ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ کھلکھلا کر ہنس رہی تھی اور ہنسی کی وجہ سے دانت کھل رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر موت کو کثرت سے یاد کیا کرو تو جو حالت میں دیکھ رہا ہوں وہ پیدا نہ ہو، لہذا موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔ قبر پر کوئی دن ایسا نہیں گذرتا جس میں وہ یہ آواز نہ دیتی ہو کہ میں بیگانگی کا گھر ہوں، مٹی کا گھر ہوں، کیڑوں مکوڑوں کا گھر ہوں۔ جب کوئی مؤمن قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے کہ تیرا آنا مبارک ہے۔ بہت اچھا کیا تو آ گیا۔ جتنے آدمی زمین پر چلتے تھے تو ان سب میں مجھے زیادہ محبوب تھا۔ آج جب تو میرے پاس آیا ہے تو میرے بہترین سلوک کو دیکھے گا۔ اس کو بعد وہ قبر جہاں تک مردے کی نظر جاتی ہے وہاں تک وسیع ہو جاتی ہے اور ایک دروازہ اس میں جنت کا کھل جاتا ہے، جس سے وہاں کی ہوا اور خوشبوئیں اس کو آتی رہتی ہیں اور جب

کوئی بدکردار قبر میں رکھا جاتا ہے تو وہ کہتی ہے تیرا آنا نامبارک ہے، برا کیا جو تو آیا۔ زمین پر جتنے آدمی چلتے تھے ان سب میں تجھ ہی سے مجھے زیادہ نفرت تھی۔ آج جب تو میرے سپرد ہوا ہے تو میرے برتاؤ کو بھی دیکھ لے گا۔ اس کے بعد وہ اس طرح سے دباتی ہے کہ پسلیاں آپس میں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں اور ستر اژدہے اس پر ایسے مسلط ہو جاتے ہیں کہ اگر ایک بھی زمین پر پھنکار مار دے تو اس کے اثر سے زمین پر گھاس تک باقی نہ رہے۔ وہ اس کو قیامت تک ڈستے رہتے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر یا تو جنت کا ایک باغ ہے یا جہنم کا ایک گڑھا ہے۔
(مشکوۃ)

حضرت عثمانؓ جب کسی قبر پر تشریف لے جاتے تو اس قدر روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی، کسی نے پوچھا کہ آپ جنت دوزخ کے ذکر سے ایسا نہیں روتے، جیسا کہ قبر کے سامنے آجانے سے روتے ہیں۔ آپؓ نے ارشاد فرمایا کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سب سے پہلی منزل ہے۔ جو شخص اس سے نجات پالے، بعد کی سب منزلیں اس پر سہل ہو جاتی ہیں اور جو اس سے نجات نہ پائے، بعد کی منزلیں دشوار ہو جاتی ہیں۔ پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے کوئی منظر قبر سے زیادہ گھبراہٹ والا نہیں دیکھا۔

حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے:

الناس نیام اذا ماتوا انتبهوا

[لوگ غفلت میں سوئے ہوئے ہیں، جب موت آئے گی اس وقت بیدار ہوں گے] مگر اس وقت بیدار ہونا کچھ کام نہ دیگا۔ اس لئے میرے دوستو ہم سوچیں اس پر

لمبی چوڑی بات کرنے کا موقع بھی نہیں ہے۔

جنازہ دیکھتے ہی دل کے خیالات بدل گئے:

ایک شاعر تھا، قلاش۔ فقر و فاقہ میں زندگی گذار رہا تھا، ایک دن بڑا غمگین بیٹھا ہوا تھا اور خیالی پلاؤ بنا رہا تھا کہ میرا ہاتھ خالی ہے، جیب خالی ہے، جھونپڑا ہے، مالداروں کی کیسی اچھی حالت ہے، ان کی کتنی عزت ہے، محلوں اور بنگلوں میں رہتے ہیں، مال و دولت ہے، حشم خدم ہیں، میری تو کوئی خیریت بھی نہیں پوچھتا۔ کاش میرے پاس بھی کچھ مال و دولت ہوتا، عالی شان بنگلہ بناتا، بہترین قسم کا اس میں فرنیچر لگاتا، اس میں ٹی وی رکھتا، بہترین قسم کے کھانوں اور شربت وغیرہ کا انتظام کرتا، لوگ میرے پاس آتے اور میں ان سے پوچھتا کیا لوگے؟ ٹھنڈا چلے گا یا گرم؟ کچھ ناچ گانا ہوتا تو میری محفل بھی رنگین ہوتی۔ یہ خیالی پلاؤ پکا رہا تھا کہ اتنے میں سامنے سے ایک جنازہ آ گیا۔ بس سارے خیالات نکل گئے اور ساری مستی نکل گئی۔ بس یہی مقصد ہے جنازوں میں شرکت اور قبرستان جانے سے کہ جنازہ اور قبرستان دیکھ کر اس کا ضمیر جاگے، عبرت حاصل کرے، جنازہ دیکھ کر شاعر کہتا ہے۔ اس کو خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے یوں قلمبند کیا ______:

کل ہوس اس طرح ترغیب دیتی تھی مجھے

خوب ملک روس ہے اور کیا زمین طوس ہے

میرے پاس مال و دولت ہوتا تو ہم بھی سیر سپاٹے کرتے، کبھی جرمن جاتے، کبھی جاپان جاتے، کبھی فرانس جاتے، پیرس کی ہوا کھاتے۔ وہ اس طرح پلان بنا رہا تھا، آگے کہتا ہے ______:

گر میسر ہو تو کیا عشرت سے کیجئے بسر زندگی
اس طرف آواز طبل ہے ادھر صدائے کوس ہے

میرے پاس بھی کچھ مال ہوتا تو ہم ڈسکو ڈانس کرتے، کچھ مجلس جماتے، لوگ آتے۔ جنازہ دیکھا آنکھ کھل گئی، آگے کہتا ہے ــــــــ:

سنتے ہی عبرت یہ بولی ایک تماشہ میں تجھے
چل دکھاؤں تو تو قید آز کا محبوس ہے
لے گئی یکبارگی گور غریباں کی طرف
جس جگہ جان تمنا سو طرح مایوس ہے

کہا عبرت نے مجھ کو قبرستان میں لے جا کر کھڑا کر دیا کہ دیکھ یہ بڑے بڑے سیٹھ سوئے ہوئے ہیں۔ گور غریباں قبرستان کو کہتے ہیں۔ قبرستان کا نام گور غریباں اس لئے رکھا ہے کہ وہاں مالدار کو بھی پہلے غریب بنایا جاتا ہے، سب خالی کر دو۔ سب ایک ہی حال اور ایک ہی لباس میں جاتے ہیں۔ کیا قبرستان میں مالدار اور غریب کا کوئی فرق ہوتا ہے۔ سب کی قبر ایک ہی طرح کی ہے۔ تو وہاں مالدار کو بھی غریب بنا دیا جاتا ہے۔

دو دوست تھے اور دونوں بڑے گہرے دوست تھے۔ شیخ سعدیؒ نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے۔ ایک مالدار کا بیٹا تھا اور ایک غریب کا بیٹا تھا، دونوں کے والد کا انتقال ہو گیا۔ ایک دن دونوں اپنے اپنے والد کی قبر کی زیارت کے لئے قبرستان آئے، تو غریب کے والد کی قبر کچی تھی اور مالدار کے والد کی قبر پکی سنگ مرمر کی تھی۔ تو مالدار کے بیٹے نے کہا دیکھ میرے والد کی قبر کتنی چمکدار ہے، سنگ مرمر کی ہے، اور تیرے باپ کی قبر تو سیدھی سادی مٹی کی ہے۔ غریب بیچارے کو بہت برا لگا، خاموش سنتا رہا مگر پھر غریب نے بڑا اچھا

جواب دیا:

سنار کی سو لوہار کی ایک

یہ جواب بھی اسی کا مصداق ہے۔اس نے جواب دیا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو میرا باپ تو یوں مٹی ہٹا کر جلدی سے اللہ کی جنت میں پہنچ جائے گا، تیرا باپ تو سنگ مرمر میں دبا ہوگا۔

تو بھائی قبرستان جاؤ، سب غریب ہیں، وہاں کسی کی مالداری چلتی ہے؟ تو ہمارا قصہ اس غریب شاعر کا چل رہا تھا۔اس کے بعد کچھ شعر پیش کئے تھے۔اب آگے کے شعر سماعت فرمائیں۔عبرت دو تین قبریں دکھا کر کہنے لگی ______:

مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے مجھے

یہ سکندر ہے، یہ دارا ہے یہ کیکاؤس ہے

یہ دنیا میں بڑے بڑے نامور تھے لیکن آج دیکھو بے نام ونشاں اور کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہیں۔تو میرے دوستو حقیقت یہ ہے کہ اللہ پاک موت سے پہلے پہلے ہمارے دل کی آنکھیں کھول دے اور موت سے پہلے پہلے موت کی تیاری کی توفیق عطا فرماوے۔

موت کے وقت اللہ والوں کی خوشی:

اگر موت کی تیاری کر لی تو جب اس کی موت کا وقت آئے گا تو وہ اتنا خوش وخرم ہوگا جس کی انتہا نہ ہوگی اور وہ خوش خوش اللہ تعالیٰ کے پاس جائے گا۔حضرت بلالؓ کی موت کا وقت تھا، گھر والے سارے رو رہے تھے، آپ نے فرمایا کیوں روتے ہو؟

غداً نلقی الا حبة محمداً ﷺ و حزبه

[کل ہماری محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں سے ملاقات ہوگی]

ہمیں جانے کی بڑی خوشی ہے۔ حضرت ربعی بن خراش ؒ کے متعلق مسلم شریف کے حاشیہ میں لکھا ہے انہوں نے قسم کھائی تھی میں اپنی زندگی میں ہنسوں گا نہیں جب تک میرا ایمان پر خاتمہ نہ ہو۔ ایمان پر خاتمہ ہوا جب ان کو تختہ پر نہلا رہے تھے تو مسکرا رہے تھے، سبحان اللہ۔

نشان مرد مؤمن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم بر لب اوست

ایک بزرگ کی موت کا وقت آیا، گھر والے رو رہے تھے، کہا کیوں روتے ہو؟ میں تو تیس سال سے اس گھر کے کونے میں موت کا انتظار کر رہا ہوں، اس کونے کے اندر میں نے تیس ہزار قرآن ختم کئے ہیں۔ جس نے موت کی تیاری کی، فکر کر لی تو جب ان کی موت کا وقت آتا ہے تو خوش ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں موت کی تیاری کی توفیق عطا فرماوے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ. وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً کَثِیْراً.

۱۰

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط نہم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس، معاشرت، معاملات، تجارت کی زندگی، سفر کی زندگی سب ہمارے سامنے ہے۔ بتایئے زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سبق نہ دیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادیاں کیں، بیوہ سے شادی کی، کنواری سے شادی کی، مطلقہ سے بھی شادی کی، جہاد کے میدان میں بھی تشریف لائے، رعایا بن کر بھی مکہ میں مظلومانہ زندگی گزاری، حاکم بن کر بھی زندگی گزاری، سفر کر کے بھی زندگی گزاری، کاروبار بھی کیا۔ زندگی کا کون سا شعبہ رہ جاتا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت سے ہمیں رہنمائی نہیں ملی؟

﴿۱۰﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط نہم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنّ سَیِّدَنَا وَشَفِیْعَنَا وَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً...... اَمَّا بَعْدُ!

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم من اراد ان یظلہ اللّٰہ بظلہ فلا یکن علی المؤمنین غلیظا و لیکن بالمؤمنین رحیماً. او کما قال علیہ الصلوٰۃ و السلام.

(ثواب الاعمال للشیخ عبداللہ بن جعفر بن حیان: ۳۶۹)

۳۳......تینتیسواں شخص:

بزرگانِ محترم! اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے عرش کا سایہ عطا فرمائیں تو اس کو چاہیے کہ ایمان والوں کے ساتھ غصہ اور غضب کے ساتھ پیش نہ آئے بلکہ ایمان والوں کے ساتھ نرمی اور رحم دلی

کے ساتھ، محبت کے ساتھ پیش آئے۔ الحمدللہ ہم اور آپ مسلمان ہیں اور ہمارا نام ہی مسلمان ہے۔ اللہ پاک جیسا ہمارا نام ہے ویسا ہمیں بنا بھی دے۔

''مسلمان'' کے معنی اور مسلمان کا مقام:

ہمارا نام ''مسلمان'' حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام نے رکھا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ

[ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا]

اس سے قبل فرمایا:

مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ (الحج:۷۸)

تمہاری ملت، ملت ابراہیم ہے اور ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔ ''مسلمان'' سلام سے نکلا ہے اور سلام کے معنی ہیں ''سلامتی والا'' تو ہمارا نام مسلمان ہے۔ اسی میں سلامتی کے معنی ہیں کہ مسلمان کہتے ہی ہیں اس کو کہ جس کے ہاتھ سے، جس کی زبان سے، جس کے اخلاق سے، کردار سے، کیرکٹر سے دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے اور اس وجہ سے حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه و يده

کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ سے، جس کی زبان سے دوسرے مسلمان کو تکلیف نہ پہنچے۔ اب اگر ہمارا نام مسلمان ہے جس کے معنی اوپر بیان ہوئے، اب اگر وہ سب کو تکلیف پہونچاتا ہو کسی کو ہاتھ سے، کسی کو زبان سے، کسی کو کیرکٹر سے، کسی کو

معاملات سے تو یہ مسلمان کہلانے کے لائق کہاں رہا؟ اور اس حدیث میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے عجیب انداز سے نصیحت فرمائی ہے، کوئی آدمی ہو اس کا نام ہو "عبد الرحمٰن" رحمٰن کا بندہ، یا کسی کا نام ہو "عبد اللہ" اللہ کا بندہ اور کام وہ سب شیطانی کرے تو اسے عبد اللہ کہنا مناسب ہے یا عدو اللہ کہیں گے؟ کہ یہ تو اللہ کا دشمن ہے، کام ہی ایسے برے کر رہا ہے۔ کسی کا نام ہے "حبیب اللہ" اللہ کا محبوب اور کام وہ سب غلط کرتا ہے تو اسے حبیب اللہ تو نہیں کہیں گے "عدو اللہ" کہیں گے۔ تو مسلمان ہی ہمارا نام ہے۔ اب اس نام کے بعد دوسرے کو ہماری زبان یا ہاتھ سے تکلیف پہنچے، اپنے کو یا پرائے کو، دوست احباب کو یا اجنبی کو تو ہم مسلمان کہلانے کے لائق کہاں رہے؟ حتیٰ کہ اسلام کا سبق تو یہ ہے (آپ نے چند دن پہلے مولانا یعقوب صاحب کی تقریر میں سنا تھا) کہ بلاوجہ جانور کو بھی تکلیف پہونچانا اسلام میں حرام ہے، آپ کو مولانا نے سنایا تھا کہ بلی کو باندھ دیا پھر اس کو کھانا نہیں دیا اور چھوڑا بھی نہیں کہ اپنے کھانے کو ادھر ادھر تلاش کرے تو وہ عورت بڑی نمازی تھی، بڑی دیندار تھی مگر کہاں گئی؟ جہنم میں۔ اور وہ دوسری بازارو عورت تھی، فاحشہ تھی، کہیں جا رہی تھی، راستہ میں دیکھا کہ کتا پیاس سے تڑپ رہا ہے، اس عورت کو رحم آیا، جراب نکالی، دوپٹہ میں باندھا، کنویں میں ڈالا، پانی نکالا، کتے پہ ڈالا اور اس کو پلایا، رحمان کو رحم آیا، کہا جا تیری مغفرت کر دی، سبحان اللہ۔ تو جس اسلام میں یہ سبق ہے وہ انسانوں اور مسلمانوں کے ساتھ معاملہ کرنے کے سلسلہ میں کیا سبق دے گا؟

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب عمل:

حتیٰ کہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل اللہ کی کسی بھی مخلوق کو راحت پہنچانا اور اس کے کام آ جانا ہے۔ اور اللہ کی مخلوق کو جو ستاتا ہے اللہ اس سے بہت ناراض ہوتا ہے۔ جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث سنائی تو کسی صحابی نے سوال کیا کہ جانور اور کتے کو بھی پانی پلانے پر اجر ہے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ہر تر جگر والے کو جو شخص بھی فائدہ پہنچائے گا اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کو ثواب ملے گا۔'' تو مسلمان ہمارا نام ہے جو ''**سلم یسلم**'' سے نکلا ہے جس کے معنی ہی سلامتی کے ہیں۔

ایمان والوں سے محبت اور رحم دلی سے ملیں:

تو جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سایہ میں ہو تو اسے چاہئے کہ

ولیکن بالمؤمنین رحیما

وہ ایمان والوں کے ساتھ رحم دلی اور نرمی سے پیش آئے اور مؤمنین کے ساتھ غصہ اور غضب سے پیش نہ آئے۔ ''**ولیکن بالمؤمنین رحیما**'' کے مفہوم میں یہ بھی داخل ہے کہ جب کسی مؤمن سے ملاقات ہو تو نرمی کے ساتھ رحم دلی کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ اس سے ملاقات کرے، ترش روئی، غصہ اور غضب کے ساتھ ملاقات نہ کرے۔

خندہ پیشانی سے ملنے پر مغفرت:

حدیث میں فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر مسلمان دوسرے مسلمان کو محبت کی نگاہ سے دیکھے، خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کرے تو ان کے جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ – دیکھو کتنا آسان عمل ہے، کیا اس میں پیسے

خرچ ہوتے ہیں؟ - خندہ پیشانی کے ساتھ ملاقات کب کریں گے؟ جب اندر کچھ نہ ہو، دل صاف ہو۔ ہمارے یہاں ایک بزرگ آئے تھے کچھ سال پہلے انہوں نے ایک بڑا عجیب واقعہ سنایا تھا۔ انہوں نے فرمایا جب دل میں کچھ نہ ہو تو مؤمن مؤمن سے بڑے تپاک اور خوشی سے ملے گا، بڑی اچھی طرح سے سلام بھی کرے گا اور اگر اندر کچھ ہو تو سلام بھی ڈھیلا ہوتا ہے۔ اس پر انہوں نے ایک قصہ سنایا کہ ہمارے یوپی میں بنگلہ دیش کے ایک ماسٹر صاحب آئے اور کسی کے گھر مہمان بن گئے۔ میزبان کسی ضرورت کی وجہ سے کہیں گئے، ماسٹر صاحب سے کہہ دیا کہ آپ تشریف رکھیں مجھے ضروری کام سے جانا ہے اور بچوں سے کہہ دیا کہ ماسٹر جی کا پورا خیال رکھنا۔ گھر والے ان کا بڑا خیال کرتے، کھانے کے وقت کھانا بھی دیتے رہے، پان کے وقت پان بھی دیتے رہے، جب میزبان رات کو واپس لوٹے، سلام کیا تو بہت آہستہ سے جواب دیا۔ پھر پوچھا خیریت سے ہو، اس کا جواب بھی آہستہ آواز سے دیا۔ پھر پوچھا ماسٹر صاحب! کھانا کھایا؟ اس کا جواب بھی بہت آہستہ آواز سے دیا۔ پھر پوچھا ماسٹر صاحب! کھانا کھایا؟ اس کا بھی بہت آہستہ آواز سے جواب دیا کہ ہاں کھالیا۔ میزبان نے کہا، کیا بات ہے، بہت آہستہ آواز سے جواب دے رہے ہو، اگر کھانا نہ کھایا ہو تو دستر خوان دوبارہ بچھا دوں، میزبان نے اصرار کر کے پوچھا کیا بات ہے، بہت ڈھیلی آواز ہے تو ماسٹر صاحب نے کہا کہ ہاں بھائی کھانا تو کھالیا مگر آپ کے گھر سے دال چاول آئے تھے مگر دال میں شوربا نہیں تھا، پھریری دال تھی۔ تو میں دال کو چاول میں، چاول کو دال میں ملاتا رہا لیکن دونوں مل کر نہیں دیئے، دال ادھر اکٹھی رہی چاول ادھر روٹھے رہے اور آپ جانتے ہیں ہمارے یہاں بنگلہ دیش میں اگر دستر خوان پر

چاول نہ ہو تو مزہ نہیں آتا۔ تو دال کو چاول میں، چاول کو دال میں ملاتا رہا مگر وہ ملے نہیں تو کھانے میں مزہ نہیں آیا اس لئے پیٹ بھر کر کھایا نہیں۔ جب پیٹ بھر کر کھایا نہیں تو آواز بھی کیسی آہستہ تھی، ''کھالیا'' ''ٹھیک ہے''۔ تو اگر دل میں کچھ ہو تو بالکل آہستہ سے کہتا ہے، مرجھائی ہوئی آواز سے السلام علیکم اور اگر دل صاف ہو تو بڑے بلند آواز سے کہتا ہے السلام علیکم، کیا حال ہے۔ بخاری شریف کی حدیث سنا رہا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی خندہ پیشانی کے ساتھ، محبت کے ساتھ اپنے مسلمان بھائی سے ملاقات کرتا ہے، سلام دعا کرتا ہے تو ان کے جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کر دیتا ہے۔ بتاؤ، کتنا آسان دین ہے۔ اس میں کوئی محنت کا کام ہے؟

گھر والوں کا حق دوسروں سے زیادہ ہے:

تو اس حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب ایمان والوں سے ملاقات کرے تو غصہ اور غضب سے پیش نہ آئے بلکہ محبت اور نرمی اور رحمت سے پیش آئے۔ جب عام مسلمانوں کے ساتھ اس طرح پیش آنے اور ملاقات کرنے کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دے رہے ہیں تو گھر والوں کے ساتھ کیسے ملنا چاہئے؟ اپنے والد کے ساتھ، اپنی والدہ کے ساتھ؟ بڑے بھائی کے ساتھ، بہن کے ساتھ، بیوی کے ساتھ، سب گھر والے آ گئے۔ ظاہر ہے جو قریبی تعلق دار ہیں ان کا حق تو اور زیادہ ہوگا۔ یہاں کی تہذیب نے ہمیں بگاڑ دیا، ادب واحترام ہمارے دلوں سے نکل گیا، پانچ چھ سال کا بچہ ہے اسے بھی نام لے کر پکاریں گے اور پچاس ساٹھ سال کا بوڑھا ہے تو اسے بھی اسی طرح اس کا نام لے کر پکاریں گے۔ ادب واحترام ہے ہی نہیں۔ ادب واحترام

بہت بڑی چیز ہے، اسلام نے اس کا سبق دیا ہے، ہر چیز کو اور ہر شخص کو اس کے مقام پر رکھنا چاہئے۔ فرمایا:

انزلوا الناس علی قدر منازلهم او کما قال علیه الصلوة و السلام

[جس شخص کا جو مقام ہو اس کے مقام پر رکھیں]

اس کے مطابق اس کے ساتھ ادب واحترام کا معاملہ کریں۔ یہ اخلاق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تو یہ خصوصی صفت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء:۱۰۷)

آپ سارے جہاں والوں کے لئے (صرف ایمان والوں کے لئے نہیں)

سارے جہاں والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں ؎

آئے دنیا میں بہت پاک و مکرم بن کر
نہیں آیا مگر کوئی رحمت عالم بن کر

پورے جہاں کے لئے رحمت بن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تو اللہ تعالیٰ ”رب العالمین“ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”رحمۃ للعالمین“ ہیں، پورے عالم کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت بنا کر بھیجا۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا کیا پوچھنا، اگر میں اس بات کو بیان کروں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے ساتھ کتنی محبت وشفقت تھی تو سارا بیان اسی پر ہو جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے راتوں کو رویا کرتے تھے، سارا عالم سوتا تھا، راتوں کو اٹھ اٹھ کر امت کے لئے بہت مانگا، بہت مانگا۔

کاش ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر قربان ہوجاتے:

کاش ہمیں بھی ایسی محبت ہو کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر قربان ہو جائیں، ہم محبت کا دعویٰ تو بہت کرتے ہیں لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے ساتھ فٹ بال (Foot Ball) کھیلتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری سنت داڑھی ہے، کتنی بڑی سنت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق کس قدر تاکید فرمائی لیکن یہ سنت ہماری زندگی میں نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس، معاشرت کی زندگی، معاملات کی زندگی، تجارت کی زندگی، سفر کی زندگی، حضر کی زندگی، بتایئے زندگی کا کونسا شعبہ ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو سبق نہ دیا ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادیاں کیں تو شادی کی سنت معلوم ہوگئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوہ سے شادی کی، کنواری سے شادی کی، مطلقہ سے بھی شادی کی، ان کے ساتھ سلوک کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے میدان میں بھی تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رعایا بن کر بھی مکہ مکرمہ میں مظلومانہ زندگی گذاری، حاکم بن کر بھی زندگی گذاری، محکوم بن کر بھی زندگی گذاری، سفر بھی کیا، حضر میں بھی رہے، سفر کی سنتیں بھی معلوم ہوئیں اور حضر میں رہتے ہوئے ہمسایہ اور اقرباء کے حقوق بھی معلوم ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت بھی کی، بکریاں بھی چرائیں، تجارت کے اصول معلوم ہوئے اور جانوروں کے حقوق معلوم ہوئے، زندگی کا کون سا شعبہ رہ جاتا ہے جس میں رہنمائی ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور انت سے نہ ملے۔ میں نے کچھ دن پہلے درس قرآن میں کہا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں، شمائل ترمذی میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ و

سلم گھر تشریف لے جاتے تھے تو کام میں گھر والوں کا ہاتھ بٹاتے تھے اور خود بکری کا دودھ دوہ لیتے تھے اور جوتا اگر پھٹ جاتا تھا تو اپنے ہاتھ مبارک سے اسے سی لیتے تھے، کپڑے اگر پھٹ جاتے تو اپنے ہاتھ مبارک سے اسے سی لیتے تھے، یہ سب کچھ کیا تاکہ قیامت تک آنے والی میری امت میں جتنے لوگ ہوں ان کو میری زندگی سے رہنمائی ملتی رہے اور میری امت میں اگر کوئی موچی ہے جو جوتے سیتا ہے اسے کوئی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جوتے سیے تھے، کوئی اگر دھوبی ہے جو کپڑے دھوتا ہے اسے بھی کوئی حقارت کی نظر سے نہ دیکھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے کپڑے بھی دھوئے ہیں، کسی کو اللہ تعالیٰ بہت بڑے مرتبہ سے نوازے تو اسے بھی رہنمائی ملے کہ اپنے ہاتھ سے جوتا سینے اور کپڑے پر پیوند لگانے میں شرم کی کوئی بات نہیں ہے، کہ اللہ کے نبی سے بڑھ کر کسی کا مرتبہ نہیں اور آپ نے جب آپ کا جوتا پھٹ گیا تو اپنے ہاتھوں سے اپنے جوتے سیے ہیں اور کپڑے پر پیوند لگائے ہیں۔ تو بتاؤ زندگی کا کون سا شعبہ ہے جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت، آپ کا عمل، آپ کی سنت ہمارے لئے بطور نمونہ نہ ہو۔

ختم نبوت پر ایک عجیب استدلال:

آج ہم نے اکیسواں پارہ تراویح میں ختم کیا۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ قاری صاحب نے آخری رکعت میں سورۂ احزاب کی تلاوت کی۔ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے یہی بات ارشاد فرمائی:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تمہارے لئے ایک بہترین نمونہ سیمپل (Sample) ہے اور جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے کے بہت سے دلائل ہیں، ان میں سے یہ آیت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کی دلیل ہے کہ قیامت تک اب اللہ پاک کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی نمونہ پسند ہی نہیں ہے۔ سارے نمونے اللہ پاک نے ختم کر دئے۔ اب اگر نجات چاہتے ہو تو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ لے کر آؤ۔ ان کے جیسی صورت اور شکل بنا کر لاؤ۔ اب قیامت تک مجھے ان کے سوا کوئی نمونہ پسند ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم امتی ہیں یا نہیں؟ بتائیے، یقیناً ہم الحمدللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور اس پر ہم اللہ پاک کا بے حد و بے حساب شکر بھی ادا کرتے ہیں۔ صحیح معنی میں امتی وہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنے والا ہو۔ جو بزبان حال کہے:

تیرے محبوب کی یا رب شباہت لے کے آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

امت پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی امت پر کس قدر شفقت تھی اس کا ہم اندازہ نہیں لگا سکتے۔ اس سلسلہ میں کئی حدیثیں ہیں:

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غمگین تھے۔ حضرت

جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اللہ جل جلالہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہلوایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ آپ کو رنجیدہ اور غمگین دیکھ رہا ہوں، یہ کیا بات ہے؟ - حالانکہ اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید کو جاننے والے ہیں لیکن اکرام و اعزاز اور اظہار شرافت کے واسطے اس قسم کے سوالات کرائے جاتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیل! مجھے اپنی امت کا فکر بہت بڑھ رہا ہے کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا؟ حضرت جبرئیلؑ نے دریافت کیا کہ کفار کے بارے میں یا مسلمانوں کے بارے میں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کے بارے میں فکر ہے۔ حضرت جبرئیلؑ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لیا اور ایک مقبرہ پر تشریف لے گئے، جہاں قبیلۂ بنو سلمہ کے لوگ دفن تھے۔ حضرت جبرئیلؑ نے ایک قبر پر ایک پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ "قم باذن اللّٰہ" اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس قبر سے ایک شخص نہایت حسین خوبصورت چہرے والا اٹھا۔ وہ کہہ رہا تھا:

لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

حضرت جبرئیلؑ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جگہ لوٹ جا۔ وہ چلا گیا۔ پھر دوسری قبر پر دوسرا پر مارا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ اس میں سے ایک شخص نہایت بد صورت، کالا منہ، ٹیڑھی آنکھوں والا کھڑا ہوا، وہ کہہ رہا تھا۔ ہائے افسوس، ہائے شرمندگی، ہائے مصیبت! پھر حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا اپنی جگہ لوٹ جا۔ اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جس حالت پر یہ لوگ مرتے ہیں اسی حالت پر اٹھیں گے۔

ہمیں کسی جگہ نہیں بھولے:

جو ہمیں کسی جگہ نہیں بھولے، صلی اللہ علیہ وسلم، سکرات کی حالت چل رہی ہے، جان کنی کی سختی، غشی آجاتی ہے۔ اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر ہے:

یا رب امتی یا رب امتی

اور میدان حشر میں قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر ہوگی تو اپنی امت کی فکر ہوگی، میری امت کا کیا بنے گا ____:

نزع میں احساس کا عالم یاد جو آئی امت عاصی
چشم مبارک ہو گئی پر نم صلی اللہ علیہ و سلم

سکرات کا وقت ہے، امت یاد آگئی تو آنکھ مبارک سے آنسو جاری ہیں اور زبان پر یارب امتی ہے اور قیامت کے دن کیا حال ہوگا ____:

روز قیامت اللہ اللہ سب کی زباں پر نفسی نفسی
چھوڑ کے دامن جائیں کہاں ہم صلی اللہ علیہ و سلم

تو قیامت میں بھی امت کی فکر دامن گیر ہوگی۔ اللہ پاک ہماری طرف سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شایان شان بہترین جزاء عطا فرمائے۔

جزی اللّٰہ عنا محمداً ﷺ ما ھو اھلہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص صفت اور آپ کے اخلاق حسنہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صفت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی، اسی کو سمجھا کر اور کچھ مفید باتیں عرض کر کے اپنے بیان کو ختم کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ﴾ [اللہ نے اپنی رحمت سے آپ

کونرم مزاج بنایا] ﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کو اللہ جزاء خیر عطا فرمائے اتنا بہترین ترجمہ کیا ہے [اگر آپ تند خو اور سخت مزاج ہوتے تو آپ کے ارد گرد جاں نثار صحابہ نہ ہوتے] ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ﴾ اگر صحابہؓ سے کچھ غلطی ہو جائے تو اس کے متعلق اللہ پاک نے فرمایا ﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ﴾ [ان کو معاف کردو] اور صرف معاف ہی کر دینا نہیں؛ حالانکہ کسی سے تکلیف پہنچی ہو اور اس کو معاف کر دینا بھی بہت اعلیٰ اخلاق ہیں، معمولی اخلاق نہیں ہیں۔ معاف کر دینا بڑے عمدہ اخلاق میں سے ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تو سب سے اعلیٰ اور سب سے اکمل ہیں اس لئے اللہ نے فرمایا ﴿وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ [اور ان کے لئے استغفار بھی کر دیا کریں] کہ اے اللہ آپ بھی معاف کر دیجئے۔ معاف بھی کر دیا، استغفار بھی کر دیا مگر جس سے تکلیف پہنچی ہے اس کے دل میں کھٹکا رہ سکتا ہے کہ پتہ نہیں مجھ کو دل سے معاف کیا یا نہیں کیا؟ تو اس کے بعد ارشاد فرمایا ﴿وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ﴾ [ان سے مشورہ کیجئے] جب آپ ان سے مشورہ کریں گے تو ان کی دلجوئی بھی ہوگی اور ان کے دل میں سے کھٹکا بھی نکل جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دل سے معاف نہ کیا ہو۔ تو جب آپ مشورہ کریں گے تو یہ کھٹکا بھی ختم ہو جائے گا اور ان کی دلجوئی بھی ہوگی، ان کے حوصلے بھی بلند ہوں گے۔ ہاں آخر میں فیصلہ آپ کریں گے۔ ارشاد فرمایا ﴿فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ﴾ (آل عمران:۱۵۹) [جب آپ کسی چیز کا پکا ارادہ کرلیں تو فیصلہ آپ کریں اور اس کے بعد اللہ پر توکل کیجئے۔] تو اس آیت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی زبردست صفت بیان فرمائی۔

ہمیں بھی دنیا والوں کے لئے رحمت بننا چاہئے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں تو آپ کی امت کو بھی دوسروں کے لئے رحمت بننا چاہئے یا زحمت؟ ظاہر ہے رحمت ہی بننا چاہئے۔ بھائی! سانپ جو زہریلا جانور ہے اس کا بچہ بھی زہریلا ہی ہوگا اور سانپ کی عادتیں ہی اس کے بچہ میں آئیں گی۔ شیر اور بھیڑیا ہے تو ان کے بچوں کے اندر بھی وہی شیر اور بھیڑیے ہی کی صفت آئے گی۔ لہذا جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم (جو رحمۃ للعالمین ہیں) کے امتی ہیں تو ہماری عادت بھی کیسی ہونا چاہئے، رحمۃ للعالمین والی ہونی چاہئے۔اسی بات کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہو تو:

فلا یکن علی المؤمنین غلیظا

[مؤمن کے ساتھ سختی سے غیض وغضب کے ساتھ پیش نہ آئے]

و لیکن بالمؤمنین رحیماً

[بلکہ مؤمن کے ساتھ رحمت اور نرمی کے ساتھ پیش آئے]

غصہ پی جانا اور برمحل اسے استعمال کرنا:

اب اس کی تفصیلات کہ غصہ کیا ہے، اس کی کیا خرابیاں ہیں؟ غصہ ایک فطری چیز ہے، اس کو کوئی روک نہیں سکتا لیکن شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ اس کو موڑ لو، صحیح جگہ استعمال کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ.

(آل عمران:۱۳۴)

[وہ لوگ جو غصہ کو پی جاتے ہیں، لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اللہ ایسے نیکو کاروں سے محبت کرتے ہیں۔]

اس آیت کو جب پڑھتا ہوں تو حضرت شاہ عطاء اللہ بخاریؒ یاد آجاتے ہیں، بڑے حاضر جواب تھے، شاہ صاحبؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک وکیل آپ کے پاس آیا اور کہا شاہ صاحب! بہت سے مولوی اور مفتیوں کے پاس فتویٰ لے کر گیا لیکن کسی نے جواب نہیں دیا، آپ کے پاس بڑی امید لے کر آیا ہوں، آپ ضرور جواب دیں گے۔ آپ نے فرمایا بتاؤ کیا بات ہے؟ وکیل صاحب نے کہا کیا شریعت میں ایسا بھی روزہ ہے کہ کھاتے پیتے بھی رہیں اور روزہ بھی سلامت رہے؟ فوراً برجستہ جواب دیا کہ ہاں ایسا روزہ بھی ہے کہ کھاتے پیتے رہیں اور روزہ سلامت رہے۔ اس نے کہا ضرور بتائیے، آپ نے فرمایا بازار جایئے اور بہترین قسم کا جوتا خریدئے اور ایک نوکر رکھئے اور وہ جوتا اس نوکر کو دیجئے رمضان کے دنوں میں کہ نوکر وہ جوتا آپ کے سر پر مارے جب وہ آپ کو سر پر جوتا مرے گا تو آپ کو غصہ آئے گا، آپ جوتا کھاتے رہئے، غصہ پیتے رہئے، روزہ سلامت رہے گا۔ تو غصہ ایک فطری چیز ہے، انسان اس کو بالکل ختم نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کو صحیح جگہ استعمال کرے۔ میدان جہاد میں اگر کوئی نرم بن جائے تو کیا یہ بہتر ہوگا؟ ظاہر ہے وہاں نرمی کی ضرورت نہیں، وہاں جلال کی ضرورت ہے، لیکن اپنے بھائی بہنوں کے ساتھ، اپنے گھر والوں کے ساتھ ہو تو وہاں نرم مزاج رہیں۔ جہاد میں جاہ وجلال دکھانے اور دشمن کو مرعوب کرنے کی ضرورت ہے، وہاں تواضع نہیں، صلح حدیبیہ کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کی قضا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، کفار مکہ نے بات چلائی کہ

ہمارے مکہ کے لوگ یثرب (مدینہ منورہ زادھا اللّٰہ عزاً و شرفاً) چلے گئے، وہاں کا بخار کھا کھا کر وہ لوگ کمزور ہو گئے ہیں، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ہمراہ طواف کے لئے تشریف لے گئے تو سارے کفار مکہ دیکھ رہے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمل کرو، سینہ تان کر چلو حالانکہ سینہ تان کر اور جگہ چلنا حرام ہے۔ سورۂ لقمان کی آج قاری صاحب نے تراویح میں تلاوت فرمائی۔ اس میں اللہ جل شانہ نے ارشاد فرمایا:

وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّکَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ. وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِکَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِکَ اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ.

(اللقمان: ۱۸، ۱۹)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا [اور لوگوں کے ساتھ بے رخی کا برتاؤ نہ کر، اور زمین پر متکبرانہ چال سے (اکڑ کر) مت چل، بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے شیخی مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ اور اپنی چال میں میانہ روی (اعتدال) اختیار کر اور اپنی آواز کو نیچا رکھ بلاشبہ آوازوں میں بدترین آواز گدھے کی آواز ہے۔]

دوسری جگہ قرآن کریم نے حکم فرمایا:

وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلاً. کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھاً.

(الاسراء: ۳۷، ۳۸)

[زمین میں متکبرانہ چال سے نہ چلا کر، کیوں کہ نہ تو تو زمین کو پھاڑ سکے گا اور نہ تو تن کر چلنے سے پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ سکے گا۔ یہ تمام مذکورہ بُرے کام

تیرے رب کے نزدیک سخت ناپسندیدہ ہیں۔]

اب سوال ہوتا ہے کہ کیسی چال چلیں، تو اللہ تعالیٰ نے رحمٰن کے بندوں کے اوصاف گنواتے ہوئے فرمایا:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا (الفرقان:۶۳)

[رحمٰن کے مخصوص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی اور تواضع کے ساتھ چلتے ہیں]

مطلب یہ ہے کہ رحمٰن کے بندے متانت کے ساتھ چلتے ہیں نہ بیماروں کی طرح نہ اکڑ کر۔ بلکہ اعتدال اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں۔

لیکن وہاں کفار مکہ دیکھ رہے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سینہ تان کر چلو تو سینہ تان کر چلنے لگے اور یہ حکم صرف اس دن کے لئے نہیں رہا، قیامت تک کے لئے یہ حکم ہو گیا کہ وہ طواف جس کے بعد سعی کرنا ہو اس طواف کے پہلے تین چکروں میں ''رمل'' کرنا ہے۔ اگر کوئی طواف میں رمل کے بجائے تواضع کے ساتھ چلنا شروع کر دے تو گنہگار ہوگا۔ تو جہاں جیسا حکم ہو وہاں اس کے موافق عمل کرنا ثواب کا کام ہوگا اور حکم کے خلاف کرنا گناہ کا سبب ہوگا۔ اسی طرح غصہ کو برمحل استعمال کرنا بہت اچھی چیز ہے۔ گھر میں اور اپنے ماتحتوں میں جب دین نافذ کرنا چاہیں گے تو کچھ نہ کچھ موقع محل کے اعتبار سے سختی اختیار کرنا پڑے گی، غصہ کرنا ہوگا۔

شریعت کا معاملہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آتا تھا:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے، بے حد نرم اور شفقت کا معاملہ فرماتے تھے لیکن جب اللہ کے حدود کی خلاف ورزی ہوتی تو پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ و

سلم بڑے جلال میں ہوتے تھے، اپنی ذات کے لئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا مگر جب دین وشریعت کا معاملہ ہوتا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آتا تھا۔ اللہ کے حدود نافذ کرنا ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جلال آتا۔

غزوۂ خندق میں نماز قضا ہونے پر بددعا:

غزوۂ خندق جس کو غزوۂ احزاب بھی کہتے ہیں، آج تراویح میں سورۂ احزاب کی بھی تلاوت کی۔ غزوۂ خندق کا بڑا عجیب واقعہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دنوں میں پوری خندق کھودی تھی اور خندق کھودنا بڑا مشکل کام تھا۔ خندق کھودنے میں ایک دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ظہر، عصر اور مغرب تین نمازیں قضا ہو گئی تھیں، یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جلال ہے، کفار کی وجہ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز قضا ہوئی، اللہ کا حکم ٹوٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جلال آیا، حالانکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ جملے آ گئے۔

حبسونا عن الصلوۃ الوسطیٰ صلوۃ العصر

[ہمیں نماز سے روک دیا خاص کر نماز عصر ہماری قضا ہوگئی]

ملأ اللّٰہ قبورھم و بیوتھم ناراً (مشکوۃ:۱/۶۳)

[اللہ تعالیٰ ان کافروں کو اور ان کے گھروں کو آگ سے بھر دے]

کہ انہوں نے ہمیں نماز سے روک دیا۔ تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ ہے اور ایسے موقعہ پر غصہ کرنا ہی عبادت ہے۔

غصہ بھی ایک فطری تقاضہ ہے:

بقول حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہیدؒ کے کہ غصہ آنا ایک طبعی

وفطری چیز ہے۔ ہر شخص مرد وعورت میں غصہ رکھا گیا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ غصہ کی مثال اس کتے کی طرح ہے جو گھر یا فصل یا کھیتی پر پہرہ دینے کے لئے رکھا گیا ہو ہر وہ چیز جو آدمی کو ناگوار ہوتی ہے اس پر آدمی کو غصہ آتا ہے جیسے کتا گھر میں ہوتا ہے تو وہ سارا دن آرام سے سویا رہتا ہے کوئی آئے جائے اس کو اس سے کوئی غرض نہیں لیکن اگر کوئی چور یا اجنبی یا مشکوک آدمی ہو تو وہ بھونکتا ہے، وحشت سے مدافعت کرنا اس کا کام ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں تیرا غصہ شکاری کتے کی طرح ہونا چاہئے شکاری کتے کو اگر مالک شکار کے لئے چھوڑ دے وہ جاتا ہے یہاں تک کہ اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا اور اگر مالک شکار کے لئے اس کو نہ چھوڑے تو اس کو کوئی پرواہ نہیں۔ یہ شکاری کتا سدھایا اور سکھایا ہوا ہوتا ہے اس کے بعد عجیب بات فرمائی جس شخص کا غصہ سکھایا ہوا اور سدھایا ہوا نہیں ہے وہ تو باولے کتے کی طرح ہے ہر ایک کو کاٹنے کے لئے دوڑتا ہے۔ کوئی مہمان آ جائے یا اجنبی ہو یا پھر گھر والے ہی کیوں نہ ہوں۔ غرض کوئی سامنے آ جائے اسے بھونکتا ہے اور کاٹنے دوڑتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں غصہ رکھا ہے ایک خاص حکمت کی وجہ سے رکھا ہے۔ پس ضروری ہے غصہ سدھایا ہوا ہو باولے کتے کی طرح نہ ہو کہ ہر ایک کو بھونکے۔ ذرا مزاج کے خلاف کر دیا تو مارے غصہ کے پارہ اوپر چلا گیا، بی پی اَپ (B.P. UP) ہو گیا۔ یہ نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔

غصہ برمحل محمود ہے:

اگر غصہ موقعہ ومحل پر کیا اور حد شرعی کے اندر غصہ کیا تو محمود ہے لیکن اگر غیر محل میں حد شرعی سے تجاوز کرتے ہوئے غصہ کیا تو بُرا کیا، غلط کیا۔ بعض لوگ بے چارے مجبور

ہوتے ہیں بعضوں کو کمزوری کی وجہ سے غصہ آتا ہے، اعصاب میں تحمل نہیں ہوتا ہے۔ بعضوں کو بڑھاپے میں غصہ کا پاور کچھ بڑھ جاتا ہے حالانکہ بڑھاپے میں غصہ ٹھنڈا ہو جانا چاہئے لیکن کیا کرے جتنا آدمی صحت مند قوی حال ہوتا ہے اتنا ہی متحمل مزاج اور بردبار ہوتا ہے۔

کبھی طبیعت میں انانیت اور غرور اور فرعونیت کی وجہ سے غصہ آتا ہے۔ میرے مزاج کے خلاف کیوں کوئی کچھ کرتا ہے یہ ہمارے دل میں شیطان بیٹھا ہے یہ سب سے "اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی" کہلوانا چاہتا ہے تو متکبر مزاج شخص چاہتا ہے میرے سامنے کیوں سر نہیں جھکاتا ہے یہ میری بات میرے مزاج ومنشأ کے خلاف کرتا ہے یا کہتا ہے۔ اگر کسی نے کچھ بات کہہ دی یا کچھ کر دیا بغیر سوچے سمجھے تو اسکا پارہ اوپر چڑھ جاتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کا شکوہ:

حضرت موسیٰؑ نے حق تعالیٰ شانہ سے عرض کیا، یا اللہ آپ قادر مطلق ہیں، میں آپ کا کلیم ہوں۔ یہ کچھ لوگ مجھے برا بھلا کہتے رہتے ہیں آپ ان کی زبان بند کیوں نہیں کر دیتے؟ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ اپنی مخلوق کی زبان تو ہم نے اپنے سے بند نہیں کی پھر تجھ سے کیوں کر بند کر دیں؟

غصے کی چار اقسام:

ویسے تو عام حالات میں غصے کو قابو میں رکھنا چاہئے، بات بات پر بگڑ جانا اور آپے سے باہر ہو جانا اور مار دھاڑ کے لئے آمادہ ہو جانا بہت ہی بری عادت ہے۔ بعض لوگ غصے میں اپنی رفیقہ حیات بیوی اور اپنے ہی بچوں کو گالی گلوچ کرتے ہیں اور اپنی بیوی

بچوں کو مارتے ہیں اور غصے میں بار بار اپنی بیگم کو طلاق کی دھمکی دیتے ہیں اور کبھی حقیقت میں طلاق دے دیتے ہیں (الامان والحفیظ) اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر معاملہ میں نرمی پسند ہے اور آپ حضرات اس کا تجزیہ کر لیجئے، بہت سی مرتبہ بڑے مشکل مشکل اور بڑے بڑے کام نرمی سے بہت آسانی سے ہو جاتے ہیں۔ برخلاف اس کے سختی سے بہت سی مرتبہ چھوٹے کام بھی بگڑ جاتے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تغضب

[غصے سے بچو]

دوبارہ وسہ بارہ اس نے یہی سوال کیا مجھے کچھ نصیحت فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لا تغضب'' [غصے سے بچو] اس لئے محدثین نے غصے کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱...... غصے کی ایک قسم تو یہ ہے کہ جلدی آئے اور غصہ جلدی چلا جائے۔ یہ شخص نہ قابل تعریف ہے اور نہ قابل مذمت، کیونکہ غصے کا جلدی چلے جانا تو اچھا ہے مگر جلدی آنا اچھا نہیں ہے۔

۲......نمبر دوم یہ ہے کہ دیر سے آئے اور دیر سے جائے۔ اس میں دیر سے آنے کا پہلو تو اچھا ہے مگر دیر سے جانا یہ اچھا نہیں ہے۔

۳......نمبر سوم وہ شخص جس کو غصہ دیر سے آئے اور جلدی چلا جائے۔ یہ سب سے بہتر اور

مبارک ہے۔

۴......اور سب سے برا اس شخص کا غصہ ہے کہ غصہ جلدی آجائے اور دیر سے جائے۔ اللہ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔

غصے کو ضبط کرنے پر بشارت:

جو شخص غصے کی حالت میں اور اپنے غصے کو نافذ بھی کرنے پر قادر ہو اس کے باوجود غصے کو قابو میں رکھتا ہے اور معاف کر دیتا ہے تو ایسے حضرات کے لئے کتنی بشارت ہے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من کظم غیظا و ھو یقدر علی انفاذہ ملأ اللّٰہ تعالیٰ قلبہ امنا و ایماناً
(جامع صغیر: ۲/۱۷۹)

[جس شخص نے غصے کو ضبط کرلیا باوجودیکہ وہ غصے کو نافذ کرنے پر قدرت رکھتا ہے مگر اللہ کے خوف سے اپنے غصے کو پی جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ایمان اور سکون سے بھر دے گا۔]

دوسری حدیث میں فرمایا کہ جس شخص نے غصے کو ضبط کرلیا دراں حالیکہ وہ اس کو نافذ کرنے پر قادر تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو تمام مخلوق کے سامنے بلائیں گے اور اختیار دیں گے کہ جس حور کو چاہے پسند کرلے۔

(ابوداؤد شریف: ۲/۳۰۳)

یہ غصے کو ضبط کرنے کا دوسرا انعام ہے اور تیسرا انعام سنئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ وہ شخص کھڑا ہو جائے جس کا میرے

اوپر کوئی حق ہو۔ (اللہ اکبر) ''فلا یقوم الانسان الا من عفا'' اس صدا پر کوئی شخص کھڑا نہیں ہوگا مگر وہ شخص جس نے دنیا میں کسی کی خطاؤں کو معاف کیا ہوگا۔
(روح المعانی:۴/۸۵)

غصے کو ضبط کرنے والوں کو قیامت کے دن یہ کتنا بڑا انعام ملے گا۔ غصے کو قابو میں رکھنے وضبط کرنے اور معاف کرنے پر یہ بھی کتنا بڑا انعام ہے؛ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ:

من کف غضبه کف الله عنه عذابه یوم القیامة (مشکوۃ:۴۳۴)

جس شخص نے اپنے غصے کو روک رکھا، صبر کا تلخ گھونٹ پی لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اپنا عذاب روک لیں گے۔

غصے کی حالت میں عقل ٹھکانے نہیں رہتی:

محترم دوستو! علماء نے لکھا ہے کہ غصے کی حالت میں انسان کی عقل ٹھکانے نہیں رہتی ہے۔ اس لئے جب غصہ آئے تو سکوت اختیار کرنا چاہئے، یہ اللہ کے نبی ﷺ کی تعلیم ہے، ایک حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ:

اذا غضب احدکم فلیسکت قالها ثلاثاً

[جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ وہ خاموشی اختیار کرے، آپ ﷺ نے یہ جملہ تاکیداً تین مرتبہ کہا۔]

بہت سی مرتبہ انسا غصہ میں وہ کلمات کہہ دیتا ہے جو اسے نہیں کہنے چاہئے، پھر غصہ ٹھنڈا ہونے کے بعد اسے پچھتاوا ہوتا ہے کہ اسے یہ کلمات نہیں کہنے چاہئے تھا، اس شرمندگی سے بچانے کا مجرب عمل خاموشی ہے، اس حدیث پر عمل کرنے سے کبھی غصہ کے

بعد شرمندگی نہیں اٹھانی پڑے گی۔

خلیفہ کی توبہ:

ایک واقعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے بارے میں نقل کیا گیا ہے کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے ایک دفعہ ایک شخص کو غصے میں بہت سی گالیاں دے ڈالیں۔ وہ شخص خاموشی سے گالیاں سنتا رہا جب خلیفہ ذرا خاموش ہوا تو اس نے کہا امیر المؤمنین! آپ کو ایسی گندی گالیاں دیتے ہوئے شرم نہیں آتی۔ کیا اللہ نے آپ کو حکومت اس لئے دی ہے کہ اپنی رعیت کو گالیاں دیں؟ ہشام کا غصہ اب اتر چکا تھا۔ اس شخص کی باتیں سن کر بہت شرمندہ ہوا اور کہنے لگا۔ بھائی تم بھی مجھے گالیاں دے کر اپنا بدلہ لے لو۔ اس شخص نے جواب دیا امیر المؤمنین گالیاں دے کر میں بھی وہی غلطی کروں گا جو آپ نے کی ہے۔ میں تو منہ سے گالی نکالنے کو گناہ سمجھتا ہوں۔ ہشام نے کہا اچھا تو اس کے بدلے میں جتنا روپیہ چاہو مجھ سے لے لو۔ وہ شخص بولا جناب! روپیہ تو گالیوں کا بدلہ نہیں ہوسکتا۔ ہشام نے کہا بھائی! پھر مجھے خدا کے لئے معاف کر دو۔ اس شخص نے کہا ہاں! یہ ٹھیک ہے میں نے آپ کو خدا کے لئے معاف کیا۔ ہشام نے سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہا خدا کی قسم! آئندہ میں کبھی کسی کو گالی نہیں دوں گا۔

اس شخص کے خاموش رہنے اور خلیفہ کو سامنے جواب نہ دینے نے خلیفہ کے دل کو نرم کر دیا، اور خلیفہ نے آئندہ کسی کو گالی نہ دینے کا عہد کیا، یہ ثمرہ تھا اس شخص کی خاموشی کا۔

جب غصہ آئے تو یہ دعا پڑھے:

ساتھ ہی جب غصہ آئے تو

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

پڑھ لینا چاہئے، اس لئے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے، اور اس دعا میں شیطان سے اللہ کی پناہ چاہی گئی ہے، شیطان کے دور ہونے سے غصہ بھی ختم ہو جائے گا۔ یہ علاج اللہ کے نبی ﷺ کا بتایا ہوا ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے:

عن سلمان بن صردؓ قال استب رجلان عند النبی ﷺ و نحن عندہٗ جلوس احدھما یسب صاحبه مغضبا قد احمر وجهه فقال النبی ﷺ انی اعلم کلمة لو قالها لذهب عنه ما یجد. لو قال اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ.

(معارف وحکم: ١/ ١٩٨)

[حضرت سلمان بن صردؓ ایک صحابی ہیں وہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دو شخص نبی کریم ﷺ کے روبرو لڑ پڑے، ہم بھی پاس بیٹھے تھے، ان میں سے ایک دوسرے کو غصہ میں گالی دینے لگا، (ساتھ ہی غصہ سے) اس کا چہرہ سرخ ہو گیا، آپ ﷺ نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ شخص اس کلمہ کو پڑھ لے تو اس کا غصہ زائل ہو جائے گا، اور وہ کلمہ **اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ** ہے۔]

اس کی تشریح میں محدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور ﷺ تو سابق بالخیرات نیکیوں میں آگے بڑھنے والے تھے، پھر آپ نے خود صاحب معاملہ کو یہ دعا کیوں نہیں تلقین کی؟ شراح حدیث اس کا جواب دیتے ہیں کیوں کہ شیطان کے تسلط کی وجہ سے انسان دوران غضب بے قابو ہو جاتا ہے، کہیں غصہ میں یہ کہہ دیتا کہ میں تو نہیں پڑھتا، تو

فرمان نبوی کی نبی کی موجودگی میں خلاف ورزی ہو جاتی، اور وہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا، اور اپنی آخرت برباد کر لیتا۔

غصے کے نقصانات:

غصے کے بہت سے دنیوی نقصانات کے علاوہ آخرت و ایمان پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ان الغضب ليفسد الايمان كما يفسد الصبر العسل (مشکوۃ:۴۳۴)

[غصہ ایمان کو ایسا خراب کر دیتا ہے جیسے کہ ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے]

ایلوا ایک کڑوی دوا ہے۔ ایک بالٹی شہد میں تھوڑا سا ڈال دو تو سارا شہد کڑوا ہو جاتا ہے اسی طرح بے جا غصہ کرنے والے اور بات بات پر بگڑ جانے و غصہ ہونے سے ایمان اور اس کے انوارات خراب ہو جاتے ہیں۔ **الامان و الحفيظ.**

غصہ کی حالت میں کیا کرنا چاہئے:

غصہ کی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کیا تعلیم دی، عطیہ بن عروہ السعدیؓ سے روایت ہے:

قال قال رسول الله صلى الله عليه و سلم ان الغضب من الشيطان و ان الشيطان خلق من النار و انما تطفأ النار بالماء فاذا غضب احدكم فليتوضأ .

(مشکوۃ:۴۳۴)

[بیشک غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے اور آگ پانی سے سرد ہو جاتی ہے، لہذا تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے

کہ وضو کر لے]

علامہ آلوسیؒ نے تفسیر روح المعانی میں نقل کیا ہے کہ

اتقوا الغضب فانه جمرة تتوقد فی قلب بنی آدم الم تروا الی انتفاخ اوداجه و حمرة عینیه

[غصے سے بچو؛ کیونکہ یہ ایک آگ کا شعلہ ہے جو آدم کی اولاد کے دل میں سلگتا ہے، کیا تم نہیں دیکھتے ہو جس پر غصہ چڑھتا ہے اس کی گردن کی رگیں پھول جاتی ہیں، آنکھیں لال ہو جاتی ہیں۔]

اور ہم دیکھتے ہیں کہ جب کسی کو غصہ آتا ہے تو اگر بیٹھا ہوا ہے تو کھڑا ہو جاتا ہے اور کھڑا ہوا ہے تو آستین چڑھا لیتا ہے اور پھر سامنے والے کے گریبان کو پکڑنے کی کوشش کرتا ہے، ان تمام حرکتوں سے غصہ میں اضافہ ہی ہوتا ہے مگر قربان جایئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک تعلیم پر، غصہ کا ایسا علاج بتایا کہ جس سے غصہ کا جوش ٹھنڈا ہو اور انسان اپنے قابو سے باہر نہ ہو جائے اور اس کا غصہ دفع ہو جائے۔ حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان رسول الله ﷺ قال و اذا غضب احدکم و هو قائم فلیجلس فان ذهب عنه الغضب و الا فلیضطجع

اس حدیث پاک میں کیا خوب علاج بتایا [رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر غصہ ختم ہو گیا تو فبہا اور اگر بیٹھنے کے باوجود غصہ ختم نہ ہوا تو فرمایا لیٹ جائے] سبحان اللہ۔ صحابہ کرامؓ اسی پر عمل کرتے تھے۔

حضرت ابوذرؓ کا ایک واقعہ:

چنانچہ دیکھئے اس حدیث شریف کے راوی حضرت ابوذر غفاریؓ ہیں، ان کا ایک واقعہ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے مسند احمد (۱۵/۵) کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام النحو حضرت ابوالاسود دوئلیؒ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاریؓ تالاب سے اپنے کھیتوں کو سیراب کر رہے تھے کہ چند مسلمانوں کا اس طرف سے گذر ہوا، انہوں نے حضرت ابوذرؓ کو دیکھ کر یہ سوچا کہ کیا خوب ہوتا کہ ایسے مقدس بزرگ کے موئے مبارک ہاتھ آجاتے، آپس میں مشورہ کر کے کہنے لگے کہ کون اس کام کو انجام دے گا؟ ایک نوجوان اس کام کے لئے تیار ہوگیا، تالاب پر پہنچا لیکن بدقسمتی سے شاید اضطراب میں ایسی حرکت سرزد ہوئی کہ تالاب کا کنارہ اس کی حرکت سے ٹوٹ گیا۔ یہ دیکھتے ہی ابوذر غفاریؓ وہیں تالاب کے پاس زمین پر بیٹھ گئے اور پھر بیٹھنے ہی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اس (مرطوب) کیچڑ سے بھری ہوئی زمین پر لیٹ گئے۔ اس شخص نے پوچھا کہ حضرت آپ یکا یک بیٹھ کیوں گئے اور بیٹھنے کے بعد پھر لیٹ گئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اے بھائی! مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ فوراً بیٹھ جائے اس لئے کہ بیٹھنے سے غصہ جاتا رہتا ہے اگر اس کے بعد بھی غصہ نہ جائے تو پھر لیٹ جائے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوذرؓ کو تالاب کے توڑنے والے پر غصہ آگیا تھا اس کے علاج کے لئے آپ بیٹھے لیکن مجذوبانہ غصہ تھا، نہ اترا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت کا یہ اثر تھا کہ جذب کے ساتھ اس کا بھی ہوش باقی ہے کہ ایسے موقع پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ہدایت ہے؟

اس پر عمل کرتے ہوئے لیٹ گئے۔ یہ نہیں دیکھا کہ زمین مرطوب و کیچڑ والی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا جذبہ نصیب فرمائے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ حضرت طالب ہاشمی صاحب دامت برکاتہم نے بیان فرمایا ہے کہ صحابہ کرامؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر کیسے عمل کرنے والے تھے۔

غصّے کا علاج پانی:

بنو امیہ کے پہلے خلیفہ حضرت امیر معاویہؓ ایک دن مسجد میں تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنی تقریر ان الفاظ سے شروع کی۔ اے لوگو سنو اور اطاعت کرو۔ یہ الفاظ سنتے ہی حاضرین میں سے ایک بزرگ ابو مسلم خولانی کھڑے ہو گئے اور کہا اے معاویہ! ہم نہ آپ کی بات سنیں گے اور نہ آپ کی اطاعت کریں گے۔ امیر معاویہؓ نے پوچھا اے ابو مسلم یہ تم کیا کہہ رہے ہو، میری بات سننے اور اطاعت سے انکار کی وجہ؟ ابو مسلم خولانی نے کہا اس لئے کہ حکومت کی طرف سے ہمارے جو وظیفے مقرر تھے وہ آپ نے بند کر دئے جس کا آپ کو اختیار نہیں۔ کیونکہ وہ آپ کے یا آپ کے باپ کی کمائی سے جاری نہیں کئے گئے تھے۔ ابو مسلم خولانی کا جواب سن کر امیر معاویہؓ کو سخت غصہ آیا اور وہ منبر سے اتر کر یہ کہتے ہوئے کہ ''میں ابھی آیا'' مسجد سے باہر نکل گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ گھر سے نہا دھو کر واپس آئے اور منبر پر کھڑے ہو کر کہا لوگو! ابو مسلم کی بات سن کر مجھے غصہ آ گیا تھا مگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ غصہ شیطان دلاتا ہے جو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو صرف پانی ہی بجھا سکتا ہے۔ اس لئے جب کسی کو غصہ آئے تو وہ نہا لے۔ چنانچہ میں گھر سے نہا کر آیا ہوں۔ ابو مسلم نے بالکل صحیح کہا ہے کہ

وظیفے میری یا میرے باپ کی کمائی سے جاری نہیں کیئے گئے اس لئے آج سے تمام وظیفے پہلے کی طرح جاری کیئے جاتے ہیں۔لوگ اپنے اپنے وظیفے وصول کر لیں۔

غصہ دور کرنے کے چند طریقے:

لہذا حدیث شریف کی رو سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو غصہ آئے تو وہ خاموش ہو جائے،اور

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ

پڑھ لے،یا تو وضو کر لے اگر اس سے غصہ دور نہیں ہوا تو غسل کر لے،یا کھڑا ہو تو بیٹھ جائے،اس سے غصہ دور ہو جائے تو فبہا ورنہ لیٹ جائے۔اللہ تعالیٰ ہم تمام کی بے محل غصہ کرنے سے حفاظت فرمائے۔اور﴿وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ﴾پر عمل کرنے والا بنائے۔اور قیامت کے میدان میں اس کے عرش کا سایہ نصیب فرمائے جب کہ اس کے عرش کے سایہ کے علاوہ اور کسی چیز کا سایہ نہ ہوگا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ. وَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً کَثِیْراً.

﴿ ۱۱ ﴾
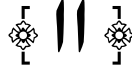
قیامت کا منظراور عرش کا سایہ

(قسط دہم)

حضورا کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''رب کاسیات عاریات مائلات ممیلات '' [قیامت کے قریب ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ بہت سی عورتیں کپڑے پہنے ہوں گی مگر کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔خود پرائے مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور پرائے مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی] دوسری حدیث میں ہے عورت کے بال اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے۔اپنے استاذ محترم سے کئی سال پہلے یہ حدیث پڑھی تھی، اس وقت تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کس طرح ہوگا؟ لیکن اب ترقی کا زمانہ آیا، اونچی ایڑی کی چپل اور بالوں کو عجیب انداز سے موڑ کر سر پر لگا دینا اور جب وہ چلتی ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اونٹ کی کوہان ہے۔صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم.

۱۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

قیامت کا منظر اور عرش کا سایہ

(قسط دہم)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَاوَ شَفِیۡعَنَاوَحَبِیۡبَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَھۡلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡراً کَثِیۡراً...... اَمَّا بَعۡدُ!

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان موسیٰ علیہ السلام قال یا رب من تظل تحت ظل عرشک یوم لا ظل الا ظلک قال یا موسیٰ الذین یعودون المرضیٰ. (او کما قال)

(ابن ابی الدنیا المتوفی ۲۸۱ھ)

۳۴...... بیمار پرسی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

ذکر چل رہا تھا کہ قیامت کے دن رحمت الٰہی کے سایہ میں کن کن لوگوں کو جگہ ملے گی؟ ابھی اسی مضمون کے متعلق ایک حدیث تلاوت کی ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے رب تیرے عرش کے سایہ میں کن لوگوں کو جگہ ملے گی؟ جس دن تیرے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے موسیٰ!

الذین یعودون المرضیٰ

[ان لوگوں کو میرے عرش کا سایہ نصیب ہوگا جولوگ بیماروں کی بیمار پرسی کرتے ہیں]

بیمار کی بیمار پرسی کرنا چاہئے، چاہے وہ رشتہ دار ہوں یا دوست واحباب ہوں یا تعلق والے ہوں، کوئی بھی ہو، اگر وہ بیمار ہے تو اس کی بیمار پرسی کرنی چاہئے۔ یہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق بھی ہے۔

بیمار پرسی مسلمان کا حق بھی ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا:

حق المسلم علی المسلم ست

[ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق ہیں]

ان چھ حقوق میں سے ایک حق یہ ہے:

واذا مرض فعدہ (مرقاۃ:۴/۴)

[جب کوئی مسلمان بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے، اس کی عیادت کرے۔]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل کر بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے:

ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ میں اگر کوئی بیمار ہو جاتا تو اگر وہ مسجد نبوی سے دور بھی رہتا ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلتا کہ فلاں صحابی بیمار ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود پیدل چل کر ان کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کی بیمار پرسی کرتے تھے۔

بیمار پرسی کے فوائد اور اس کا ثواب:

بیماروں کی عیادت کرنے میں نہ زیادہ وقت جاتا ہے، اور نہ اس میں کوئی لمبا خرچ ہے، اور اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے، ایک دوسرے کی ہمدردی پیدا ہوتی ہے، ایک دوسرے کے غم میں شریک ہو جاتے ہیں، اس کے ذریعہ معاشرہ پاکیزہ بن جاتا ہے، معاشرہ کی اصلاح بھی ہو سکتی ہے۔ یہ چھوٹا سا عمل ہے اور اس پر ثواب کتنا بڑا ہے! اللہ اکبر، ایک حدیث تو یہی ہے جو ابھی میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو عرش کا سایہ عطا فرماتے ہیں جو بیماروں کی عیادت کرتا ہے اور ایک حدیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص صبح کے وقت کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتا ہے اور اس کا اور کوئی مقصد نہ ہو تو شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو شخص شام کو جاتا ہے تو صبح تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اور جنت میں ایک باغ مل جاتا ہے، اور آتے جاتے ہوئے راستہ طے کر رہا ہے چاہے پیدل جا رہا ہو یا گاڑی میں جا رہا ہو، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ جنت کے باغوں میں چل رہا ہے۔ (ابوداؤد شریف:۲/۸۶) سبحان اللہ۔ چھوٹا سا عمل ہے اور ثواب کتنا بڑا ہے! ایک دوسری حدیث میں حضرت انس بن مالک انصاریؓ روایت نقل کرتے ہیں کہ:

قال رسول اللّٰہ صلی الله علیه و سلم من توضا فاحسن الوضوء و عاد اخاه المسلم محتسبا بوعد من جهنم مسيرة سبعين خريفا قلت يا ابا حمزة و ما الخريف قال العام.

(ابوداؤد:۲/۸۵،۸۶)

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اچھی طرح وضو کرتا ہے پھر اجر و ثواب کی امید رکھتے ہوئے اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو اس کو دوزخ سے ستر خریف دور کر دیا جاتا ہے۔ حضرت ثابت بنانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ سے پوچھا اے ابوحمزہ خریف کسے کہتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا سال کو کہتے ہیں۔]

یعنی ستر سال کی مسافت کے بقدر دوزخ سے دور کر دیا جاتا ہے۔ نیز حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جو شخص بیمار کی عیادت کرتا ہے وہ رحمت میں غوطہ لگاتا ہے جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے حضرت انسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فضیلت تو اُس تندرست کے لئے ہے جو بیمار کی عیادت کرتا ہے، خود بیمار کو کیا ملتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اسکے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (مسند احمد) نیز حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندہ سے کہیں گے اے ابن آدم! میں بیمار تھا تو نے میری بیمار پرسی نہیں کی؟ بندہ کہے گا اے میرے پروردگار! میں تیری بیمار پرسی کیسے کروں تو تو تمام جہانوں کا پالنہار ہے؟ یعنی تجھے بیماری تو آ نہیں سکتی، تو بیمار نہیں ہو سکتا، تو اللہ تعالیٰ کہیں گے کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہے اور تو نے اس کی بیمار پرسی نہیں کی، کیا تجھے نہیں معلوم اگر تو اس کی بیمار پرسی کرتا تو تو مجھے اسکے پاس پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا کیوں نہیں کھلایا؟ بندہ کہے گا

اے پروردگار میں تجھے کھانا کیسے کھلاؤں؟ تو تو تمام جہانوں کا پالنہار ہے، یعنی تجھے کھانے کی حاجت نہیں، تو انسانوں جیسی ضرورتوں سے پاک ہے، تو اللہ تعالیٰ کہیں گے کیا تجھے معلوم نہیں تجھ سے میرے فلاں بندہ نے کھانا مانگا تھا تو تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا تھا، کیا تجھے نہیں معلوم اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو تو اسکے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ کہیں گے اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو تو نے مجھے پانی کیوں نہیں پلایا تھا؟ بندہ کہے گا اے پروردگار! میں تجھے کیسے پانی پلاسکتا ہوں تو تو تمام جہانوں کا پالنہار ہے، تو انسانوں جیسی پیاس کی شدت سے پاک ہے، تجھے پانی کی ضرورت نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کہیں گے میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا تھا تو تو نے اسے پانی نہیں دیا تھا کیا تجھے نہیں معلوم اگر تو اسے پانی پلاتا تو تو اس کے ثواب کو میرے پاس پاتا۔ (مرقاۃ: ۴/۷) نیز کعب بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی بیمار کی عیادت کے لئے جاتا ہے تو وہ رحمت میں غوطے لگا تا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ بیمار کے پاس بیٹھ جائے اور جب وہ بیمار کے پاس بیٹھ جاتا ہے تو وہ رحمت میں ڈوب جاتا ہے۔ (مرقاۃ: ۴/۴۷) نیز حضرت عمرو بن حزم کی روایت میں ہے کہ بیمار کے پاس سے اٹھ جانے کے بعد بھی وہ رحمت میں غوطہ لگا تا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جس جگہ سے عیادت کے لئے گیا تھا وہاں واپس لوٹ آئے۔

(طبرانی، مجمع الزوائد)

بیمار پرسی کی دعا:

اور دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بیماروں کی بیمار پرسی کرو اور اس کو تسلی دو اور تسلی اچھے الفاظ سے دو کہ اس کے اندر ہمت پیدا ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار پرسی فرماتے تھے تو بیمار کو بڑی ہمت دلاتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیمار پرسی کے آداب بھی سکھائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بیمار کے پاس جاؤ تو اس سے کہو:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ اَللّٰهُمَّ اشْفِهٖ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ.

کوئی بات نہیں آپ بیمار ہیں، آپ اس بیماری کی وجہ سے گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں گے ان شاء اللہ، آپ کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے یہ بیماری ہے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرماتے ''اَللّٰهُمَّ اشْفِهٖ'' اے اللہ! اسے شفا عطا فرما، اے اللہ! اسے عافیت عطا فرما۔ تو دیکھو دعا بھی ہوگئی اور اس کی ہمت بھی بندھ گئی۔ اور وہ سمجھے گا کہ یہ بیماری میرے گناہوں کی پاکی کا ذریعہ ہے، کوئی مصیبت اور آفت نہیں ہے اور اس کے ساتھ ساتھ شفا کی دعا بھی فرما دی، بیمار پرسی کے آداب بھی بیان فرمائے۔ ایک روایت میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی بیمار ہو جاتا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنا داہنا ہاتھ ہم پر پھیرتے تھے اور کہتے تھے:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَائُکَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سُقْماً .

(مرقاۃ:۴/۱۰)

[اے اللہ! جو کہ تمام لوگوں کا رب ہے (اس بیمار سے) بیماری کی تکلیف کو دور کر دے اور اسے شفا عطا فرما تو ہی شفا دینے والا ہے، شفا نہیں مل سکتی مگر تیرے شفا دینے سے، ایسی شفا عطا فرما جس کے بعد بیماری نہ ہو۔]

نیز حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا جو بھی مسلمان بندہ کسی مسلمان بندہ کی عیادت کے لئے جاتا ہے اور سات مرتبہ یہ دعا پڑھتا ہے

اَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَکَ

تو اس بیمار کو ضرور شفا ملتی ہے الا یہ کہ اس کی موت کا وقت آ چکا ہو۔

(مرقاۃ:۴/۲۸)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ تین بیماروں کی عیادت کے لئے جانے سے منع فرمایا گیا ہے اس لئے کہ بیمار کے پاس جانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس کو آرام ملے، اس کی تسلی کا ذریعہ ہو لیکن اگر کوئی بیمار ایسا ہو کہ اس کے پاس جانے سے اس کو اور تکلیف ہوتی ہو تو جانے سے مقصود چونکہ آرام پہونچانا ہے تکلیف پہونچانا نہیں ہے۔ لہذا اس بیمار کو ہمارے جانے سے تکلیف ہوتی ہو تو ایسے وقت ہم نہ جائیں۔ تو علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ تین بیماروں کے پاس نہ جائیں۔

تین قسم کے بیماروں کے پاس نہ جائیں:

۱......ایک ڈاڑھ کا مریض، کسی کی ڈاڑھ میں تکلیف ہے، اس کی وجہ سے منھ سوج جاتا ہے، ڈاڑھ سوج جاتی ہے۔ اب اس کے منھ پر ورم ہے، بات کرنے میں بھی اس کو تکلیف ہو رہی ہے، اب اس وقت اگر ہم جا کر اس کے پاس بیٹھ جائیں، باتیں کرنے لگیں، اس سے بولا نہیں جا رہا ہے، مشکل سے کچھ بولتا ہے تو بتلایئے ہمارے جانے سے اس کو آرام ملا یا تکلیف ہوئی؟ تو ایسے شخص کے پاس نہ جائیں۔

۲......نمبر دو جس کو پیچھے دنبل نکلا ہو، اس کو بیٹھنے میں بھی تکلیف ہے، کبھی کرسی پر

بیٹھا ہوا ہے، کبھی نیچے بیٹھا ہے، کبھی چار پائی پر لیٹا ہوا ہے، بے چین ہے، کبھی الٹا لیٹنا چاہے گا، کبھی کسی کروٹ پر لیٹنا چاہے گا۔ اب اگر ہم جائیں گے تو ہماری وجہ سے مارے شرم وحیا کے بیٹھنے کی کوشش کرے گا اور اس طرح بیٹھنے میں ممکن ہے اس کو تکلیف ہو تو فرمایا اس کو ذرا ٹھیک ہو جانے دو، اس کے بعد جاؤ۔

۳......نمبر تین جس کو آنکھوں میں درد ہو رہا ہو، آشوب چشم ہو، آنکھ سے پانی بہہ رہا ہے اس کو دیکھنے میں تکلیف ہو رہی ہے، آنکھ اچھی طرح کھلتی نہیں۔ اب اس حالت میں اگر ہم اس کے پاس جائیں گے تو ہمارے لحاظ میں اسے ہماری طرف دیکھنا پڑے گا، باتیں کرے گا، اس سے اس کو راحت ہوگی یا تکلیف؟ ظاہر ہے تکلیف ہوگی۔ لہٰذا ابھی اس کے پاس نہ جاؤ تا کہ اس کو تکلیف نہ ہو۔

بیمار پرسی کے آداب:

اسی طرح ایک ادب یہ بتایا کہ اس کے پاس زیادہ دیر تک نہ بیٹھو، ممکن ہے کہ اس کو آرام کا تقاضا ہو، سونا چاہتا ہو، ہم جا کر بیٹھ گئے اور گھنٹے دو گھنٹے بیٹھے رہے تو اس کو تکلیف ہوگی۔ سعید بن المسیبؒ کی روایت میں ہے:

افضل العيادة سرعة القيام (مرقاۃ: ۴/۵۳)

[بہترین عیادت وہی ہے جس میں عیادت کرنے والا جلد کھڑا ہو جائے]

ہاں اگر ایسا مریض ہے کہ ہمیں پورا یقین ہے کہ میرے بیٹھنے سے اس کو سکون ملے گا، اور مریض خود بٹھانے پر مصر ہو، اور وہ کہتا ہو کہ آپ تشریف رکھئے، آپ کی وجہ سے مجھے بڑا سکون ملتا ہے، آپ کی باتوں سے بڑا دینی فائدہ ہوتا ہے، تو پھر آپ کو بیٹھنے کا حق

ہے، آپ بیٹھ سکتے ہیں ورنہ آپ زیادہ دیر نہ بیٹھیں۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں سارے آداب سکھائے ہیں۔ ابھی قاری صاحب نے سورۂ احزاب کی تلاوت کی، اس میں تذکرہ ہے اور آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک مرتبہ کچھ دیہات کے باشندے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تشریف لائے، کھانا کھایا، اب اس کے بعد بھی وہیں بیٹھے ہوئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ کام ہوگا، ہمارے بیٹھے رہنے سے آپ کے کام میں خلل پڑے گا، اس کا کچھ خیال ہی نہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مارے شرم کے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اب آپ لوگ جاؤ۔ تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیت نازل فرمائی اور ایک بہت بڑا ادب سکھایا، فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ

(الاحزاب:۵۳)

[اے ایمان والو! تم نبی کے گھر میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو اجازت دیں] اور جب تم کو داخل ہونے کی اجازت دیں تو داخل ہو جاؤ اور اس کے بعد فرمایا:

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا

[اور جب تم نے کھانا کھالیا تو ''فَانْتَشِرُوْا'' اب یہاں سے چلے جاؤ، منتشر ہو جاؤ۔] ہاں! پانچ سات منٹ بیٹھنا جو گرانی کا باعث نہیں ہوتا بلکہ تھوڑی دیر بیٹھنا بھی ادب میں داخل ہوتا ہے تو اتنی دیر بیٹھنا تو جائز ہے مگر اس کے بعد مستقل مجلس جما کر بیٹھ جانا جس سے میزبان کو اور اس کے گھر والوں کو تکلیف ہوتی ہو تو اس کے متعلق ارشاد فرمایا:

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ

[جب تم نے کھانا کھالیا تو کھا کر منتشر ہوجاؤ اور باتوں کی مجلس جما کر نہ بیٹھ جاؤ۔]

اس کے بعد ارشاد فرمایا:

اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ

[اس سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے]

فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ

[وہ شرم کرتے ہیں کہ تم کو کہیں کہ جاؤ]

وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ

[لیکن اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے نہیں شرماتا]

تو ہمیں ایک بڑا اور زبردست ادب سکھادیا۔ خوب ادب سکھایا کہ بیمار کی اور ان کے گھر والوں کی رعایت اور ان کا خیال کرنا چاہئے۔

لوگوں کی بے احتیاطی کے کچھ واقعات:

بعض لوگ اس کا بالکل خیال نہیں کرتے، یہ بہت غلط طریقہ ہے۔ میں نے رمضان المبارک میں صبح کی نماز کے بعد اس سلسلہ کی ایک حدیث سنائی تھی۔ میرا بیٹا جو اللہ کے فضل سے حافظِ قرآن ہے، آپ حضرات کو اس کی بیماری کا علم ہے، ابھی تین ساڑھے تین مہینے، ہسپتال میں رہا، دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ اسے شفاء کاملہ عطا فرمائے اور ہسپتال کے چکروں سے نجات عطا فرمائے۔ ایک دن ہم ہسپتال میں بیٹھے ہوئے تھے ایک صاحب عیادت کے لئے آئے اور بیٹھے، ایسے بیٹھے کہ جانے کا نام ہی نہیں لیتے اور اس کے ساتھ ایران توران کی اور اس کی، اس کی غیبت شروع کردی، کافی دیر ہوگئی، میں

شرم کے مارے کہہ نہیں سکا، دو تین گھنٹے کے بعد اجازت لے کر گئے، ان کے جانے کے بعد میرے بیٹے زکریا نے کہا کہ یہ انکل (چچا) میری خیریت پوچھنے آئے تھے یا دنیا بھر کی غیبت کرنے آئے تھے۔ تو بچے بھی کبھی ایسی چیز کو سمجھ جاتے ہیں کہ بیمار کے پاس اس قسم کی حرکتیں نہیں کرنا چاہئے۔ ایک بزرگ بیمار ہو گئے، لوگ ان کی عیادت کرنے کے لئے آتے اور کافی دیر تک بیٹھتے، جب جانے لگے تو ان سے عرض کیا کہ حضرت دعا کرنا تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُمْ اٰدَابَ عِيَادَةِ الْمَرِيْضِ.

[اللہ تعالیٰ ان کو مریض کی عیادت کے آداب سکھائے]

ایک اللہ والے تھے وہ بیمار ہوئے۔ لوگ ان کی عیادت کے لئے آئے تھے، ایک آیا دوسرا گیا، ایک آدمی آیا اور جم کر بیٹھ گیا، جانے کا نام ہی نہیں لیتا، کافی دیر ہو گئی، حضرت بھی تھک گئے، کافی دیر کے بعد کہتا ہے کہ آپ کے پاس تو کتنے لوگ بیمار پرسی کے لئے آتے ہیں آپ تھک جاتے ہوں گے کیا میں دروازہ بند کر دوں تو حضرت نے فرمایا ضرور بند کر دو مگر باہر سے بند کرو یعنی تم بھی اب باہر جاؤ اور باہر سے بند کر دو۔

ایک لطیفہ:

ایک صاحب ذرا کان سے کم سنتے تھے، ان کا ایک دوست بیمار ہوا تو وہ عیادت کے لئے چلے، راستہ میں سوچ رہے تھے کہ سب سے پہلے اس کی خیریت پوچھوں گا، وہ کہے گا کہ اب کچھ ٹھیک ہوں تو میں کہوں گا الحمد للہ۔ پھر پوچھوں گا کہ کونسی دوا استعمال کر رہے ہو؟ تو وہ کسی دوا کا نام لے گا تو میں کہوں گا کہ بہت اچھی دوا ہے پابندی سے استعمال

کرنا۔ پھر اس سے سوال کروں گا کون سے ڈاکٹر سے علاج کرتے ہو؟ تو وہ جواب دے گا فلاں ڈاکٹر سے تو کہوں گا بہت اچھا اور بڑا ڈاکٹر ہے اسے پکڑ کے رکھنا۔ خیر جب وہ بہرے صاحب اپنے دوست کے پاس پہنچے تو دوست دیکھ کر گھبرا گیا کہ دماغ پاشی کرنے آ گیا ہے اس نے سوال کیا، کیا حال ہے؟ دوست نے کہا مرنے پڑا ہوں تو اس نے کہا الحمد للہ۔ پھر سوال کیا کون سی دوا استعمال کر رہے ہو؟ اس نے کہا زہر، تو کہا بہت اچھی دوا ہے پابندی سے کھاتے رہو۔ پھر سوال کیا کون سے ڈاکٹر سے علاج جاری ہے؟ اس نے کہا ملک الموت سے، جناب کہتے ہیں کہ بہت بڑا ڈاکٹر ہے اسے چھوڑنا نہیں۔ تو ایسے لوگ مریض کی زیادہ تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔

مقصد آرام پہونچانا ہے:

تو دیکھئے! اسلام الحمد للہ کتنا اچھا مذہب ہے، اسلام نے ہم کو ہر چیز کے آداب سکھائے، بیمار کو راحت پہونچانا مقصود ہے، تو اتنی دیر بیٹھنا چاہئے کہ جس سے بیمار کو تکلیف نہ ہو، آدمی بیمار ہوتا ہے کبھی اس کو تکلیف ہوتی ہے، سر میں درد ہوتا ہے، اور آرام کا تقاضا ہوتا ہے، تو ایسے وقت بیٹھے رہنے سے اس کو پریشانی ہوتی ہے، تو اس کا ہمیں خیال کرنا چاہئے تا کہ مقصود حاصل ہو، اور بیمار کو تسلی بھی ہو جائے اور اس کو تکلیف بھی نہ پہنچے۔ بہر حال جو لوگ بیمار کی بیمار پرسی کرتے ہیں وہ بھی قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے۔

۳۵......جس عورت کا بچہ مر گیا ہو اس کی تعزیت پر عرش کا سایہ:

نمبر ۳۵......

"من یصبر الثکلی او من عزی الثکلی"
(دارقطنی ،الترغیب والترہیب ،قسطلانی بحوالہ ابن السنی)

وہ شخص بھی اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوگا جو اس عورت کو جس کے بچہ کا انتقال ہو گیا صبر کی تلقین کرے، اس ماں کو تسلی دے اور اس کی تعزیت کرے، تعزیت کی مدت تین دن ہے۔ تین دن تک سوگ ہے، اس کے بعد نہیں۔ ہاں! وہ عورت جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا ہو تو اس کے لئے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے، اس کے سوا باقی تمام لوگوں کے لئے سوگ کی مدت تین دن ہے۔ اگر اس کے بعد بھی تعزیت کرتے رہیں گے تو غم کو تازہ کرنا ہوگا اور یہ مناسب نہیں۔ ہاں جو موجود نہ ہو وہ تین دن کے بعد آیا ہو تو وہ تین دن کے بعد بھی تعزیت کر سکتا ہے۔ تعزیت کرنا اور تسلی دینا یہ بھی بہت بڑا کار ثواب ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جاتے تھے، اور تعزیت فرماتے تھے، اور تسلی دیتے تھے۔ صبر کی تلقین کرنا کہ جو ہوا اللہ پاک کے حکم سے ہوا، ہر ایک کا وقت مقرر ہے، جب وقت مقرر آجاتا ہے تو وہ اپنے اللہ کے پاس چلا جاتا ہے، ہم کو بھی ایک دن جانا ہے، اللہ پاک آپ کو صبر عطا فرمائے، آپ صبر کریں گے تو اللہ پاک اس پر بہت ثواب عطا فرماتے ہیں خاص کر جن کے چھوٹے بچے کا انتقال ہو جائے اور وہ ان کے انتقال پر صبر کر لے تو آخرت میں اس پر بہت بڑا اجر ہے۔

بچہ کے انتقال پر صبر کا اجر:

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی بندہ کا چھوٹا

بچہ مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے: تم نے میرے بندے کے بچہ اور اس کے دل کے ٹکڑے کو لے لیا، وہ عرض کرتے ہیں الٰہی ایسا ہی ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے عرض کرتے ہیں اس نے تیری حمد بیان کی اور ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ '' پڑھا۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اس بندہ کے لئے جنت میں گھر بناؤ اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھو۔ تو دنیا میں بچہ کے انتقال پر غم ہوتا ہے، لیکن آخرت میں جب اس پر اجر ملے گا تو پتہ چلے گا کہ یہ بھی کتنی بڑی نعمت تھی، اور بچے تو گناہوں سے پاک صاف ہوتے ہیں، جنتی ہوتے ہیں، اللہ پاک ان سے کہیں گے جنت میں چلے جاؤ تو وہ کہیں گے: ہم نہیں جائیں گے جب تک ہمارے ماں باپ ساتھ نہ ہوں گے۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ وہ بچے اللہ سے جھگڑیں گے اور اپنے ماں باپ کو لے کر جنت میں جائیں گے۔ بچہ کی نماز میں جو دعا ہے اس کے الفاظ سے بھی یہ بات معلوم ہوتی ہے، دعا کے الفاظ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخراً وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّ مُشَفَّعًا.

[کہ اے اللہ اس بچہ کو ہمارے لئے اجر اور آخرت کا ذخیرہ بنا اور اس کو شفاعت کرنے والا بنا اور ایسی شفاعت کرنے والا جس کی شفاعت قبول ہو۔]

ہمارے قاری صاحب کے تین بچے بچپن میں فوت ہو گئے، اللہ ان کے لئے تینوں بچوں کو شافع بنا دیں اور جو حیات ہیں اللہ سب کو ایمان و اعمال کے ساتھ، صحت و قوت کے ساتھ رکھے اور اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے۔ تو ذکر کر رہا تھا کہ جس ماں کے بچہ کا انتقال ہو گیا ہو وہ ماں ہی جانتی ہے کہ اس کے دل پر کیا گذرتی ہے، ماں کو سب سے زیادہ

محبت اپنے بچہ سے ہوتی ہے، تو جس نے ایسی ماں کو صبر کی تلقین کی اور اس کو تسلی دی تو اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے۔

۳۶......بدنگاہی سے حفاظت پر عرش کا سایہ:

نمبر ۳۶......

موسیٰ علیه السلام قال رب من یساکنک فی حظیرة القدس و من یستظل یوم لا ظل الا ظلک قال اولئک الذین لا ینظرون باعینهم الزنا.

(فوائد عیسوی عن ابی درداء مرفوعاً)

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب! جنت میں آپ کے پاس کون رہے گا؟ اور آپ کے عرش کے سایہ میں کون بیٹھے گا؟ جب کہ آپ کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ لوگ میرے عرش کے سایہ میں ہوں گے جو لوگ آنکھ کا زنا نہیں کرتے، بدنظری اور بدنگاہی سے بچتے ہیں۔ غیر محرم کو دیکھنا آنکھوں کا زنا ہے اور بہت بڑا گناہ ہے، اللہ پاک اس سے بچائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھ کا زنا بدنگاہی کرنا ہے، غیر محرم عورتوں کو جھانک تاک کرنا ہے۔ حضرت علیؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے علی! پہلی نظر جو اچانک پڑ گئی وہ تو معاف ہے لیکن دوسری نظر پھر ڈالی تو اس پر اللہ کے یہاں پکڑ ہے یا پہلی نظر پڑی اس کو ہٹانے کے بجائے جمالی تو اب اس پر بھی پکڑ ہے۔

بدنگاہی سے حفاظت پر ایمان کی حلاوت:

اور اگر اچانک نظر پڑی اور پھر اس نے اللہ کے خوف سے اپنی نگاہ نیچی کر لی تو اس کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ بندہ اپنے قلب میں ایمان کی حلاوت اور چاشنی محسوس کرے گا۔

بدنگاہی کا انجام:

آنکھ بڑی ظالم ہے، انسان آنکھ سے دیکھتا ہے پھر دل میں خیال جم جاتا ہے، کتنے نوجوان اس کے پیچھے پاگل ہوگئے۔ میں نے ایک کتاب میں پڑھا تھا، بڑا عجیب واقعہ لکھا تھا، ایک شخص پاگل خانہ کی سیر کرنے گیا، وہ شخص حکومت کا کوئی عہدہ دار تھا۔ اس نے پاگل خانہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ بے تحاشہ رو رہا ہے اور کہہ رہا ہے دور ہو جا روبینہ، اس کو بڑا تعجب ہوا، آگے بڑھا تو آگے ایک دوسرے کو دیکھا وہ کہہ رہا ہے روبینہ آجا، روبینہ آجا، تیرے بغیر مر جاؤں گا۔ اس شخص نے وہاں کے ڈاکٹر سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ ڈاکٹر نے بتایا کہ پہلا شخص اس کی محبت میں گرفتار ہوا تھا وہ اس کو ملی نہیں، کوشش میں ناکام ہوا اور اس کی وجہ سے وہ پاگل ہوا اور اس پاگل پنے میں وہ کہتا رہتا ہے دور ہو جا روبینہ، دور ہو جا۔ دوسرے شخص کو ملی مگر وہ اس کے ملنے پر پاگل ہوگیا۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ آنکھوں کی حفاظت بہت ضروری ہے اور آج اکثر اس میں مبتلا ہیں، اللہ پاک ہماری حفاظت فرمائیں، ہمارے حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ اور حکیم اختر صاحبؒ اس پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں اس میں اس قدر ابتلاء ہے کہ بہت سے لوگ تو اسے گناہ بھی نہیں سمجھتے حالانکہ یہ بہت سنگین گناہ ہے، اور اس کی وجہ سے بڑی ظلمت پیدا ہوتی ہے۔

حدیث میں ہے:

لعن اللّٰہ الناظر و المنظور الیہ

[رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص غیر محرم عورت کو دیکھتا ہے اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے اور جس عورت کو دیکھا اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے] تو اس گناہ سے بچنا بہت ضروری ہے، اس کی بڑی تباہی ہے۔ اللہ پاک ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن پاک میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (النور:۳۰)

[آپ مؤمن مردوں سے کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں]

یہ اللہ پاک کا حکم ہے، اس پر ہمیں بڑے اہتمام سے عمل کرنا چاہئے۔

قربِ قیامت عورتوں کی حالت:

اسی طرح میں اپنی ماں بہنوں سے بھی عرض کروں گا کہ وہ جب باہر نکلیں تو پردے میں نکلیں، برقعہ اور نقاب پہنا ہوا ہو، اس طرح بن سنور کر نہ نکلیں کہ مردوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھیں۔ اس طرح بن سنور کر نکلنا جائز نہیں ہے، بڑا گناہ ہے۔ یہ قیامت کی علامت ہے۔ بخاری شریف کی روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

رب کاسیات عاریات مائلات ممیلات

[قیامت کے قریب ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ بہت سی عورتیں کپڑے پہنے ہوں گی مگر کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، خود پرائے مردوں کی طرف مائل ہوں گی اور

پرائے مردوں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں گی] ایک حدیث میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا عورت کے بال اونٹ کے کوہان کی طرح ہوں گے۔ راندیر چھوٹے سے دیہات میں (اس وقت تو چھوٹا سا تھا اب بڑا ہو گیا ہے، سورت (انڈیا) میں ملحق ہو گیا ہے) اپنے استاذ محترم سے کئی سال پہلے یہ حدیث پڑھی تھی اس وقت تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کس طرح ہوگا؟ لیکن اب ترقی کا زمانہ آیا، اونچی ایڑی کی چپل اور بالوں کو عجیب انداز سے موڑ کر سر پر لگا دینا، اور جب وہ چلتی ہیں تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے جیسے اونٹ کا کوہان ہے۔ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو پیشین گوئیاں بیان فرمائیں آج اپنی آنکھوں سے ہم دیکھ رہے ہیں۔

”رب کاسیات عاریات“ کی تشریح:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”رب کاسیات عاریات مائلات ممیلات“ اس حدیث کے تین مطلب محدثین نے بیان فرمائے ہیں:

۱......ایک یہ کہ کپڑے نہ پہنے ہوں۔ جیسا کہ یہاں کی مقامی مستورات ہیں۔

۲......یا کپڑے پہنے ہوں تو وہ اتنے باریک اور اتنے پتلے ہوں کہ سارا جسم نظر آئے، کپڑے میں سے بدن جھلکتا ہو تو پہن کر بھی ننگی ہیں۔

اور ۳......تیسرا مطلب یہ ہے کہ کپڑے بھی پہنے ہیں اور اتنے باریک بھی نہیں ہیں مگر وہ کپڑے اتنے زیادہ فٹ و تنگ ہوں کہ جسم کی ساخت اور جسم کا پورا نشیب و فراز بالکل ظاہر ہوتا ہو تو یہ بھی ننگے ہونے کے مانند ہے، ایسا کپڑا پہننے سے منع کیا گیا ہے۔

عورت کے لئے سب سے بہتر چیز:

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کہ عورت کے لئے سب سے بہترین چیز کون سی ہے؟ صحابہؓ خاموش رہے، مجلس برخاست ہو گئی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ گھر تشریف لے گئے اور حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے کہا: کہ آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تھا کہ عورت کے لئے سب سے بہترین چیز کون سی ہے؟ تو حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے فرمایا: عورت کے لئے سب سے بہترین چیز یہ ہے کہ وہ کسی مرد کو نہ دیکھے اور نہ کوئی مرد اسے دیکھے۔ مطلب سمجھے؟ یعنی دو باتیں ارشاد فرمائیں، عورت کے لئے سب سے بہترین چیز یہ ہے کہ وہ خود بھی کسی مرد کو نہ دیکھے یعنی قصداً و ارادۃً عورت بھی مرد کو تاک جھانک نہ کرے اور عورت خود بھی اس طرح رہے کہ کوئی مرد اس کو نہ دیکھ سکے۔ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ عرض کیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس سے بہتر جواب نہیں ہو سکتا، بہت بہترین جواب ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب کو بے حد پسند فرمایا۔

جنازہ پر چھتری اور دفن کے وقت پردہ:

عورت کے جنازہ پر گہوارہ یعنی چھتری اور اس پر چادر اور اسی طرح دفن کے وقت قبر پر چاروں طرف سے چادر اور پردہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کی ایجاد ہے، حضرت فاطمہؓ نے وفات کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازہ کو ڈھانک لیا جائے، اسی طرح دفن کے وقت پردہ کر لیا جائے تا کہ اجنبی مردوں کو میرے قد و قامت اور میرے جسامت بدن کا پتہ نہ چلے۔ آپ کی طبعی شرم و حیا نے اس کو بھی گوارا نہ فرمایا

حالانکہ جسم کفن میں چھپا ہوا ہوتا ہے، شرکاء جنازہ اس وقت غمگین ہوتے ہیں، خوف خدا ان پر غالب ہوتا ہے، شہوت کا خیال بھی نہیں ہوتا مگر اس کے باوجود حضرت فاطمۃ الزہراءؓ نے پردہ کرنے کی وصیت فرمائی، اس وقت سے یہ سنت ہمارے اندر چلی آرہی ہے۔

فاطمۃ الزہراءؓ جارہی ہیں، نگاہ نیچی کرلو:

بہت سال پہلے ایک حدیث پڑھی تھی کہ قیامت کے دن جب حضرت فاطمۃ الزہراءؓ تشریف لائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعہ آڈر دیگا کہ اے مردو! اپنی نگاہ نیچی کرلو فاطمہ جارہی ہیں۔ دنیا میں پردہ اختیار فرمایا اور اس قدر احتیاط فرمائی تو اللہ پاک قیامت میں بھی یہ مقام عطا فرمائیں گے۔ تو آنکھ کے زنا سے ہمیں بچنا چاہئے۔ یہ آج عام بیماری ہے اور عام ابتلاء ہے، تو اللہ پاک نے حضرت موسیٰؑ سے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے اور میدان محشر میں عرش کے سایہ میں رہنا چاہتا ہے تو وہ آنکھ کے زنا سے بچے۔

۳۷......سینتیسواں شخص:

نمبر سینتیس:

الوالی العادل فی ظل اللّٰہ فمن نصحه فی نفسه و فی عباد الله اظله اللّٰه فی یوم لا ظل الا ظله.

انصاف کرنے والا حاکم اللہ تعالیٰ کے عرش سایہ میں ہوگا۔ اور آگے فرمایا:

فمن نصحه فی نفسه و فی عباد الله اظله اللّٰه فی یوم لا ظل الا ظله

کہ [جو شخص اس کو اپنے بارے میں اور اللہ کے بندوں کے بارے میں

انصاف کرنے کی تاکید کرے، اوراس طرح اس کی خیر خواہی کرے، اوراس کوانصاف کرنے کی نصیحت کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سایہ میں جگہ عطا فرمائے گا جس دن کہ اللہ کے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۳۸......اڑتیسواں شخص:

اڑتیسواں شخص؛ ''ویشیعون الھلکیٰ ''(ابن ابی الدنیا) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جو لوگ جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں، اس کے متعلق تفصیل پہلے آچکی ہے۔

۳۹......انتالیسواں شخص:

آج ان شاء اللہ یہ بیان ختم ہوجائے گا۔فرمایا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

ولا یبتغون فی اموالھم الربوٰا

وہ لوگ بھی اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جو اپنے مال کو سود خوری کا ذریعہ نہیں بناتے ،سودی لین دین نہیں کرتے ،سودی کاروبار نہیں کرتے۔

دو چیزیں چھپانے کی ہیں:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے عجیب بات کہی ہے، دو چیزیں چھپانے کی تھیں۔ان کو چھپانا خیر کا ذریعہ ہے۔جب سے ان کو چھپانا چھوڑ دیا دنیا میں فساد ہوگیا، ایک مال ودولت۔دولت چھپانے کی چیز تھی، اب بینکوں میں آگئی، باہر نکل گئی اور دوسرا عورت ''دولت اور عورت'' دونوں چھپانے کی چیزیں تھیں، جب سے یہ باہر نکل گئیں دنیا میں فساد پھیل گیا۔

سود کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں- چودہ سو سال پہلے پیشین گوئی فرمائی تھی:

لیأتین علی الناس زمان لا یبقی احد الا اکل الربا، فان لم یا کله اصابه من بخاره.

(مرقاۃ:۶/۵۱)

[کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ہر آدمی سود کھانے والا ہوگا اور اگر سود نہیں کھائے گا تو سود کا غبار تو اس کو لگ کر رہے گا]

سود کا دھواں تو اس کی ناک میں ضرور جائے گا۔ آج ایسے حالات آ گئے کہ انسان بالکل مجبور ہے، تنخواہ کیش میں نہیں ملتی، چیک میں ملتی ہے، بینک میں جمع کرنا ہی پڑتا ہے کچھ نہ کچھ ان کا تعاون ہو ہی جاتا ہے، کیا کریں مجبور ہیں، بینک میں جمع کرنا ہی پڑتا ہے لیکن جو قصداً و ارادۃً سود کھاتے ہیں وہ بہت بڑے گنہگار ہیں۔ پہلے بھی آپ حضرات کے سامنے بندہ نے یہ حدیث پیش کی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سود کا ایک درہم چھتیس مرتبہ زنا سے برا ہے:

درهم ربا یأکله الرجل و هو یعلم اشد من ستة و ثلاثین زنیة.

(مرقاۃ:۶/۵۵)

[کہ جو سود کا ایک درہم جان بوجھ کر کھائے چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے بڑا گناہ ہے]

شب معراج میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک جماعت پر ہوا جن کے پیٹ گھروں کے مانند بڑے تھے، اور ان کے پیٹ سانپ سے بھرے ہوئے تھے اور

وہ باہر سے دِکھ رہے تھے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا: یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔ (مرقاۃ:۶/ ۵۷)

سود کا انجام تباہی ہے:

مشکاۃ کی ایک حدیث ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان الربا و ان کثر فان عاقبته تصیر الی قُلٍّ (مرقاۃ:۸/۵۶)

[کہ سود کے مال و دولت سے آدمی چاہے جتنا حاصل کر لے لیکن انجام کار تباہی ہے]

حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو رئیس المفسرین ہیں، ترجمان القرآن ہیں، آپ فرماتے ہیں: سود سے چاہے جتنا مال و دولت جمع کرے اس کا انجام تباہی ہے۔

قیامت کے دن سود خوروں کی حالت:

اور قرآن میں اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُهُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ذٰلِکَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا

(البقرہ:۲۷۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں، قیامت کے دن نہیں کھڑے ہوں گے مگر اس انداز سے کہ جیسے کسی کو شیطان لپٹ گیا ہو، شیطان اس کے جسم کے اندر داخل ہو گیا ہو، جس جسم میں جنات داخل ہو گئے ہوں اس کی حالت کیسی ہوتی ہے، شرابی کی حالت آپ نے دیکھی ہوگی کیسی ہوتی ہے، جب وہ بہت نشہ میں ہو، مدہوش، ادھر گر رہا ہے، ادھر گر رہا ہے۔ تو جس کو جنات اور شیطان لپٹ جاتا ہے تو وہ بے قابو ہو جاتا ہے تو قرآن کہتا ہے

﴿يَقُومُونَ اِلَّا كَمَا يَقُومُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ﴾ قیامت کے دن سود کھانے والوں کی بھی وہی حالت ہوگی، خبطی ہوں گے، کچھ ہوش نہ ہوگا، ایسی حالت کیوں ہوگی؟ فرمایا: ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا﴾ وہ لوگ دنیا میں کہتے تھے کہ سود کیا ہے؟ سود کاروبار کی طرح ہے، آپ دکان لگا کر بیٹھے، دس ہزار کا مال خریدا اس کو بیچا بارہ ہزار میں، بک گیا، دو ہزار نفع ہوا، تو وہ کہتے ہیں کہ سود بھی اسی طرح ہے کہ ہم نے ایک ہزار پاؤنڈ دئے اور یہ شرط لگا دی کہ جب لوٹاؤ تو ایک سو زائد یعنی ایک ہزار ایک سو پاؤنڈ لوٹانا۔ تو ایک سو یہ بھی تو نفع ہے لیکن فرماتے ہیں نہیں! ﴿وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ سود کھانے والوں نے وہ دلیل پیش کی مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے سود کو تو حرام کیا اور بیع وشراء خرید وفروخت کو حلال کیا۔ تو دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ (البقرہ:۲۷۶)

اللہ سود کو گھٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے، ہماری آنکھوں کے خلاف، ہماری عقل کے خلاف۔

ہماری عقل:

ہماری عقل میں کیا آتا ہے۔ کوئی آدمی صدقہ دے، سو پاؤنڈ میں سے دس پاؤنڈ صدقہ میں دئے تو نوے پاؤنڈ رہ جائیں گے، دس پاؤنڈ کم ہو جائیں گے تو صدقہ دینے سے بظاہر مال کم ہوتا نظر آتا ہے، اور سود میں تو نفع ملتا ہے، انٹرس ملتا ہے۔ ہماری عقل یہی کہتی ہے کہ مال بڑھتا ہے، آنکھ سے بھی یہی نظر آتا ہے مگر ہماری آنکھ غلط، ہماری سوچ

غلط، ہماری عقل غلط، اللہ تعالیٰ کا فرمان صحیح ہے: ﴿یَمۡحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرۡبِی الصَّدَقٰتِ﴾ کہ ہم سود کو گھٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔

بڑے کام کی بات:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا- بڑے کام کی بات یاد آئی -فرمایا: جو آدمی کسی کو معاف کر دے، آپس میں لڑائی ہوگئی، اب وہ بھی منہ چڑھائے ہوئے ہے اور یہ بھی منہ چڑھائے ہوئے ہے، دونوں ایک دوسرے سے ملتے نہیں ہیں لیکن آپ آگے بڑھ گئے اور کہا السلام علیکم، وعلیکم السلام۔ پھر آپ نے کہا بھائی! معاف کر دو مجھے۔ بظاہر تو ایسا لگتا ہے کہ میں ملنے جاؤں گا تو میری ناک کٹ جائے گی، میری عزت کم ہو جائے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس نے معاف کر دیا، آگے بڑھ کر پہل کر دی، اللہ اس کو عزت دے گا اور فرمایا جس نے صدقہ دیا، صدقہ سے مال بڑھے گا، گھٹے گا نہیں اور جو بندہ سوال کا دروازہ اپنے اوپر کھولتا ہے، یعنی مانگنے کو اپنا پیشہ بنالیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر فقیری کا دروازہ کھول دیتے ہیں، مانگنے سے اسکا مسئلہ حل نہیں ہوتا اسکی فقیری بڑھتی ہی رہتی ہے۔

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم ما نقص مال عبد من صدقة و لا ظلم عبد مظلمة صبر علیها الا زاده اللّٰہ بها عزاً و لا فتح عبد باب مسألة الا فتح اللّٰہ علیه باب الفقر.

(مرقاۃ:۹/۴۶۹)

مور گیج کا انجام:

میں ذکر کر رہا تھا، قرآن مجید کے اندر سود کے متعلق کتنی سخت وعید بیان فرمائی گئی

ہے اور لوگوں کی حالت یہ ہے کہ سود میں مبتلا ہیں، بڑی عجیب بات ہے، میں نے ایک مرتبہ جمعہ کے بیان میں بڑی تفصیلی بات کی تھی، چند سال پہلے مکانوں کی قیمتیں بالکل ڈاؤن ہوگئیں اور بینکوں نے بینک کی تجوریاں کھولدیں۔ ایک مکان ہے، ایک دکان ہے الحمدللہ، قناعت کرنا چاہئے مگر آدمی کی لالچ ایک مکان کے دومکان ہوجائیں، ایک دکان کی دودکان ہوجائیں۔ دو ہیں تو تین ہوجائیں، فل مورگیج مل رہا ہے۔ مسجد کے اندر جمعہ کی نماز کے بعد ایک بھائی نے کہا مولوی صاحب بہت سستے مکان لگے ہیں آپ کا فل مورگیج پاس کرا دیتا ہوں، آپ بھی ایک مکان لے لو۔ میں نے کہا الحمدللہ مجھے جو روٹی ملتی ہے وہ کافی ہے، مجھے دو روٹی کھانا نہیں ہے، آدھی روٹی کھا کر سکون کی نیند آتی ہے، یہی اچھی ہے۔ اس وقت لوگوں نے دو دو مکان لئے، تین تین مکان لئے۔ پھر کیا ہوا؟ مکان کی قیمتیں اور گھٹ گئیں اور سود کا شرح سود اور بڑھ گیا، دیکھا آپ نے چالاکی۔ یہ بتایا گیا کہ مکان کی قیمتیں پانچ سال کے بعد، دس سال کے بعد بہت بڑھ جائیں گی، آج ایک لاکھ کا ہے، دو سال کے بعد دو لاکھ کا ہوجائے گا۔ لوگوں نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ دھڑا دھڑ لوگوں نے خریدنا شروع کر دیا۔ میں نے ان کو اس ملک میں پاگل ہوتے ہوئے دیکھا ہے، ڈپریشن میں ہیں، قسط بھرنے کے لئے پیسے نہیں ہیں، پریشان ہیں، کرایہ دار بھی نہیں ملتے کہ کرایہ پر دے کر کچھ کام چلائیں۔ نمازی دیندار لوگ تو کچھ بچے بھی ہیں لیکن جو مسجد سے دور ہیں میرے پاس تعویذ لینے کے لئے آتے ہیں لیکن تعویذ سے اب کیا ہوگا، اپنے پیر پر خود کلہاڑی ماری۔ اب تو صدق دل سے توبہ استغفار اور گریہ وزاری ہی کر کے اللہ پاک سے دعا کریں۔

پیٹ کبھی بھرنے والا نہیں:

اللہ تعالیٰ نے جتنا دیا ہے اس پر صبر وشکر کریں، یہ پیٹ کبھی بھرنے والا نہیں ہے۔حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

لا یملأ جوف ابن آدم الا التراب (مرقاۃ:۹/۴۵۶)

ابن آدم کا پیٹ تو قبر کی مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ جو ملا اس پر اللہ کا شکرادا کرے اور قناعت اختیار کرے جو قناعت نہیں کرتا اسے کتنا بھی مال مل جائے وہ غریب کا غریب ہی رہتا ہے۔اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

الغنی غنی النفس

[حقیقی غنا تو دل کا غنی ہونا ہے]

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دو شخصوں کا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا''**طالب الدنیا و طالب العلم**'' ایک دنیا کا طلب کرنے والا اور ایک علم کا طلب کرنے والا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں:

لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغی ثالثاً. (مرقاۃ:۹/۴۵۶)

اگر ابن آدم کے پاس دو وادی بھر کر سونا ہو- آپ وادی جانتے ہوں گے، کتنی بڑی ہوتی ہے-تو اگر کسی کو دو وادی سونا مل جائے تو اس کے دل میں یہ تمنا ہوگی کہ تین وادی کیوں نہ مل جائیں، یہ پیٹ کبھی بھرنے والا نہیں۔اور فرمایا: طالب علم جس نے علم حاصل کرنا ہے، اس نے اگر ایک علم حاصل کیا تو دل یہ چاہے گا کہ میں دوسرا علم حاصل کروں، تیسرا علم حاصل کروں، علم میں ترقی کرتا چلا جاؤں۔تو پیٹ کبھی بھرنے والا نہیں

ہے۔ ہاں! اگر بہت ہی آخری درجہ کی اضطراری حالت ہو تو بات الگ ہے ورنہ جو لوگ صرف لالچ میں یہ کام کر رہے ہیں اس کے متعلق قرآن کریم کی آیت مبارکہ سنا دیتا ہوں جس میں سود کے بارے میں اللہ تعالیٰ کیا فرماتے ہیں، اسے غور سے سنیں۔ اللہ میرے دل میں بھی اتار دے، ہم سب کے دلوں میں اتار دے اور موت تک ہم سب کو بچائے۔ اللہ پاک قرآن میں ارشاد فرماتے ہیں۔

سودی کاروبار پر اللہ سے اعلان جنگ:

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِیَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

(البقرہ:۲۷۸،۲۷۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سودی کاروبار چھوڑ دو، اگر تم ایمان والے ہو۔ اور اگر سودی لین دین، سودی کاروبار سے تم باز نہیں آئے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔

کس میں طاقت ہے اللہ سے لڑنے کی، کوئی اللہ سے مقابلہ کر سکتا ہے؟

دو گناہ پر اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہے:

میرے مطالعہ کے اندر قرآن وحدیث میں دو جگہ ملی ہیں، جہاں اللہ نے اعلان جنگ کیا ہے۔ ایک اللہ کے ولی اور اللہ کے دوست کو کوئی ستائے تو حدیث قدسی میں فرمایا:

من عادی لی ولیا فقد اٰذنته بالحرب

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جس نے

میرے ولی کو ستایا یا ان سے دشمنی رکھی تو اس کے لئے میری طرف سے اعلان جنگ ہے، اور ایک دوسری جگہ قرآن شریف میں فرمایا گیا: ﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾[اگر تم سودی کاروبار نہیں چھوڑو گے تو پھر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے] اور جس کے لئے اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہو کیا وہ پنپ سکتا ہے؟ کامیاب ہو سکتا ہے؟ خوش حال ہو سکتا ہے؟ تو اس لئے صرف دنیا کے چند ٹکوں کے فائدہ کی خاطر اس وعید کے حقدار کیوں بنیں، اس کاروبار میں ہم کیوں جائیں۔

خلاصۂ کلام:

بہرحال یہ سلسلہ جب شروع ہوا تھا تو پہلے ایک عمل بیان کیا تھا کہ روزہ دار عرش کے سایہ میں ہوں گے، اور اس کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ والی روایت ذکر کی تھی جس میں سات شخصوں کا ذکر ہے وہاں سے نمبر ایک سے شمار کیا تھا، جواب تک

یہ انتالیس ہوئے، اور نمبر اول پر ایک عمل بیان کیا تھا کہ روزہ دار بھی اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے، بہر حال یہ کل چالیس اعمال اللہ کے فضل سے آپ کے سامنے بیان کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان پر ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرماوے۔ ان شاء اللہ الگ کاغذ بھی آپ کی خدمت میں لاؤں گا جس میں یہ چالیس اعمال ہوں گے، اردو میں بھی اور انگریزی میں بھی، اس کو بار بار پڑھتے رہیں اور ان اعمال کو اپنی زندگی میں لانے کی کوشش کرتے رہیں، الحمد للہ کیسٹ بھی تیار ہیں، اگر کوئی پڑھ نہیں سکتا تو کیسٹ سنتا رہے۔ اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرماوے۔ سننے والے، سنانے والے، ان

مضامین کو دوسروں تک پہنچانے والے اور ہر قسم کے تعاون کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قیامت کے میدان میں جہاں نفسی نفسی کا عالم ہوگا، اپنی رحمت کا سایہ نصیب فرمائے۔ آمین۔ بحرمت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

سُبُحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمُدِہٖ سُبُحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمُدِکَ وَنَشُھَدُ اَنُ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اَنُتَ نَسُتَغُفِرُکَ وَنَتُوبُ اِلَیُکَ. وَمَا عَلَیُنَا اِلَّا الُبَلاغ.

وَاٰخِرُ دَعُوَانَا اَنِ الُحَمُدُ لِلّٰہِ رَبِّ الُعَالَمِیُنَ.

۱۲

اسلام میں نکاح کا مقام

(قسط اول)

اسلام نے ہمیں ہر معاملہ میں، وہ معاملہ خوشی کا ہو یا غمی کا ہو، ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے۔ نکاح یعنی ازدواجی زندگی کے بارے میں بھی اسلام نے بڑی اچھی اچھی ہدایات دی ہیں بلکہ اسلام نے نکاح کا جو طریقہ قرآن مجید میں اور احادیث نبویہ میں پیش کیا ہے اس سے بہتر طریقہ کسی مذہب نے پیش نہیں کیا۔ نکاح اور شادی یہ کوئی دنیوی معاملہ نہیں ہے جیسے دنیا کے اندر معاملات ہوتے ہیں، ہم نے پیسے دیے اور کوئی چیز خرید لی۔ تو اسلام نے نکاح کو معاملہ کے طور پر نہیں پیش کیا بلکہ اسے عبادات میں شمار کیا ہے۔

﴿ ۱۲ ﴾

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اسلام میں نکاح کا مقام

(قسط اول)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّآاِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنّ سَیِّدَنَاوَ شَفِیْعَنَاوَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً...... اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ

(النور:۳۲)

وقال النبی صلی اللہ علیہ و سلم ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ او کما قال علیہ الصلوۃ و السلام.

(مشکوۃ:۲۶۸)

تمہید:

بزرگان محترم! آج جمعہ کی نماز کے بعد ناچیز کے قدیم مخدوم حضرت مولانا عبد الرحیم متالا صاحب دامت برکاتہم کے فرزند مولوی عبدالحلیم صاحب متالا زید مجدہ کا نکاح

ہے۔ ہم انتظار کر رہے ہیں حضرت مولانا یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم کا۔ وہ بھی تشریف لانے والے ہیں۔ نکاح سے متعلق چند باتیں پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ حق تبارک وتعالیٰ توفیق عطا فرمائے، مدد فرمائے، ایسی بات کہنے کی توفیق عطا فرمائے جو ہم سب کی نجات کا ذریعہ بنے اور اللہ تعالیٰ ان پر ہمیں عمل کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ آمین

اسلام نے نکاح کو عبادت کا مقام دیا ہے:

اسلام نے ہمیں ہر معاملہ میں، وہ معاملہ خوشی کا ہو یا غمی کا ہو ہمیں ہدایت عطا فرمائی ہے۔ نکاح یعنی ازدواجی زندگی کے بارے میں بھی اسلام نے بڑی اچھی اچھی ہدایات دی ہیں، بلکہ اسلام نے نکاح کا جو طریقہ قرآن مجید میں اور احادیث نبویہ میں پیش کیا ہے، اس سے بہتر طریقہ کسی مذہب نے پیش نہیں کیا۔ نکاح اور شادی یہ کوئی دنیوی معاملہ نہیں ہے، دنیا کے اندر معاملات ہوتے ہیں، ہم نے پیسے دئے اور کوئی چیز خرید لی تو اسلام نے نکاح کو کوئی معاملہ کے طور پر نہیں پیش کیا ہے بلکہ اسے عبادات میں شمار کیا ہے۔

بغیر نکاح رہنے کو اسلام پسند نہیں کرتا:

اسلام نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ آدمی بغیر نکاح کے زندگی گذارے، بغیر نکاح کے رہبانیت اختیار کرلے، ملنگ بن جائے۔ اس کو اسلام نے پسند نہیں کیا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاَنۡکِحُوا الۡاَیَامٰی مِنۡکُمۡ وَالصّٰلِحِیۡنَ مِنۡ عِبَادِکُمۡ وَاِمَائِکُمۡ

[اور تم میں جو بے نکاح ہوں تم ان کا نکاح کردیا کرو اور (اسی طرح) تمہارے

غلاموں اور لونڈیوں میں سے جو نکاح کے لائق ہوں ان کا بھی نکاح کرادو۔]

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ نکاح ہونے کے بعد بیوی آئے گی تو اس کا نان ونفقہ، روٹی کپڑا اور گھر وغیرہ ضروریات کا انتظام کرنا ہوگا، ابھی تو میں تنہا ہوں، بعد میں اتنا سارا انتظام کیسے کرسکوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ (النور:۳۲)

[اگر تم فقیر اور مسکین ہوں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تم کو غنی کردے گا]

حضرت مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے اس آیت میں اُن غریب فقیر مسلمانوں کے لئے بے شمار خوشخبری ہے جو اپنے دین کی حفاظت اور اپنی عفت کی حفاظت کے لئے نکاح کرنا چاہتے ہیں مگر مالی وسائل کی کمی کی وجہ سے نکاح کرنے سے ڈرتے ہیں اگر وہ یہ نیک نیتی سے نکاح کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو مالی غنا بھی عطا فرمادیں گے۔ اسی طرح اس آیت سے ان لوگوں کو بھی سبق لینا چاہئے، جو اگر اپنے برابر مالدار سے اپنی بیٹی کا پیغام آتا ہے تو محض غربت کی وجہ سے انکار کردیتے ہیں۔ مال تو آنے جانے والی چیز ہے۔ اصل تو دین، ایمان اور صلاحیت عمل ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تم نکاح کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرو تو اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ غنا عطا فرمانے کا کیا ہے وہ پورا فرمادیں گے پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا: کہ تم غنی ہونا چاہتے ہو تو نکاح کرلو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهِ (النور:۳۲)

[اگر تم فقیر اور مسکین ہو گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تم کو غنی کر دے گا]

حضرت شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے بڑی عجیب بات اپنی تفسیر میں لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں: کہ بعض لوگ نکاح میں اس لئے پس و پیش کرتے ہیں کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھائیں گے؟ انہیں قرآن حکیم نے سمجھایا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح مت روکو۔ روزی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ نہ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نہ نکاح کرنا فقر و افلاس کو مستلزم ہے۔

(تفسیر عثمانی:۲/۱۸۵)

تین آدمیوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمیوں کی اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں:

۱......ایک وہ آدمی جس نے اپنے آقا کے ساتھ مکاتبت کی یعنی جس نے اپنے مولیٰ سے یہ معاملہ کیا کہ میں تم کو اتنے درہم دونگا تم مجھے مکاتب بنا دو تا کہ مجھے آزادی مل جائے، مولیٰ نے اس کی بات منظور کر کے اسے مکاتب بنا دیا، اب وہ مکاتب بدل کتابت ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے اور درہم جمع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔

۲......اور ایک آدمی اس لئے نکاح کرتا ہے کہ اس کو پاکدامنی حاصل ہو، میری نگاہ بھی محفوظ ہو جائے، میری شرمگاہ بھی محفوظ ہو جائے اور گناہوں سے بچ جاؤں۔ نکاح کا مقصد بھی یہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا:

یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء.

(بخاری شریف)

[اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ وہ نکاح کرلے، اس لئے کہ یہ نگاہوں کو نیچی رکھنے والا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔اور جو نکاح کی استطاعت نہیں رکھتا اسے چاہئے کہ وہ اپنے اوپر روزوں کو لازم پکڑ لے اس لئے کہ یہ اس کے حق میں خصی کرنے کے برابر ہے۔]

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا مقصد بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''**فانہ اغض للبصر و احصن للفرج**'' یہ بدنگاہی سے روکنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے، تو فرمایا اگر کوئی آدمی اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ میں زنا سے بچ جاؤں، حرام کاری سے بچ جاؤں، آنکھ کے زنا سے بچ جاؤں، پاکدامنی حاصل کرلوں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اس کی مدد کروں گا۔

۳......اور تیسرا مجاہد؛ جو اللہ کے راستہ میں اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر نکلتا ہے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کے ذمہ ہے کہ اس کی مدد کرے۔اب اللہ تعالیٰ جس کی مدد فرمائے اس سے بڑھ کر کیا فضیلت ہوسکتی ہے؟ تو اسلام نے نکاح کو صرف ایک دنیوی معاملہ قرار نہیں دیا بلکہ اسے عبادات میں سے شمار فرمایا ہے۔اور نکاح کرنے والے کی اللہ تعالیٰ مدد فرماتے ہیں۔

اس لئے میرے بھائیو اور دوستو! نکاح ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ جس کی وجہ سے یہ زندگی عجیب وغریب لطف وسکون، راحت ومسرت، فرحت وبرکت حاصل کر کے دنیا میں جنت کا نمونہ اور رشک صد افلاک بن جاتی ہے۔ اسلام کی یہ خوبی ہے کہ زوجین کو ایک دوسرے کا رفیق حیات بنا کر اور ﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾ (البقرہ:۲۲۸) دونوں میں مساویانہ حقوق دلا کر ایک بہترین معاشرہ قائم کیا۔ اسی معاشرۂ اسلامیہ کی روشنی میں کروڑوں بلکہ اربوں کھربوں انسانوں نے پاکیزہ اور بالطف زندگی گزار کر سفر آخرت اختیار کیا۔ آج بھی یہ شمع نور باقی ہے اور دنیاوی زندگی کا سفر طے کرنے والوں کے لئے لائحۂ عمل اور منارۂ رشد وہدایت ہے۔ مگر اس نئی روشنی میں مادی تہذیب و تمدن اور نئے چال چلن نے کچھ ایسے بال و پر نکالے ہیں کہ میاں بیوی کی زندگی تلخ سے تلخ تر اور جہنم کا نمونہ بنتی جا رہی ہے۔ نکاح کئے ہوئے چند دن یا چند ماہ نہیں گزرتے کہ تو تو میں میں کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔

بعض مرتبہ العیاذ باللہ کئی برس بلکہ کئی اولاد ہونے کے باوجود بھی تفریق وطلاق کی وہ آگ سلگتی ہے جو پیہم کوشش کے باوجود ٹھنڈی ہونے کا نام نہیں لیتی۔ نتیجہ ساری زندگی تباہ و برباد اور پورا گھرانہ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کا دشمن بن جاتا ہے۔ اس نکاح کرنے والے دلہا اور دلہن سے یہ کہوں گا کہ نکاح کے بعد والی ازدواجی زندگی کیسے گزارنا ہے یہ سیکھنا چاہئے۔

نکاح تمام انبیاءؑ کی سنت ہے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

اربع من سنن المرسلین

[چار باتیں تو ہر نبی کی سنت ہے]

النکاح و التعطر و السواک و الحیاء

(الترغیب والترہیب:۳/۴۳)

[نکاح کرنا، خوشبو کا استعمال کرنا اور مسواک کرنا اور حیاء]

یہ ہر نبی کی سنت ہے۔ بعض روایت میں ''الحیاء'' کی جگہ ''الحناء'' یعنی مہندی بھی وارد ہے۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً

(الرعد:۳۸)

[ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیوی بچوں والے بنایا]

معلوم ہوا کہ نکاح انبیاءؑ کی سنت ہے۔

خصی بننے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث آپ ہر خطبہ نکاح میں سنتے ہیں:

النکاح من سنتی.

[نکاح کرنا میری سنت ہے]

اور دوسری حدیث میں فرمایا:

فمن رغب عن سنتی فلیس منی.

(الترغیب والترہیب:۳/۴۱)

[جو میری سنت سے اعراض کرے، منہ موڑے، اسے پسند نہ کرے وہ ہماری

جماعت میں سے نہیں ہے۔] کنز العمال کی روایت میں دونوں کا ایک ساتھ بھی ذکر ملتا ہے:

النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی
(ابن ماجہ، کنز العمال:۱۶/۲۷۱بحوالہ کشکول معرفت حکیم اختر صاحبؒ)

صحابہ کرامؓ جہاد میں جاتے تھے اپنی بیویوں کو ساتھ لے جانا مشکل تھا، اور جہاد کے لئے بڑے لمبے لمبے سفر ہوتے تھے۔ خواہشات انسان کی ایک فطری چیز ہے اور اسلام ایک فطری مذہب ہے تو خواہشات کو دبانا بڑا مشکل کام ہے۔ انسان سفر میں ہوتا ہے تو اپنے بیوی بچے یاد آتے ہیں۔ ایک صحابی حضرت عثمان بن مظعونؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب فرمائی کہ ہم خصی ہو جائیں؟ یعنی خواہشات نفسانی کو ختم کر دیں تا کہ زنا میں مبتلا ہونے کا خدشہ نہ رہے اور بیوی کی یاد نہ آئے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ناراض ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی خصی بن گیا وہ میری امت میں سے نہیں ہے۔ یعنی ہماری سنت کے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔ جو کسی کو خصی کرے یا خود ہو جائے بلکہ خوب سن لو میری امت کے لئے خصی ہونا روزہ رکھنا ہے۔ اس لئے کہ کثرت سے روزہ رکھنے سے شہوت جاتی رہتی ہے۔ پھر عثمان بن مظعونؓ نے عرض کیا مجھے سیر وسیاحت کی اجازت عنایت فرمائی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کی سیر وسیاحت یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کیا جائے۔ پھر عرض کیا کہ اچھا تو مجھے راہب بننے کی اجازت دے دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا راہب بننا یہی ہے کہ مسجدوں میں نماز کے انتظار میں بیٹھا جائے۔
(مشکوۃ:۶۹)

میزان عمل میں سب سے وزنی عمل:

تو نکاح صرف معاملہ نہیں، عبادات میں سے ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ محبت سے کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک لقمہ دیتا ہے، نفلی عبادت سے بڑھ کر اس میں ثواب ہے۔ ایک اور حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انسان کے اعمال میزان عمل میں تولے جائیں گے، نیکی اور بدی تولی جائے گی، اس میں سب سے زیادہ وزنی وہ عمل ہوگا کہ ایک شخص اپنی بیوی بچوں کے نفقہ اور ضروریات پورا کرنے کے لئے حلال طریقہ سے روزی کماتا ہے اور اس کے لئے محنت و کوشش کرتا ہے۔ رزق حلال کے لئے مشقت اٹھاتا ہے۔ یہ میزان عمل میں سب سے زیادہ وزنی اور بھاری ہوگا۔ معلوم ہوا کہ بیوی بچوں کو کھلانا پلانا جو کہ ایک فریضہ ہے مگر شریعت اسلامیہ نے اس پر بھی ثواب رکھا ہے۔

نکاح کی اہمیت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بارے میں بہت سخت تاکید فرمائی ہے۔ حضرت عکافؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر وقت خدمت کیا کرتے تھے۔ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا عکاف کیا تم نے نکاح کرلیا؟ انہوں نے عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نے نکاح نہیں کیا۔ فرمایا تمہارے اندر نکاح کرنے کی طاقت ہے؟ عرض کیا طاقت تو ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: پھر نکاح کیوں نہیں کرتے؟ نکاح کرلو، میری امت میں بدترین لوگ وہ ہیں جو نکاح نہیں کرتے، اور فرمایا میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جو بغیر نکاح کے دنیا سے چلے گئے۔ اس سے

نکاح کی اہمیت کا اندازہ لگائیے۔

نکاح حضرت ابن مسعودؓ کی نظر میں:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جلیل القدر صحابی رسول ہیں۔ وہ فرماتے ہیں اگر مجھے کسی طرح یہ معلوم ہو جائے کہ میری زندگی میں اب صرف دس دن باقی ہیں اور میں نے نکاح نہیں کیا ہے تو میں نکاح کر لوں۔

(احیاء العلوم، کیمیائے سعادت)

حضرت معاذؓ کا عمل:

حضرت معاذؓ بڑے اونچے درجہ کے صحابی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

اعلمهم بالحلال و الحرام معاذ بن جبل

[میری امت میں سب سے زیادہ حلال وحرام کو جاننے والے معاذ بن جبل ہیں۔]

حضرت معاذؓ وہ صحابی ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اخیری زندگی میں یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت معاذؓ بیماری میں مبتلا ہیں، طاعون کا مرض تھا، ان کی دو بیویاں تھیں۔ طاعون کے مرض میں دونوں بیویوں کا یکے بعد دیگرے انتقال ہو گیا اور حضرت معاذؓ خود طاعون میں مبتلا ہیں اور فرماتے ہیں میرا نکاح کر دو، میرا نکاح کر دو اس لئے کہ ایک رات بھی میں بغیر بیوی کے یعنی مجرد رہ کر گذارنا پسند نہیں کرتا ہوں اور میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ خدا کے سامنے میں مجرد ہونے کی حالت میں جاؤں۔ (احیاء العلوم، کیمیائے سعادت) صحابہ نکاح کی اہمیت کو سمجھتے تھے۔

نکاح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آیت فرمایا ہے:

قرآن مجید میں نکاح کے بہت سے مقاصد بیان فرمائے ہیں۔اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نکاح کو اپنی آیات میں سے بتلایا ہے۔ارشاد فرمایا:

وَمِنْ اٰیَاتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً

(الروم:۲۱)

فرمایا [کہ ہماری آیات میں سے ایک آیت یہ بھی ہے کہ ہم نے تمہارے لئے تمہارے ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے اور تمہاری ازدواجی زندگی رکھی، نکاح کا راستہ قائم کیا، کیوں؟ ﴿لِتَسْکُنُوْا اِلَیْھَا﴾ [تاکہ اس کے ذریعہ تم سکون حاصل کرو] اطمینان حاصل کرو اور پھر فرمایا: ہم نے شوہر اور بیوی کے درمیان مودت اور محبت پیدا کردی۔] جس چیز کو اللہ تعالیٰ اپنی آیات اور اپنی نشانی بتائیں اس کی اہمیت میں پھر کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

اللہ کی آیت ہونے کا مطلب:

اللہ کی آیات اور نشانی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ ایسی چیزیں ہوتی ہیں جو اور کوئی نہیں کرسکتا۔مثال کے طور پر آسمان اللہ کی آیات میں سے ہے، زمین اللہ کی آیات میں سے ہے۔کیا کوئی آسمان بنا سکتا ہے؟ کیا کوئی زمین بنا سکتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی طاقت ہے؟ رات اللہ نے بنائی، دن اللہ نے بنایا اور اللہ تعالیٰ نے چیلنج دیا ہے کہ کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو دن میں سے رات نکال دے اور رات میں سے دن نکال دے۔یہ انقلاب اللہ ہی لاتا ہے کہ رات سے دن اور دن سے رات نکالتا ہے۔تو اللہ کی آیات وہ

ہوتی ہیں جو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہاری ازدواجی زندگی، نکاح والی زندگی، یہ رشتۂ نکاح ہماری نشانی ہے، ہماری آیت ہے۔

آیت کا مفہوم:

میرے استاذ حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیریؒ فرمایا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کی آیت اسے کہتے ہیں کہ جس کا کوئی بدل نہ ہو اور جسے ساری دنیا ساری طاقت اور سارا مال خرچ کر کے نہ بنا سکے۔ جیسے زمین و آسمان، رات و دن وغیرہ وغیرہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہیں، ساری دنیا مل کر سارا زور اور طاقت لگا کر دنیا کی دولت کا انبار لگا کر بھی زمین و آسمان، رات و دن نہیں بنا سکتے ہیں، سارے سائنس داں مل کر بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ زمین تو کیا زمین کا ایک ٹکڑا بھی نہیں بنا سکتے۔ جیسی اللہ تعالیٰ نے بنائی ہے ایسی نہیں بنا سکتے۔ Artificial اور مصنوعی تو بنا سکتے ہیں مگر اللہ نے زمین میں جو خاصیت رکھی ہے ان خاصیتوں کے ساتھ نہیں بنا سکتے ہیں اسے آیت کہتے ہیں۔

آیت کی دو قسمیں:

حضرت مولانا ابرار احمد دھلیویؒ فرماتے ہیں: آیت کی دو قسمیں ہیں: ۱...... علمی ۲...... عملی۔

یہ پھیلی ہوئی کائنات میں آسمان، زمین، شجر، حجر، کوہ، دریا یہ سب نشانیاں جو رب العالمین کی قدرت بالغہ اور اس کی وحدانیت کا پتہ دیتی ہیں۔ آیت جو ہے وہ خود آیات کی نشان دہی کرتی ہے، اسی کو بندہ آسان زبان میں عوام کو سمجھانے کے لئے یوں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی آیات ہیں وہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اور پہچان کا ذریعہ ہیں۔

آیت میں غور وفکر کرنے سے اللہ تعالیٰ تک پہنچ سکتے ہیں۔ مثلاً ہم ایک سفر کرتے ہیں تو راستہ میں سائن بورڈ (Sign Board) لگے ہوئے ہوتے ہیں اسے Follow کرتے ہوئے مانچسٹر اور لیسٹر پہنچ سکتے ہیں؛ اسی طرح اللہ کی آیات میں غور وفکر کر کے ہم اللہ تک پہنچ سکتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے نکاح اور ازدواجی زندگی کو اپنی آیات میں شمار کیا ہے۔

سوال یہ ہے کہ نکاح کیسے اللہ تعالیٰ کی آیت ہے؟

اللہ تعالیٰ نے سورۂ روم میں چند چیزوں کو اپنی آیات میں شمار کیا ہے۔

۱......انسان کو مٹی سے پیدا کرنا ۔

۲......آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور اسی کے حکم وامر سے ان کا قیام۔

۳......انسان کا رات میں سونا اور دن میں رزق کی تلاش کے لئے پھیل جانا۔

۴......انسانوں کی زبان اور رنگ کا مختلف ہونا۔

یہ سب اللہ تعالیٰ کی آیات میں سے ہے۔ ان میں سے ایک

۵......مرد اور ایک عورت کو جوڑا بنا کر ان میں مودت ورحمت والفت پیدا کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی آیت ہے۔ قرآن کریم میں فرمایا:

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (الروم:۲۱)

اب سوال یہ ہوتا ہے کہ میاں بیوی کی محبت ومودت ورحمت آسمانوں وزمین کی طرح اللہ تعالیٰ کی آیت کیسے ہوئی؟ زمین آسمان، سمندر پہاڑ، دن رات اپنی تخلیق کے اعتبار سے کتنی عظیم الجثہ مخلوق ہیں اور فائدہ کے اعتبار سے لامتناہی۔ ان کا آیاتِ الٰہی ہونا تو

سمجھ میں آتا ہے لیکن نکاح جو ذہنی اعتبار سے معمولی ہے وہ ان بے شمار آیاتِ الٰہی کی طرح اللہ کی آیت کس طرح ہوسکتی ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح سے جو محبت پیدا ہوتی ہے اس کو مودت ورحمت کہتے ہیں اور بغیر نکاح کے جو محبت پیدا ہوتی ہے اور بدنظری سے جو نفس کی لذت ہوتی ہے اس کو ''ہوا'' (جس کی جمع اہواء آتی ہے) کہتے ہیں۔ نکاح کے بعد میاں بیوی کا ایک دوسرے کو دیکھنا رحمت کہلاتا ہے اور بغیر نکاح کے مرد وعورت کے دیکھنے کو آنکھ کا زنا کہا جاتا ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

النظرة سهم مسموم من سهام ابليس من تركها من مخافتي ابدلته ايمانا يجد حلاوته في قلبه .

(الترغیب والترہیب:۳/۲۳)

[نظر یہ ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر میں بوجھا ہوا تیر ہے۔ جو اسے میرے ڈر سے چھوڑ دے گا میں اسے ایسا ایمان عطا کروں گا کہ جسکی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔]

نکاح کے ذریعہ انسان آنکھ کے زنا سے محفوظ رہتا ہے، حرام کاری سے بچ جاتا ہے، اللہ تعالیٰ نے نکاح کے ذریعہ عورت کا نان ونفقہ اور سکنیٰ مرد پر لازم کر کے عورت کو فارغ البال رکھا اور مرد کی خدمت اور مرد کے گھر کی محافظت کی ذمہ داری عورت پر ڈال کر مرد کے کام کے بوجھ کو آدھا کر دیا اور مرد کو راحت پہنچائی، مرد وعورت دونوں ایک دوسرے کے لئے ایک دوسرے کی ضرورت کا سامان ہیں۔

مرد وعورت کا بغیر نکاح کے ملاپ زنا کہلاتا ہے۔ اور نکاح کے بعد میاں بیوی

کے مخصوص ملاپ کو وطی اور نکاح کہتے ہیں، جس میں صدقہ کا ثواب ہے۔جس کے بارے میں حدیث شریف میں ہے:

و فی بضع احدکم صدقة قالوا یا رسول اللّٰہ ! ایاتی احدنا شهوته و یکون له فیها اجر قال ارایتم لو وضعها فی حرام اکان علیه فیها وزر فکذلک اذ وضعها فی حلال کان له اجر.

(مسلم شریف)

[تم میں سے کوئی اپنی بیوی سے قضاء شہوت کرے، یعنی ہم بستری کرے تو اس میں صدقہ کا ثواب ہے۔صحابہ نے عرض کیا ہم میں کوئی اپنی شہوت پوری کرے اور ثواب بھی پائے؟ (یہ تو بڑی عجیب بات ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بتاؤ جب شرمگاہ کے حرام استعمال پر یعنی زنا پر گناہ ملتا ہے تو جائز استعمال پر اس کو ثواب نہ ملے گا؟]

حدیث شریف میں آتا ہے کہ روزانہ رات کے آخری حصہ میں رب العزت کی طرف سے ندا ہوتی ہے کہ ہے کوئی مغفرت طلب کرنے والا؟ کہ میں اس کی مغرت کروں۔ ہے کوئی توبہ کرنے والا؟ میں اس کی توبہ قبول کروں، وغیرہ۔اور ہر ایک کی دعا قبول ہوتی ہے۔ہر ایک کی سنی جاتی ہے۔ ہر ایک کی ضرورت پوری ہوتی ہے۔

الا زانیة تسعیٰ بفروجها او عثاراً

غرض میں یہ عرض کر رہا تھا میاں بیوی کی محبت ومودت و رحمت اللہ تعالیٰ کی آیت کس طرح ہے؟ مودت اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں پیدا کی جاتی ہے اور ہوا، ہوس شیطان کی طرف سے آتی ہے۔جس طرح ایمان کا محل دل ہے اور دل پر شیطان کو قدرت نہیں ہے۔ بقول حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ جب اللہ تعالیٰ نے

آدمؑ کا پتلا اور ڈھانچہ بنایا تو شیطان لعین منہ سے انسان کے جسم میں داخل ہوا اور اس نے پورے بدن کا معائنہ کیا، معائنہ کر کے کہنے لگا یہ تو ایک کھوکھلی شیءہے مگر سینے کی طرف ایک پوٹلی نظر آئی وہاں اس کی رسائی نہ ہوسکی۔شیطان نے کہا کہ اگر کچھ ہے تو یہ پوٹلی میں ہے۔یعنی دل کی طرف اشارہ کیا کہ اس میں کچھ ہوسکتا ہے۔میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ دل تک شیطان کی رسائی نہ ہوئی۔

نکاح چار خصلتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے:

کوئی بھی مرد یا عورت ایک دوسرے کو پسند کرنے میں چار چیزوں کا خیال کرتے ہیں:۱...... مالداری دیکھی جاتی ہے ۲......حسب نسب دیکھا جاتا ہے ۳...... خوبصورتی دیکھی جاتی ہے ۴......اور دین داری دیکھی جاتی ہے۔حدیث شریف میں اس کو یوں فرمایا:

تنكح المرأة لاربع لمالها و لحسبها و لجمالها و لدينها فاظفر بذات الدين.

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عورت سے چار خصلتوں کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ ۱...... مال کی وجہ سے ۲......حسب نسب کی وجہ سے ۳...... خوبصورتی کی وجہ سے۴...... دین داری کی وجہ سے ۔تم دین داری کو لازم پکڑو۔یعنی دینداری دیکھ کر نکاح کرو، مال، حسب نسب، اور خوبصورتی دیکھ کر نہیں۔ہاں دینداری کے ساتھ ان تین خصلتوں میں سے اور بھی خصلتیں ہوں تو حرج نہیں، صرف مال، یا حسب نسب یا خوبصورتی دیکھ کر نکاح نہ کرو۔

غرض نکاح کی بنیاد دین اور ایمان پر ہو تو اس سے ایسی مودت پیدا ہوتی ہے جس کو دل سے نکالنا امر محال ہے۔ اس وجہ سے شیطان کی ان تھک کوشش ہوتی ہے کہ میاں بیوی میں تفریق کرنا ہو تو کبھی وساوس کے ذریعہ کبھی میاں بیوی میں چھوٹی چھوٹی باتوں میں جھگڑا کروا کے ایک دوسرے پر آج کل جادو کے ذریعہ میاں بیوی میں جدائی کرائی جاتی ہے۔ اور ہم سب جاتے ہیں سحر کا حرام ہونا نص قطعی سے ثابت ہے۔

اسی طرح ایمان و دین کی بنیاد پر نکاح ہو تو شیطان کامیاب نہیں ہوسکتا ہے، جس طرح آسمانوں اور زمین کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا اس میں کوئی شریک نہیں۔ نہ انسان نہ فرشتے نہ انبیاءؑ۔ سورۂ کہف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا.

(الکہف:۵۱)

[میں نے ان شیاطین کو نہ آسمان و زمین کو پیدا کرتے وقت بلایا اور نہ خود ان کو پیدا کرتے وقت بلایا۔] ان سے مدد کی بات تو دور رہی وہ اس وقت حاضر بھی نہیں تھے۔

اسی طرح مودت کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے، جس طرح آسمانوں اور زمین کو کوئی منہدم نہیں کرسکتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا.

(الفاطر:۴۱)

[اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو روکے رکھا ہے کہ وہ اپنے مرکز سے کہیں ہٹ نہ جائیں۔ اگر بالفرض وہ اپنے مرکز سے ہٹ جائیں پھر خداوند قدوس

کے سوا کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا حلیم اور بڑی مغفرت کرنے والا ہے۔]

اسی طرح مودت کو بھی دل سے شیطان نہیں نکال سکتا ہے، بشرطیکہ نکاح کی بنیاد دین وایمان پر ہو۔ میاں بیوی کی شادی کرنے کی غرض پاکدامنی ہو تو اگر چہ کبھی کبھار تو تو میں میں بھی ہو جاتی ہے مگر یہ رشتہ مستحکم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی بنیاد پر ہم سب کو نکاح کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

نکاح اللہ کی آیت پر حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ کا قول:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ فرماتے تھے: شوہر اور بیوی ان دونوں میں جو تعلق ہے وہ ایک انسانیت کا تعلق ہے۔ ایک انسان کو دوسرے انسان سے جو ہمدردی ہوتی ہے اور جو تعلق ہوتا ہے بظاہر وہ تعلق ہے۔ لیکن جب دونوں رشتۂ ازدواج سے منسلک ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ دونوں کے قلوب کو ملا دیتے ہیں، پہلے دونوں بیگانے تھے اب یگانگت آجاتی ہے، اور دونوں کے قلوب کو اللہ تعالیٰ آپس میں ایسا مربوط کر دیتے ہیں اور ایسا اتحاد پیدا کر دیتے ہیں کہ ایسا اتحاد دوسری جگہ بہت کم نظر آتا ہے، ایسی محبت دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ یہ محبت، یہ تعلق صرف چار بول سے پیدا ہو گیا۔ نکاح کا ایجاب وقبول ہوا اور ایک دوسرے کے دل میں ہمدردی کا سمندر ٹھاٹھیں مارنا شروع ہو جاتا ہے۔ نکاح ہوتے ہی اگر شوہر کو خبر ملے کہ میری بیوی کو تکلیف ہے تو اسے دکھ پہنچے گا۔ اگر نکاح سے پہلے خبر پہنچتی تو طبیعت پر کچھ اثر نہ ہوتا کہ دنیا میں ہزاروں عورتوں کو تکلیف پہنچتی ہے۔ عورت کو اگر اطلاع ہو جائے کہ جس سے میرا نکاح ہوا ہے خدانخواستہ وہ کسی تکلیف میں

ہے تو وہ پریشان ہو جائے گی۔ اگر نکاح سے پہلے یہ خبر پہنچتی تو ایسی پریشانی نہ ہوتی اور اگر کوئی رشتہ داری اور پہچان نہ ہوتی تو اتنی پریشانی بھی نہ ہوتی۔ تو نکاح کے ایجاب وقبول کے بعد یہ جو انقلاب پیدا ہوا، یہ کس نے پیدا کیا؟ یہ انقلاب اللہ کے سوا کوئی کر سکتا ہے؟

نکاح سے دو خاندانوں میں تعلق پیدا ہوتا ہے:

نکاح سے صرف دو دلوں میں محبت اور جوڑ پیدا نہیں ہوتا بلکہ دو خاندانوں میں تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر شوہر کے خاندان کو بیوی کے خاندان والوں کے بیماری کی اطلاع ہو جائے تو شوہر کا خاندان بے چین ہو جاتا ہے اور اس کو اپنا دکھ سمجھتا ہے۔ تو دو دلوں میں محبت اور دو خاندانوں میں ملاپ یہ انقلاب کس نے پیدا کیا؟ اللہ کے سوا کوئی کر سکتا ہے؟ اس لئے اللہ تعالیٰ نے نکاح کو اپنی آیت اور نشانی بتلائی۔ بہر حال اللہ کی بہت بڑی نعمت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ سنت عطا فرمائی ہے۔

لزوم مہر کی حکمت:

نکاح کے وقت مرد کی طرف سے عورت کو جو رقم دی جاتی ہے اس کو مہر کہا جاتا ہے۔ جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فخریہ انداز میں فرمایا:

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ

(الاحزاب:۵۰)

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُم بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرَاضَيْتُم بِهٖ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ (النساء: ۲۴)

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عورت کے مہر کو واجب فرما کر عورت کو مقام خاک سے ثریّا پر پہنچا دیا، اللہ اکبر۔ کیونکہ فقہاء کا اصول ہے کہ بیع وشراء یعنی خرید وفروخت میں ایک مبیع ہوتی ہے اور ایک ثمن ہوتا ہے۔ مثلاً یہ موبائل فون جو میرے ہاتھ میں ہے میں اسے بیچ رہا ہوں تو یہ موبائل فون مبیع ہوا اور آپ جو قیمت بصورت پاؤنڈ دیں گے وہ ثمن کہلائے گا اور خرید وفروخت میں اصل مقصود مبیع ہوتی ہے، ثمن نہیں ہوتا۔ مشتری یعنی لینے والے کی غرض ہے کہ بائع یعنی بیچنے والے کے پاس جائے۔ رات ہو یا دن ہو مشغول ہو یا فارغ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ خریدنے کی غرض ہے گویا اللہ تعالیٰ نے مہر کو واجب قرار دے کر عورت کے مرتبہ کو بڑھا دیا۔ اس بات کے اظہار کے لئے مہر کو واجب قرار دیا۔ لیکن کوئی بے وقوف یہ نہ سمجھے کہ یہ مہر عورت کا بدل اور عوض ہے۔ کیونکہ یہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ انسانوں کی بیع وشراء حرام ہے۔ اور یہ بھی یاد رکھئے کہ بغیر نکاح کے مرد کا عورت کو خاص مقصد کے لئے رقم دینا سحت کہلاتا ہے، جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔

سب سے زیادہ برکت والا نکاح:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اعظم النکاح برکة ایسره مؤنة (مشکوۃ:۲۶۸)

[سب سے زیادہ برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔]

آج جو نکاح ہو رہا ہے، حضرت مولانا عبدالرحیم متالا صاحب دامت برکاتہم جو حضرت مولانا یوسف متالا صاحب دامت برکاتہم کے بڑے بھائی ہیں۔ ان کے

صاحبزادے کا نکاح ماشاءاللہ کس قدر سادگی کے ساتھ ہورہا ہے، کوئی لمبا چوڑا پروگرام نہیں، سیدھا سادا جمعہ کی نماز کے بعد نکاح ہے۔ تو اس نکاح میں ہم شرکت فرمائیں اور دعا بھی فرمائیں اللہ تعالیٰ ہونے والے نکاح میں خیر و برکت نازل فرمائے، زوجین میں اور دونوں خاندان میں محبت عطا فرمائے اور ہونے والے اس نکاح کو دین کے پھیلنے پھولنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

۱۳

اسلام میں نکاح کا مقام

(قسط دوم)

آج ہمارے معاشرہ میں لڑکے والوں کی طرف سے نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے۔اگر لڑکی والے نکاح کا پیغام دے دیں تو اس کو عیب سمجھتے ہیں کہ یہ تو سامنے سے چل کر آئی ہے' یہ بہت برا طریقہ ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا اے علی! میں اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں۔اگر عیب ہوتا تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت علیؓ سے فرماتے؟ لہذا اس کو ہرگز عیب نہ سمجھنا چاہئے۔ اگر لڑکی والے کسی لڑکے کو دیکھیں کہ لڑکا بڑا نیک ہے' شریف ہے' میری بچی کے لائق ہے یا لڑکے والے دیکھیں کہ لڑکی بڑی نیک ہے' شریف ہے' پاکدامن ہے اور پھر لڑکے والے نکاح کا پیغام بھیجیں تو دونوں طرف سے نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔کوئی بھی صورت عیب کی نہیں ہے۔

۱۳

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اسلام میں نکاح کا مقام

(قسط دوم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَاھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنّ سَیِّدَنَاوَ شَفِیْعَنَاوَحَبِیْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَھْلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْراً کَثِیْراً...... اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o
وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَاِمَائِکُمْ اِنْ یَّکُوْنُوْا فُقَرَاءَ یُغْنِھِمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ.

(النور:۳۲)

صدق اللّٰہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم و نحن علیٰ ذلک لمن الشاھدین و الشاکرین و الحمد للّٰہ رب العالمین۔

نکاح پر اللہ کا وعدہ:

بزرگانِ محترم! دو تین ہفتہ پہلے نکاح کے متعلق کچھ باتیں عرض کی تھیں۔ وقت کی قلت کی وجہ سے بہت سی باتیں رہ گئی تھیں۔ آج کی اس مبارک مجلس میں نکاح کے متعلق ہی کچھ باتیں آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو

عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آج میں نے جو آیت تلاوت کی ہے، یہی آیت پہلے بھی تلاوت کی تھی۔ اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں [تم میں سے جو لوگ بے نکاح ہوں اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں جو نیک صالح ہوں تم ان کا نکاح کرادو] اور اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ نکاح کرنے کے بعد خرچ وغیرہ کہاں سے پورا کریں گے تو اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں [اگر تم فقیر ہوں گے، تنگ دست ہوں گے تو اللہ وعدہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو غنی کردیں گے] اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفات بیان فرمائیں ﴿وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾ [اللہ تعالیٰ بہت وسعت والے ہیں] اللہ پاک کے خزانہ میں کس چیز کی کمی ہے؟ سب کچھ اللہ کے خزانہ میں ہے اور بہت ہے [اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے ہیں۔]

نکاح انبیاء اور اولیاء کی سنت ہے:

گذشتہ آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو پسند نہیں فرمایا کہ کوئی شخص بغیر نکاح کے رہے بلکہ جو شخص اپنی نفسانی خواہشات پر قابو نہ پا سکتا ہو اور گناہ میں مبتلا ہونے کا سخت اندیشہ ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور اگر اپنی خواہشات پر قابو پا سکتا ہو تب بھی اس کے لئے نکاح کرنا سنت ہے اور سنت بھی ایسی سنت ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ ''النکاح سنة الانبياء النكاح سنة الاولياء'' نکاح تمام انبیاء اور اولیاء کی سنت ہے۔ سوائے حضرت یحیٰؑ کے، انہوں نے نکاح نہیں فرمایا تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر ارشاد فرمایا:

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً (الرعد:۳۸)

[اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے، وہ سب بیوی اور بچوں والے تھے]

معلوم ہوا کہ نکاح تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، کیونکہ ہر نبی دنیوی زندگی میں امت کے لئے نمونہ (Sample) ہوتا ہے، پھر وہ بشر بھی ہوتا ہے تو اس کو بیوی کی حاجت ہوتی ہے، اور اولاد بھی ہوتی ہے تاکہ وہ اپنی امت کے لئے کامل نمونہ بن جائے۔ (معارف التنزیل)

حضرت عیسیٰ ؑ بھی نکاح فرمائیں گے:

اور حضرت عیسیٰ ؑ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے۔ اس وقت نکاح بھی فرمائیں گے اور اولاد بھی ہوگی۔ تو نکاح تمام انبیاء ؑ کی سنت ہے اور اس سنت کی اہمیت اس ملک میں اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ ہم یہاں کا ماحول دیکھتے ہیں کہ وہ ماں باپ جو اپنی اولاد کی فکر کرتے ہیں، ان کا تو حال الحمدللہ ٹھیک رہتا ہے اور وہ ماں باپ جو اپنی اولاد کی دینی فکر اور ان کی تعلیم و تربیت کا خیال نہیں کرتے وہ اولاد عام طور پر ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔

اولاد کی تربیت کی ایک تدبیر:

یہاں ہم اپنی اولاد کی فکر کریں، ان کو دین کا پابند بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ پاک نے جن حضرات کو مال عطا فرمایا ہے اور ان کا کاروبار ہے، اپنی اولاد کو اپنے قابو میں رکھنے کی ایک تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ ان کا کاروبار ان کو دیا جائے اور ان پر کاروبار کی ذمہ داری ڈال دیں اور ماں باپ پیچھے سے ان کو سپوٹ کریں، دیکھ بھال کریں اور ان کو اس بات کا فکر مند بنا دیں کہ دکان تمہیں چلانا ہے، تو ان کو اس کے سنبھالنے کی فکر ہوگی اور نمبر دو

ان کا نکاح کردو تو بیوی بھی کچھ روکنے والی بن جائے گی۔ان شاءاللہ غلط ماحول اور غلط طور طریق سے حفاظت ہوگی۔اس طرح ان شاءاللہ اولاد ہمارے کنٹرول میں بھی رہے گی۔ دین پر بھی رہے گی، ایمان پر بھی رہے گی۔ دنیا بھی سلامت، آخرت بھی سلامت، اپنا کاروبار نہ ہو تو پھر کوئی اچھی ملازمت پر لگانے کی کوشش کریں۔

خاص طور پر میں قوم کے مالداروں اور تاجر طبقہ کو بڑی قوت سے کہوں گا کیونکہ مالداروں کے بچے بچیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ انکے پاس بہت قیمتی کار (Car) ہوتی ہے، قیمتی لیٹیسٹ (Latest) موبائل فون ہوتا ہے تو دو چار دوست مل بھی جاتے ہیں پھر رات بھر ادھر اُدھر گشت لگاتے ہیں، ادھر اُدھر گھومنے کی وجہ سے کبھی برے لوگوں کے ہاتھ چڑھ جاتے ہیں اور لڑکوں کو گرل فرینڈ (Girl Friend) اور لڑکیوں کو بوی فرینڈ (Boy Friend) مل جاتے ہیں، پھر انہیں سمجھانا آسان نہیں ہوتا۔پھر کوئی مذہب کا بھی خیال نہیں رہتا۔اس لئے یہ آسان تدبیر میں نے آپ کو سمجھائی ہے۔ یہ وقت کا تقاضہ ہے خصوصاً یورپ (Europe) میں بسنے والے مسلمان والدین کے لئے یہ مسئلہ لمحۂ فکریہ ہے۔اس پر غور کر کے قدم اٹھائیں۔میں نکاح کے متعلق عرض کر رہا تھا

وہ مسکین ہے جس کا نکاح نہ ہوا ہو:

نکاح کی اہمیت کا آپ اندازہ اس سے لگا سکتے ہیں کہ ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی اپنی کتاب میں لکھا ہے۔فرمایا:

مسکین مسکین مسکین لیست له امرأة [مسکین ہے، مسکین ہے،

مسکین ہے وہ شخص جس کی بیوی نہ ہو] **قیل: یا رسول اللّٰہ و ان کان غنیا من المال** [پوچھا گیا یارسول اللہ! اگر وہ مالدار ہو؟ کیا تب بھی وہ مسکین ہے؟ ارشاد فرمایا:] **وان کان غنیا من المال غنیا من المال** [اگر چہ وہ مالدار ہو، اگر چہ وہ مالدار ہو تب بھی وہ مسکین ہے۔]

اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مسکینة مسکینة مسکینة من لا زوج لها** [وہ عورت مسکینہ ہے، مسکینہ ہے، مسکینہ ہے جس کا شوہر نہ ہو۔] **قیل یا رسول اللّٰه و ان کانت غنیة من المال** [پوچھا گیا: یارسول اللہ! اگر چہ وہ مالدار ہو؟] حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر چہ وہ مالدار ہو تب بھی وہ نکاح اور شوہر کے بغیر مسکینہ ہے۔

عورت کے لئے آغوش شوہر یا گوشۂ قبر:

اسی طرح حدیث میں ہے:

لیس شیء خیراً لامرأة من زوج او قبر

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ عورت کے لئے شوہر کی گود نہ ہو تو پھر اس کے لئے قبر کی گود بہتر ہے۔

(غنیۃ الطالبین:۳۲، الترغیب والترہیب:۳/۴۱)

اس سے اندازہ لگائیے کہ اسلام میں نکاح کی کس قدر اہمیت ہے۔

ہمارا معاشرہ بدل چکا ہے:

لیکن ہمارا آج اسلامی معاشرہ بدل چکا ہے۔ اسلامی ممالک کا حال دیکھئے، پاکستان چھوٹا سا ایک اسلامی ملک ہے مگر آج سے دس سال پہلے کا ریکارڈ یہ تھا کہ وہاں

تقریباً پچاس لاکھ عورتیں بغیر شادی کے تھیں۔ تو بڑے ممالک کا کیا حال ہوگا۔ نکاح جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت تھی اور بہت آسان سنت تھی اس کو معاشرہ نے کتنا مشکل بنا دیا ہے۔

نکاح کا پیغام دونوں طرف سے دیا جاسکتا ہے:

نکاح کے سلسلہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہدایات دی ہیں اور کتنی بہترین ہدایات تھیں۔ ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا خطب الیکم من ترضون دینه و خلقه فزوجوه ان لا تفعلوه تکن فتنة و فساد عریض.

(ترمذی:۱/ ۱۴۷)

یہ ترمذی شریف کی روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے پاس کسی کا پیغام نکاح آئے ، پیغام نکاح دونوں طرف سے ہے۔ ہمارے معاشرے میں لڑکے والوں کی طرف سے نکاح کا پیغام دیا جاتا ہے۔ اگر لڑکی والے نکاح کا پیغام دے دیں تو اس کو عیب سمجھتے ہیں۔ سمجھتے ہیں کہ یہ تو سامنے چل کر آئی ہے، یہ بہت برا طریقہ ہے۔ کوئی عیب نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلایا اور فرمایا اے علی! میں اپنی بیٹی فاطمہ کا نکاح تم سے کرنا چاہتا ہوں، اگر عیب ہوتا تو میرے آقا سید المرسلین سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت علیؓ سے فرماتے؟ لہذا اس کو ہرگز عیب نہ سمجھنا چاہیئے۔ اگر لڑکی والے کسی لڑکے کو دیکھیں کہ لڑکا بڑا نیک ہے، شریف ہے، میری بچی کے لائق ہے یا لڑکے والے دیکھیں کہ لڑکی بڑی نیک ہے شریف ہے، پاکدامن ہے اور پھر لڑکے والے نکاح کا پیغام بھیجیں تو دونوں طرف سے

نکاح کا پیغام دیا جا سکتا ہے۔کوئی بھی صورت عیب کی نہیں ہے۔

دین داری اور اخلاق دیکھو:

جب نکاح کا پیغام آئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کے اندر دو چیزیں دیکھو۔

دينه و خلقه

اس کے اندر دینداری ہے یا نہیں؟ اس کے اخلاق کیسے ہیں؟ کیریکٹر کیسا ہے؟ اگر دیندار ہے اور با اخلاق ہے تو فرمایا:

فزوجوه

نکاح کردو اور اگر اس کے اندر دینداری بھی تھی اخلاق بھی اچھے تھے لیکن اس وجہ سے نکاح نہیں کیا کہ اس کے پاس مال و دولت نہیں ہے، خود کا مکان بھی نہیں ہے، اس کے پاس مال و دولت ہوتا، دو چار شوپ (Shop) ہوتیں، مکان ہوتا تو نکاح کرتے یا یہ سوچا کہ لڑکی اتنی خوبصورت نہیں ہے یا لڑکا خوبصورت نہیں ہے یا خاندان اتنا اچھا نہیں ہے، میرا خاندان تو اونچا اور معزز ہے۔ اگر اس وجہ سے نکاح سے انکار کردیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اگر ایسا تم نے کیا تو زمین میں فساد پھیل جائے گا۔

چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے:

اور دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا آدمی جب نکاح کرتا ہے تو چار چیزیں اس کے سامنے آتی ہیں۔فرمایا:

تنكح المرأة لاربع لمالها ولحسبها و لجمالها و لدينها فاظفر بذات

الدین تربت یداک او کما قال علیه الصلوة و السلام

فرمایا جب آدمی نکاح کرتا ہے تو چار چیزیں دیکھتا ہے، دیکھتا ہے مال کو، مال و دولت ہے یا نہیں؟ یا دیکھتا ہے حسن و جمال کو، خوبصورت ہے یا نہیں؟ یا دیکھتا ہے اس کے حسب ونسب کو، خاندان کیسا ہے؟ یا آدمی دیکھتا ہے دین کو، کہ لڑکی یا لڑکا دیندار ہے یا نہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

فاظفر بذات الدین

دینداری پر ہاتھ مار دو، دینداری دیکھو۔ یہ بخاری و مسلم کی روایت ہے۔

حسن صورت چند روزہ حسن سیرت لم یزل
اس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں اس سے خوش ہوتا ہے دل

اگر دینداری نہیں دیکھو گے تو:

اور ابن ماجہ کی روایت ہے، اس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لا تزوجوا النساء لحسنهن

فرمایا اگر کسی آدمی نے محض اس کے حسن وخوبصورتی کی وجہ سے نکاح کیا تو شادی کے بعد ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں کہ حسن اور خوبصورتی نہیں رہتی، اور اگر مال و دولت کی وجہ سے نکاح کیا تو نکاح کے بعد ایسے حالات پیدا ہوتے ہیں کہ مال بھی نہیں رہتا ہے، اور اگر شرافت اور اونچے خاندان کی وجہ سے نکاح کیا تو عزت ملتی نہیں بلکہ گھٹتی ہے۔ لہذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ دینداری کو دیکھو، اسی پر عمل کرنا چاہئے۔ اگر دینداری کو دیکھیں گے تو ان شاءاللہ انجام اچھا ہی ہوگا۔

حضرت حسن بصریؒ کا بہترین مشورہ:

ایک بہت زبردست اللہ کے ولی گذرے ہیں حضرت حسن بصریؒ آپ تابعین میں سے ہیں۔اور بہت پایہ کے بزرگ ہیں۔چاروں سلسلہ کے جتنے اولیاء اللہ ہیں ان سب کا سلسلہ حضرت حسن بصریؒ پر پہنچتا ہے۔ایک سو بیس صحابہؓ کی زیارت کی ہے۔ان کے ایک مرید نے آپ سے پوچھا حضرت میری بیٹی کے نکاح کا پیغام کئی جگہوں سے آیا ہے، میں کس جگہ کے نکاح کا پیغام قبول کروں۔حضرت حسن بصریؒ نے جواب دیا کہ بھائی جتنے پیغام آئے ہیں ان میں جو دیندار ہے اس کے پیغام کو قبول کر لے۔اس لئے کہ اگر وہ دیندار ہے اور اس کو تیری بیٹی پسند آئی تو نور علی نور، اس کا قدردان ہوگا، اس کی عزت کرے گا، اس کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آئے گا، اور اس نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرے گا اور اگر نکاح کے بعد خدانخواستہ اسے پسند نہ آئی تو خوف خدا کی وجہ سے اس پر ظلم نہ کرے گا۔کتنی بہترین بات ہے۔سونے سے لکھنے کے قابل بات ہے۔حق تعالیٰ ہمیں دینداری کی قدر کی توفیق عطا فرمائیں۔اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرہ کی اصلاح فرمادیں۔

نکاح نہ کرانے پر وعید:

ہمارے معاشرہ میں جن کا نکاح نہیں ہوا ہے ہمیں ان کے نکاح کی فکر کرنی چاہئے، کوشش کرنی چاہئے۔اپنی اولاد کی بھی ہمیں فکر کرنی چاہئے۔ایک حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من ولد له ولد [جسکے یہاں اولاد ہو، اللہ نے بیٹا دیا یا بیٹی دی] **فليحسن اسمه و ادبه** [تو اسے چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو اچھے اخلاق سکھائے،

ادب سکھائے، دین سکھائے، ایمان سکھائے۔] **فاذا بلغ فليزوجه** [جب وہ لڑکا لڑکی بالغ ہوجائیں، نکاح کے قابل ہوجائیں تو ان کا نکاح کردو۔]

فان لم يزوجه فاصاب اثما فانما اثمه على ابيه او كما قال عليه الصلوة و السلام .

(مشکوۃ:۱/۲۷۱)

جب وہ بالغ ہوجائے اور تم نے اس کا نکاح نہیں کیا، اگر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کو اس گناہ کی سزا ملے گی اور اس کے ساتھ اس کے باپ کو بھی سزا ملے گی۔

نکاح سے معاشرہ کی بھی اصلاح ہوتی ہے:

لہذا اس بات کی بھی سخت ضرورت ہے کہ ہمارے معاشرہ میں جو لڑکے لڑکیاں بغیر نکاح کے ہیں یا مطلقہ ہیں یا بیوہ ہیں ہم ان کے نکاح کی کوشش کریں۔ خاص طور پر جو حضرات بڑے ہیں، اللہ نے ان کو وجاہت اور اثر دیا ہے، بڑی عمر کے بھی ہیں، ان حضرات کی بات کا اثر ہوتا ہے۔ وہ اگر کوشش کریں تو کتنے لڑکے لڑکیوں کا نکاح ہو جائے۔ بہت بڑی سنت ہے ادا ہوگی اور معاشرہ بھی پاک ہوگا، عزت وناموس کی حفاظت بھی ہوگی اور اس کے بہت سے فوائد اور بھلائیاں سامنے آئیں گی۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَانْكِحُوا الْاَيَامَا مِنْكُمْ﴾ (النور:۳۲) اس آیت سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ جن کی شادیاں نہ ہوئی ہوں یا وہ طلاق والی یا بیوہ ہوگئی ہوں ایسی عورتوں کی شادی کرادینی چاہیئے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے عمل کی برکت:

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ دیوبند کے محلّہ دیوان میں وعظ فرما رہے تھے، وعظ کا موضوع تھا بیوہ عورتوں کا نکاح، دوران بیان دیوبند کے معزز شیوخ حضرات میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے، حضرت مجھے کچھ عرض کرنا ہے، حضرت انداز سے یہ سمجھ گئے کہ وہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں، اتفاق کی بات تھی کہ انہی دنوں میں حضرت نانوتوی کی بہن بیوہ ہوئی تھی اور ابھی تک اس کا دوسرا نکاح نہیں ہوا تھا، حضرت نانوتویؒ خداداد فراست سے سمجھ گئے کہ بیوہ بہن کا اب تک جو نکاح نہیں ہوا اس کے متعلق یہ اعتراض کرنا چاہتے ہیں، حضرت نے مجمع سے فرمایا ذرا ٹھہریے مجھے ایک ضرورت پیش آئی ہے، میں ابھی حاضر ہوتا ہوں یہ فرما کر حضرت اسٹیج سے نیچے اتر کر گھر میں تشریف لے گئے، مجلس اپنی جگہ جمی رہی، پورا مجمع بیٹھا رہا، حضرت گھر پہنچے بیوہ بہن عمر میں آپ سے بڑی تھیں، کافی ضعیف بھی ہو چکی تھیں، ان کی اولاد بھی نہیں تھی، حضرت نے اپنی بہن کے پیر پکڑ کر بہت عاجزی کرتے ہوئے عرض کیا بہن آپ کی ایک ہمت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت زندہ ہو سکتی ہے اور میں سنت زندہ کرنے کے قابل ہو سکتا ہوں، بہن گھبرا گئی اور کہا کہ بھائی ایسی کیا بات ہے، میرے پیر تو چھوڑ دو میں اس قابل کہا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت زندہ ہونے کا سبب بن سکوں، حضرت نے عرض کیا! بہن آپ نکاح کر لیجئے، بہن نے عرض کیا کہ بھائی تم دیکھ رہے ہو، میں ضعیف ہو چکی ہوں سر کے بال سفید ہو چکے ہیں، یہ عمر نکاح کرنے کی نہیں ہے، حضرت نے عرض کیا! یہ سب کچھ صحیح لیکن یہ نکاح کسی ضرورت کی وجہ سے نہیں ہے، محض بیواؤں کے نکاح کی سنت کو زندہ کرنے کے لئے ہے، وہ بہن بھی حضرت نانوتویؒ کی بہن تھی، سنت کا نام سن کر نکاح کے لئے تیار ہو گئیں، حضرت نے اسی وقت گھر میں نکاح پڑھا دیا، حضرت

باہر تشریف لائے ،مجمع اسی طرح جم کے بیٹھا ہوا تھا،کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ کیا ہو گیا اور آگے وعظ شروع فرمایا وہ عتراض کرنے والے صاحب دوبارہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے ،آپ تو بیواؤں کے نکاح کا وعظ فرمارہے ہیں اور آپ کے گھر میں آپ کی بیوہ بہن بیٹھی ہوئی ہے،حضرت نے جواب میں ارشاد فرمایا: کون کہتا ہے کہ وہ بیٹھی ہوئی ہے اس کا نکاح تو ہو چکا ہے اور نکاح کے گواہ اسی مجلس میں موجود ہیں،اسی وقت نکاح کے گواہوں نے کھڑے ہو کر گواہی دی کہ نکاح ہماری حاضری میں ہوا ہے،اس بات کو سن کر پورا مجمع متأثر ہو گیا اور اسی مجلس میں ۶۰/ (ساٹھ) بیوہ عورتوں کے نکاح ہوئے۔

حضرت کے اخلاص اور للّٰہیت سے کرائے گئے نکاح کا یہ اثر تھا۔لہذا آج ضرورت ہے اس بات کی کہ ہمارے سماج میں معاشرہ میں جو بے نکاح لڑکے لڑکیاں ہیں چاہے وہ کنوارے ہوں یا مطلقہ ہوں یا بیوہ ہوں ہم ان کے نکاح کرانے کی فکر کریں۔ اور جو غریب ہیں، بے چارے نکاح کے اخراجات کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ان کے نکاح رُکے ہوئے ہیں ہم ان کا تعاون کریں، رسم و رواج نے ہمارے نکاحوں کو بہت مشکل بنا دیا ہے، ہم ان رسوم کو اور رسمی لین دین کو بھی بند کرنے کی کوشش کریں، اپنی حیثیت کے مطابق ولیمہ کر دیں، لمبی چوڑی دعوت کا جو طریقہ ہے اس کو ختم کریں، غیروں کی دیکھا دیکھی اب تو یہ ہونے لگا ہے کہ مسلمان بھی ہوٹلوں میں ولیمہ کی دعوتیں دیتے ہیں، جہاں پر ہیڈ (Per Head) ۳۰/ پاؤنڈ اور کہیں ۵۰/ پاؤنڈ قیمت ہوتی ہے، اس طرح صرف دعوتوں میں ۵۰/ ہزار کبھی اس سے بھی زیادہ صرف دعوتوں کے کھانے میں خرچ ہوتے ہیں۔ کتنے مسلمان بھوکے ہیں، عراق میں دیکھو افغانستان میں دیکھو!! یہاں کا اخبار لکھتا ہے صرف کابل میں ۵۰/ ہزار بیوہ عورتیں ہیں، اور بقیہ افغانستان میں

۵۰/ہزار بیوہ عورتیں ہیں۔صرف افغانستان میں ایک لاکھ بیوگان ہیں، اور ایک ہم ہیں کہ فضول خرچیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔اگر آپ مسجد مدرسہ میں نہیں دے سکتے ہیں تو نہ دو اپنی ہی اولاد کو دو یہ تو کر سکتے ہیں کہ نہیں؟ بہر حال معاشرہ کے اصلاح کی بھی ضرورت ہے، اور اس قسم کے لوگ جو کسی بھی وجہ سے نکاح نہیں کر سکتے ہیں ہم ان کا تعاون کریں، ان کے نکاح کرانے کی فکر کریں جو جتنی کوشش کرے گا ان شاء اللہ عند اللہ ماجور ہوگا۔اللہ پاک ہم سب کو توفیق عطا فرمائے۔

دعا:

ہم دعا کرتے ہیں کہ آج ہونے والے نکاح میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت مقدر فرمائے، اور اللہ تعالیٰ زوجین میں اور دونوں خاندانوں میں مودت، محبت نصیب فرمائے، اور اللہ تعالیٰ اس نکاح کو اولاد صالح کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنائے، جس سے اسلام پھلے پھولے۔اسلام اتنا بہترین مذہب ہے کہ نکاح کا مقصد اس نے صرف یہ نہیں بتایا کہ انسان اپنی نفسانی خواہش پوری کرے بلکہ نکاح کے اہم مقاصد ہیں توالد و تناسل بھی ہے، تو اس کا سلسلہ بھی جاری ہوگا۔زوجین دین میں ایک دوسرے کے معین و مددگار بنیں، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے والے بنیں، عزت و ناموس کی حفاظت ذریعہ بنیں تا کہ خیالات پاکیزہ ہوں اور جو اولاد پیدا ہو جب ان کی صحیح تربیت ہوگی تو ان شاء اللہ وہ اولاد ہمارے لئے صدقہ جاریہ ہوگی۔اسلام کی خدمت کرے گی۔اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک اس نکاح کو دین کے پھلنے پھولنے کا ذریعہ بنائے۔(آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

۱۴

اسلام میں نکاح کا مقام

(قسط سوم)

حسن وخوبصورتی کا تو کیا اعتبار!! یہ تو صرف چار دن کی چاندنی ہے۔دو چار دن ایک سو دو ڈگری بخار آ جائے' چہرے کی ساری رنگت چلی جاتی ہے لیکن دین ہمیشہ رہنے والا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن چار خصلتوں میں سے جنہیں دیکھ کر نکاح کیا جاتا ہے دین کی خصلت کے بارے میں ارشاد فرمایا ''فاظفر بذات الدین'' [تم دین داری کو ترجیح دو] اسی کو انتخاب کا معیار بناؤ۔ دین کو معیار بناؤ گے تو ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے______:

حسن صورت چند روزہ حسن سیرت لم یزل
اس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں اس سے خوش ہوتا ہے دل

۱۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلام میں نکاح کا مقام

(قسط سوم)

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّااِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَاشَرِیۡکَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنّ سَیِّدَنَاوَ شَفِیۡعَنَاوَحَبِیۡبَنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّداً عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ وَ اَھۡلِ بَیۡتِہٖ وَاَھۡلِ طَاعَتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡمًا کَثِیۡراً کَثِیۡراً...... اَمَّا بَعۡدُ !

قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم: تنکح المرأۃ لاربع لمالھا ولحسبھا ولجمالھا و لدینھا فاظفر بذات الدین تربت یداک.

دین اور اخلاق دیکھو:

بزرگانِ محترم! گذشتہ نکاح کی مجلس میں نکاح کے متعلق چند باتیں پیش کی تھیں اور یہ ذکر کیا تھا کہ نکاح کی سنت تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور خطبہ میں میں نے جو حدیث پڑھی وہ بھی ذکر کی تھی، مگر اس وقت اس کے متعلق کچھ عرض کرنے کا موقعہ نہ تھا۔ آج کی مجلس میں ان شاء اللہ اس حدیث کے متعلق کچھ باتیں عرض کرنے کی کوشش کروں گا۔ وقت کم ہے ان شاء اللہ مختصر وقت میں ہی کچھ تشریح کی کوشش کروں گا۔ اس حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: [عورت سے چار خصلتوں کی

وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ ۱......مال کی وجہ سے ۲......حسب نسب کی وجہ سے ۳......خوبصورتی کی وجہ سے ۴......دین داری کی وجہ سے، تم دین داری کو لازم پکڑو، تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔]

اس دن یہ حدیث بھی ذکر کی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تمہارے پاس کسی کا پیغام نکاح آئے اور وہ دیندار ہو اور اس کے اخلاق اچھے ہوں تو تم اس سے نکاح کرادو اور اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو زمین میں فساد پھیل جائے گا۔

نکاح کا معیار:

اب نکاح کرنے کے لئے لڑکے والوں کے لئے یا لڑکی والوں کے لئے معیار کیا ہے؟ کون سے معیار پر نکاح کرا دینا چاہئے؟ تو اس کا جواب اس حدیث کے اندر موجود ہے جو میں نے ابھی آپ حضرات کے سامنے پڑھی۔ اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ہر نکاح کرنے والا چاہے لڑکا ہو یا لڑکی ہو جب وہ نکاح کے لئے تیاری کرتا ہے، پیغام دیتا ہے تو اس کے سامنے چار چیزیں آتی ہیں، وہ چار چیزیں دیکھتا ہے۔

۱......یا تو کوئی آدمی نکاح کرتا ہے "مال" کی وجہ سے، مثلاً اگر لڑکے نے کسی لڑکی کو پیغام نکاح بھیجا، یا لڑکی والے نے کسی لڑکے کو پیغام نکاح بھیجا۔ لڑکے والوں نے دیکھا کہ لڑکی بڑے رئیس اور مالدار کی لڑکی ہے لہذا مجھے بہت مال و دولت مل جائے گی، بڑے آرام و راحت سے زندگی گذرے گی، عورت بھی ملے گی اور دولت بھی ملے گی، یا لڑکی والوں نے لڑکے کو دیکھا کہ بڑا مالدار لڑکا ہے، وسیع کاروبار ہے، بنگلہ اور گاڑی ہے، اس کے ساتھ

ہماری لڑکی کی شادی ہوگی تو بڑے عیش و عشرت میں رہے گی۔ تو پہلی چیز جو نکاح کے وقت ملحوظ رہتی ہے وہ مال ہے، لیکن مالداری نکاح کے لئے معیار نہیں ہے، مالداری دیکھ کر نکاح نہیں کرنا چاہئے۔

مال کو بنیاد بنانے کا انجام:

ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:

کہ اگر کسی آدمی نے صرف مال کی وجہ سے نکاح کیا تو نکاح کے بعد ایسے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں کہ مال بھی باقی نہیں رہتا، اس لئے کہ مال جو ہے وہ تو آنے جانے والی چیز ہے، مال کا کچھ بھروسہ نہیں ہے۔

المال غاد و رائح

مشہور ہے، صبح کو ہے شام کو نہیں۔ آج مالدار ہے کل فقیر بھی ہوسکتا ہے۔ آپ نے دنیا کے اندر ایسے سینکڑوں حالات دیکھے ہیں جن کے گھر کے اندر بڑی باغ و بہار تھی، مال و دولت کے انبار تھے، حساب کرنے والا حساب نہیں کرسکتا تھا کہ کتنا مال و دولت ہے لیکن

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ (آل عمران:۱۴۰)

دن تو بدلتے رہتے ہیں، ایسا بھی دور آیا کہ ان کی اولاد مری ہے تو ان کو کفن دینے کے لئے چندہ کرنا پڑا، جن کے گھر ہاتھی جھولتے تھے ان کی اولاد دہلی کے اندر بھیک مانگتے نظر آئی۔ کوئی دور کی بات نہیں کر رہا ہوں مغلیہ سلطنت کے اندر ہی ایسے واقعات

دیکھنے کو ملے ہیں۔تو دولت اور مال اصل نہیں ہے،اصل دین ہے۔

''دینار'' ''دین'' یا ''نار'':

ہمارے ایک بزرگ حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیویؒ نے مال کے سلسلہ میں ایک بڑا عجیب نکتہ لکھا ہے۔آپ غور سے سنیں تو ان شاء اللہ سمجھ میں آئے گا۔فرمایا: سونے کا سکہ جو ہے اس کو کہتے ہیں دینار۔اگر اس میں سے الف اور را کو نکال دیں تو کیا ہو جائے گا''دین''تو اگر مال و دولت دین کے ساتھ ہے تو جنت کی نہریں بن جائیں گی یعنی مال دین پر خرچ کرے گا رضائے الٰہی کے لئے غریبوں، ضرورت مندوں پر خرچ کرے گا تو ان شاء اللہ جنت ملے گی اور وہاں کے باغ و بہار ملیں گے اور اگر مال دین کے ساتھ نہیں ہے تو پھر اس کا نام دینار ہے،اس کے آخر میں نار تو موجود ہی ہے۔اللہ ہم سب کو جہنم اور نار سے بچائے۔تو مال حقیقت میں کوئی چیز نہیں۔اگر مال دین کے ساتھ ہے تو کامیاب ہے اور اگر دین نہیں ہے تو مال و دولت کے چاہے انبار ہوں اس سے کچھ حاصل نہیں۔

دولت اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے گھر نہ آتی:

تیمور لنگ کا واقعہ ہے،وہ بادشاہ تھا، بڑا شوقین تھا،اس نے ایک مرتبہ ایک گویے کو گانے کے لئے بلایا۔وہ آیا،وہ نابینا تھا،اس نے بڑا اچھا گایا، بادشاہ کو اس کا گانا بڑا پسند آیا، بادشاہ نے اس کو انعام بھی دیا۔بادشاہ نے اس سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا میرا نام دولت ہے۔بادشاہ نے کہا''دولت'' بھی اندھی ہوتی ہے۔بادشاہ کو مذاق سوجھی اور مزاحاً اس نے کہا دولت بھی اندھی ہوتی ہے۔ایسے لوگوں کو چھیڑنا نہیں چاہئے،

کبھی کبھی وہ کھری کھری سنا دیتے ہیں تو اس نے سنائی اور جو مثل ہے:

اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی

اس پر عمل کیا، اس نے بھی ایسی سنائی کہ بادشاہ کی طبیعت خوش کر دی۔ اس نے کہا ''دولت اگر اندھی نہ ہوتی تو لنگڑے کے گھر نہ آتی'' کیونکہ تیمور لنگ لنگڑا تھا۔ اس مناسبت سے اس نے یہ سنائی۔ تو معلوم ہوا کہ دولت معیار نہیں ہے۔ دولت کسی کو بھی مل سکتی ہے۔

۲......نمبر دو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑکے والے یا لڑکی والے نکاح کرتے ہیں ''حسب'' دیکھ کر، خاندان دیکھ کر کہ یہ بڑے اونچے خاندان کا ہے، بہت عزت دار خاندان کا ہے، لیکن حسب نسب، اونچے خاندان کا ہونا یہ بھی نکاح کے لئے معیار نہیں ہے۔

خاندان اور قبیلے بنانے کا مقصد:

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا:

یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّاُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک جوڑے سے پیدا کیا آدم وحوا سے، علیہما السلام۔ اور پھر ہم نے تم کو شاخیں اور قبائل بنایا، کتنے خاندان، کتنی فیملی، کتنی برادری برادریاں بنا دیں۔ یہ ہم نے خاندان اور فیملی بنائی، یہ سید ہے، یہ شیخ ہے، یہ پٹھان ہے، یہ میمن ہے، یہ کچھی ہے، یہ وہورا ہے، یہ سورتی ہے، یہ بھروچی ہے۔ دنیا بھر کے خاندان اور فیملی بنائی۔

یہ فیملیاں بنانے سے مقصد کیا ہے؟ ﴿لِتَعَارَفُوْا﴾ [تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو] ایک دوسرے کا تعارف ہو۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ. (الحجرات:۱۳)

[اللہ کے نزدیک معزز، عزت والا وہی ہے جو متقی ہے۔]

فضیلت کا معیار:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

لا فضل لعربی علی عجمی

کسی عربی کو عجمی پر فضیلت اور فخر نہیں ہے، نہ گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر

الا بتقوی اللہ

[مگر تقویٰ سے]

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ عربی اور گورا یا عجمی اور کالا ہونا فخر کی چیز نہیں ہے، تقویٰ جس کے اندر ہے وہ فضیلت والا ہے اور ایک دوسری حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب بات ارشاد فرمائی:

من بطأ عمله لم يسرع اليه نسبه (مسلم: ۲/ ۳۴۵؛ ترمذی: ۲/ ۱۱۸)

[جس کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا خاندان اور حسب ونسب اس کو آگے نہیں کرے گا۔]

آپ دیکھئے دنیا میں سب سے اونچا خاندان حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا

خاندان ہے۔ ''سید'' کوئی شخص اپنے کسب سے اسے حاصل نہیں کرسکتا۔ اللہ کی دین ہے لیکن اگر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا جنازہ نکال دے، دین کا جنازہ نکال دے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو چھوڑ دے، دین سے دور ہو جائے تو کیا اسے قیامت کے دن صرف ''سید'' ہونے کی بنا پر نجات مل جائے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آل محمد کل تقی مؤمن و هو منه متقی
(کنز العمال: ۳/۵۴ بحوالہ معالم العرفان)

[جو میرے طریقہ پر چلے گا وہ میرے اہل میں سے ہے، میرے خاندان میں سے ہے، میرا ہے۔]

اگر چہ وہ میرے نسبی خاندان میں سے نہیں ہے تو کیا ہوا، اگر وہ متقی ہے تو وہ میرا ہے، میرے خاندان سے ہے۔ معلوم ہوا معیار نجات دین اور سنت ہے۔ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب بات ارشاد فرمائی:

اے فاطمہ! اے عباس! اے صفیہ عمل کرو (رضی اللہ عنہم اجمعین):

یا فاطمة! انقذی نفسک من النار فانی لا املک لکم من اللّٰہ شیئا
(مسلم شریف؛ مشکوۃ: ۴۶۰)

اے فاطمہ! فاطمہ کون ہیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نور نظر، لخت جگر، جگر پارۂ رسول ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجۂ محترمہ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرما رہے ہیں [اے فاطمہ! تم اپنے نفس کو جہنم سے بچانے کی فکر کرو، اچھے عمل کرو، میں تمہارے لئے اللہ کے فیصلوں کے سامنے کچھ نہ کرسکوں گا۔]

دوسری روایت میں ارشاد فرمایا:

یا عباس بن عبد المطلب! لا اغنی عنک من اللّٰہ شیئا. یا صفیة عمة رسول اللّٰہ! لا اغنی عنک من اللہ شیئا و یا فاطمة بنت محمد! سلینی ما شئت من مالی لا اغنی عنک من اللّٰہ شیئا.

(مشکوۃ:۴۶۰؛باب الانذار والتحذیر)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباسؓ کو خطاب کر کے ارشاد فرمایا اے عباس بن عبد المطلب! عمل کرو، دوزخ سے بچنے کے لئے کوشش کرو۔اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی حضرت صفیہؓ سے ارشاد فرمایا عمل کرو۔اگر اللہ پاک تم کو عذاب دینے کا فیصلہ فرمالیں تو میں اللہ کے فیصلہ کے مقابلہ میں تمہاری کچھ مدد نہ کر سکوں گا، اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراءؓ سے ارشاد فرمایا اے فاطمہ بنت محمد! میرے پاس جو بھی ہے اس میں سے جو مانگنا ہو اور جو لینا ہو لے لو لیکن اللہ پاک کے فیصلہ کے مقابل میں کچھ نہ کر سکوں گا۔

ان تمام روایتوں کا مقصد یہ ہے کہ حسب ونسب اور اپنی نسبتوں پر اعتماد کر کے عمل نہ چھوڑو اور ان پر بھروسہ کر کے یہ مت سمجھ لو کہ بس یہی حسب نسب ہماری نجات کے لئے کافی ہوگا۔ باقی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن فرمائیں گے، اس کی نفی مقصود نہیں ہے۔آپ کے اہل قرابت ہی نہیں پوری امت کے لئے نافع ہوگی۔ یہ پوری بات مشکوۃ کے حاشیہ ۵ میں اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے مرقاۃ کے حوالہ سے لکھی ہوئی ہے۔معلوم ہوا کہ حسب ونسب بھی معیار نہیں ہے۔

۳......فرمایا تیسری چیز جو نکاح کرتے وقت ملحوظ رہتی ہے وہ ہے ''خوبصورتی''۔ لڑکے، لڑکی والے خوبصورتی دیکھتے ہیں، کہ یہ لڑکی بڑی خوبصورت ہے یا لڑکا بڑا خوبصورت ہے اور نکاح کی بنیاد محض خوبصورتی اور حسن و جمال کو بنایا جاتا ہے، لیکن خوبصورتی بھی نکاح کے لئے معیار نہیں ہے، محض خوبصورتی دیکھ کر نکاح نہیں کرنا چاہئے۔

ظاہری حسن و جمال نہیں، باطنی حسن و جمال کو دیکھو:

اور حسن و خوبصورتی کا تو کیا اعتبار! یہ تو صرف چار دن کی چاندنی ہے، دو چار دن ایک سو دو تین ڈگری بخار آ جائے، چہرے کی ساری رنگت چلی جاتی ہے۔ لیکن دین اگر ہے تو وہ ان شاء اللہ ہمیشہ رہنے والا ہے۔

۴......چوتھی چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمائی کہ لڑکا یا لڑکی والے یہ بات دیکھتے ہیں کہ دین داری ہے یا نہیں؟ دین داری دیکھ کر نکاح کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار وصفوں میں سے دینداری کے بارے میں ارشاد فرمایا:

فاظفر بذات الدين

[تم دینداری کو ترجیح دو۔]

اسی کو انتخاب کا معیار بناؤ، دین کو معیار بناؤ گے تو ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے:

حسن صورت چند روزہ، حسن سیرت لم یزل
اس سے خوش ہوتی ہیں آنکھیں، اس سے خوش ہوتا ہے دل

اگر کیرکٹر، اخلاق اچھے ہیں تو دل خوش ہوگا، دل کو سکون ملے گا، ان شاء اللہ

ازدواجی زندگی بڑی پرلطف ہوگی اور اخلاق دین ہی سے بنتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دنیا کو اخلاق دئے ہیں۔ ظاہری حسن و جمال نہیں باطنی حسن و جمال کو دیکھو اور ظاہری حسن و جمال سے آنکھ کی خوشی ہے اور آنکھ کی خوشی عارضی ہے۔ یہ حسن و جمال خود عارضی ہے۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ نکاح کرنے والوں کے سامنے چار چیزیں آتی ہیں، آگے ارشاد فرمایا تم دینداری کو دیکھو، لڑکے یا لڑکی میں دینداری ہے یا نہیں یہ دیکھو، اگر دیندار ہے تو کامیاب ہے، اب اگر دین کے ساتھ مال بھی ہے، دین کے ساتھ اونچا خاندان بھی ہے، دین کے ساتھ خوبصورتی بھی ہے تو نورٌ علیٰ نور۔ لیکن فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا مقصد صرف دین کو دیکھنا ہو جس کے اندر دین ہو تم اسی کو ترجیح دو۔ مال ہو، خوبصورتی ہو، خاندان ہو لیکن دین نہ ہو تو وہ قابل ترجیح نہیں۔ اور یہ سب کچھ نہیں مگر دین ہے تو بس دین کی بنیاد پر رشتہ قبول کرلو یا اسی کو ترجیح دو ان شاء اللہ تم کامیاب رہو گے۔

مالداروں کو ایک عمدہ مشورہ:

آج جن کا نکاح ہو رہا ہے، دونوں احقر کے ہمدرد اور دوست ہیں۔ جب ان حضرات نے احقر کو دعوت پیش کی تھی اس وقت میں نے ان سے عرض کیا تھا آپ شادی کے دن اچھے سے اچھا کھلائیں، اللہ نے ان کو ماشاء اللہ دیا ہے مگر شادی میں فضول خرچی مت کرنا، میوزک اور فوٹو اور ویڈیو وغیرہ سے اپنے نکاح کو بالکل پاک رکھنا اور سنت کے مطابق نکاح کرنا۔ اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب یہی ہے اور پہلے بھی

میں نے ذکر کیا تھا اور کہتا ہوں اور بار بار کہتا رہوں گا کہ ہمارے معاشرہ کے رئیس اور مالدار حضرات اگر اپنی شادیوں کو سنت طریقہ کے مطابق کریں اور اپنی شادیوں کو فضول خرچی، فوٹو اور ویڈیو اور میوزک وغیرہ سے محفوظ رکھیں تو ان کا یہ عمل ان شاء اللہ غرباء کے لئے بلکہ سب ہی کے لئے بہت بڑا نمونہ بنے گا اور ہمارے معاشرہ کا جو میڈیم طبقہ ہے وہ بھی بلا تکلف سیدھی سادی شادی میں آجائے گا اور اس کی وجہ سے ہمارے معاشرہ کے بہت سے بیٹے اور بیٹیاں ازدواجی زندگی میں منسلک ہو جائیں گے، ان کو زندگی کا سکون ان شاء اللہ مل جائے گا۔ آج ہماری فضول خرچیوں اور بیکار رسموں کی وجہ سے نکاح بے حد مہنگا ہو گیا ہے۔

جہیز کی لعنت:

اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ یہاں تو میں نے یہ دیکھا نہیں ہے مگر انڈیا میں دیکھا ہے اور سنا ہے کہ انڈیا سے زیادہ یہ لعنت پاکستان میں ہے۔ وہاں جہیز کی اتنی ساری شرائط ہیں کہ جہاں کہیں لڑکی کے نکاح کا مسئلہ آیا لڑکے والے اتنی لمبی چوڑی فہرست دے دیتے ہیں کہ لڑکی والوں کے بس کی بات نہیں ہوتی اور ایسے ایسے مطالبات پیش کئے جاتے ہیں کہ بے چارے لڑکی والے حیران اور پریشان ہو جاتے ہیں کہ کس طرح ان مطالبوں کو پورا کریں۔ کبھی لڑکی والے لڑکے والوں سے اتنا مانگتے ہیں کہ وہ پریشان ہو جاتے ہیں، پچیس تولہ سونا، پچاس تولہ سونا، پچاس جوڑ کپڑے، بارات کو کھانا کھلانا اور اس قسم کا کھانا کھلانا اور اتنے ہزار مہر۔ نکاح کے لئے لڑکا بھی تیار، لڑکے کے خاندان والے بھی تیار مگر وہ فہرست دیکھ کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ جہیز کی اس لعنت کی وجہ سے ہزاروں

لڑکے لڑکیاں بغیر نکاح کے پڑے ہیں۔ الحمدللہ یو کے (برطانیہ) میں آج تک میں نے یہ نہیں سنا کہ کوئی اس قسم کی شرطیں لگاتا ہو، اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ اللہ پاک آئندہ بھی ہمارے معاشرہ کو اس قسم کی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ یہ لڑکے اور لڑکی کی شادی کرنا نہیں بلکہ ان کو بیچنا ہے۔

ایک درد بھرا واقعہ:

ہمارے ہندوستان کا ایک واقعہ ہے، ایک لڑکی ہے، بڑی حسین خوبصورت، با اخلاق دیندار، نمازی سب خوبیاں ماشاء اللہ اس کے اندر۔ لڑکے کا پیغام آیا، لڑکی کو دکھایا، لڑکے کو پسند آیا، دونوں کو پسند آیا، دونوں کے خاندان والوں کو پسند آیا۔ اس کے بعد لڑکے والوں نے شرط لگائی کہ جہیز کے اندر ہمیں یہ سامان چاہیے، یہ چاہیے، ایک لسٹ پیش کر دی، لڑکی والوں نے کہا کہ یہ سب ہمارے بس کی بات نہیں، اس وجہ سے رشتہ ختم ہو گیا۔ دوسرا رشتہ آیا، ان کو بھی رشتہ پسند آیا سب کچھ پسندیدہ رہا مگر ان کی طرف سے بھی ایسی شرطیں پیش ہوئیں کہ لڑکی والوں کے بس سے باہر تھی، وہ رشتہ بھی منقطع ہو گیا۔ ایسا کرتے کرتے آٹھ رشتے اس بے چاری لڑکی کے کینسل ہو گئے۔ آٹھواں لڑکا جب دیکھنے کو آیا، ایک دوسرے کو پسند بھی آیا مگر انہی شرطوں کی وجہ سے وہ بھی کینسل ہو گیا۔ لڑکی کا باپ بے چارہ پریشان ہو گیا اس نے ایک شخص کے سامنے اپنے اس دکھ بھری داستان کو بتایا کہ میری بیٹی کے آٹھ رشتے آئے مگر ان میں سے ایک بھی تکمیل تک نہ پہونچ سکا اور میری بیٹی کا نکاح نہ ہو سکا، لڑکی پردے میں تھی، اس نے یہ بات سن لی، لڑکی کو بڑا دکھ ہوا، رات کو جب اپنے کمرہ میں سوئی تو چوہے مارنے کی دوا پی لی اور ہمیشہ کے لئے سو گئی، ”انا للہ وانا الیہ راجعون“

''ماں باپ'' نہیں ہیں بلکہ ''قصائی'' ہیں:

میرے دوستو! جو ماں باپ اپنی اولاد کے لئے ایسی شرطیں لگاتے ہیں۔الحمدللہ یہاں یہ لعنت نہیں ہے مگر جو ماں باپ ایسی شرطیں لگاتے ہیں وہ ماں باپ اپنی اولاد کے حق میں ظالم ہیں، قصائی سے بدتر ہیں اور ایسی شرط کی وجہ سے شادی نہیں کرتے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا کے اندر کسی کا مقام ہے؟ لیکن آپ کی سب سے لاڈلی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا نکاح کیسی سادگی سے ہوا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو جنت سے آپ کے لئے جوڑے آسکتے تھے، جنت سے حوریں آ کر سنوار سکتی تھیں لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراء کا نکاح کتنی سادگی سے فرمایا تا کہ امت کے لئے سبق ہو کہ دیکھو میں نبی ہوں اور میری لاڈلی بیٹی، کتنی لاڈلی بیٹی اور کیسی فضیلت مآب خاتون جس کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ''فاطمة سيدة نساء اهل الجنة'' کہ [جنت کے اندر تمام عورتوں کی سردار فاطمۃ الزہراءؓ ہوں گی] اور ایک حدیث میں فرمایا پورے عالم کی عورتوں کی سردار فاطمہؓ ہوں گی۔ بجز مریم حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کے۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہؓ سے اس قدر محبت تھی کہ جب آپ غزوات میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں فاطمہؓ کی ملاقات فرماتے اور جب سفر سے تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ کی ملاقات فرماتے اور ان کی خبر لیتے تھے۔

حضرت فاطمہؓ کا نکاح:

کس باپ کا دل نہیں چاہتا کہ میری بیٹی آج میرے گھر سے رخصت ہو رہی

ہے تو میں اسے اچھے سے اچھا سامان نہ دوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو صحابہؓ آپ کے لئے سب کچھ لٹانے کے لئے تیار تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی سادگی سے نکاح فرمایا۔ جب پیغام نکاح آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ کو بلاؤ، عمرؓ کو بلاؤ۔ یہ دونوں گواہ بن گئے اور حضرت بلالؓ سے فرمایا جو راستہ میں مل جائے اسے دعوت پیش کر دو۔ حضرت علیؓ سے فرمایا نکاح کرنا ہے، مہر پاس ہے یا نہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے، صرف دو چیزیں ہیں۔ ایک گھوڑا ہے ایک زرہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا گھوڑا تو رہنے دو جہاد میں کام آئے گا زرہ بیچ کر آؤ۔ غزوۂ بدر میں جو ملی تھی بیچنے کے لئے لے گئے۔ حضرت عثمانؓ مل گئے پوچھا علی کہاں جارہے ہو۔ فرمایا میرا نکاح ہو رہا ہے فاطمہ سے۔ اور مہر کے پیسے نہیں ہیں، یہ زرہ بیچنے جارہا ہوں۔ فرمایا کتنے کی بیچنا ہے؟ عرض کیا چار سو اسی درہم میں بیچنا ہے۔ فرمایا ٹھہرو، میں ابھی آتا ہوں، میں آپ کی زرہ خرید لوں گا۔ حضرت عثمانؓ گھر میں گئے، چار سو اسی درہم لائے اور حضرت علیؓ کو دے دئے۔ اس کے بعد زرہ لے لی۔ جب حضرت علیؓ جانے لگے تو حضرت عثمانؓ نے فرمایا علی! ہمارا تمہارا سودا تو ختم ہو گیا، اب یہ زرہ میں تم کو ہدیہ میں دیتا ہوں، حضرت علیؓ مہر لے کر تشریف لائے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی سادگی سے نکاح فرمایا، کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہیں چاہتا تھا؟

فاطمہ زہراء کا جس دن عقد تھا
پاس حضرت کے نہیں کچھ نقد تھا

تو ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا چاہئے۔

حضرت فاطمہؓ کا جہیز:

کیا جہیز تھا فاطمہؓ کا؟ ایک تکیہ، ایک بستر جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکی آٹا پیسنے کی، مٹی کے گھڑے، یہ کل جہیز کا سامان تھا۔ میرے دوستو! اگر ہم سادگی کے ساتھ نکاح کریں گے، سیدھا سادا نکاح کریں گے تو ہمارے معاشرہ میں کتنے لڑکے لڑکیوں کا نکاح ہو جائے گا، اور گناہ کم ہوں گے۔ نکاح کا دروازہ کھلے گا، بے حیائی اور فحش کاری کا دروازہ بند ہوگا۔ ہم دعا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہونے والے نکاح میں خیر و برکت نازل فرمائے۔

سماج میں بدی پھیلنے کا ایک سبب نکاح سے غفلت بھی ہے:

حاضرین کرام اور مخلص دوستو! کسی بھی سماج میں اخلاقی بگاڑ اور شیطانی وساوس اور برائیوں اور بے حیائیوں کی راہ کھولنے کے جہاں بہت سے اسباب ہیں وہیں ان میں سے ایک بڑا اور بنیادی سبب نکاح کی سنت سے غفلت اور مردوں کا بیویوں سے اور عورتوں کا شوہروں سے محروم رہنا بھی ہے۔ ناجائز تعلق کا فروغ اور ایک دوسرے پر تہمت طرازی عموماً اسی سے ہوتی ہے۔ اس لئے دوستو! نکاح کی راہ میں جتنی رکاوٹیں آئیں گی زنا کا رواج اتنا ہی بڑھے گا۔ نکاح جس قدر مہنگا ہوگا زنا اسی قدر سستا ہوتا چلا جائے گا۔ ہمارے موجودہ سماج کا منظر نامہ اسی کا ثبوت دیتا ہے جہیز کی لعنت اور دیگر خرافات نے نکاح کے عمل کو اس قدر مہنگا اور مشکل کر دیا ہے کہ متوسط طبقہ کے آدمیوں کے لئے اپنی بیٹی کا نکاح جوئے شیر (شیر کا دودھ) لانے کے مرادف ہو گیا ہے، لندن میں تو رئیس لوگوں نے نکاح کو اتنا مشکل بنا دیا ہے کہ ''الامان والحفیظ'' پتہ نہیں کیا کیا رواج عام ہو رہے ہیں،

آج میوزک پارٹی (Music Party) ہے اب کل مہندی پارٹی ہوگی، ایک ہفتہ تک پروگرام چلتے رہتے ہیں، خوب مال اڑایا جاتا ہے، اسراف وتبذیر کی تمام حدیں پار کردی جاتی ہیں اور مشاہدہ بتا رہا ہے کہ۔ جس کا آپ حضرات کو اندازہ ہوگا۔ جس تیزی سے نکاح مہنگا اور مشکل ہوتا جا رہا ہے، اس سے زیادہ تیزی سے زنا ارزاں اور آسان ہوتا جا رہا ہے، اور سماج کا ہر طبقہ اس لعنت میں غرق ہوتا جا رہا ہے۔ زنا کے سدباب کی کوئی کوشش نکاح کو آسان بنائے بغیر سودمند اور کارگر نہیں ہوسکتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کرام سے جو نکاح نہ کرنے اور مشغولِ عبادت رہنے کا عزم کر چکے تھے یہ فرمایا:

اما و اللّٰہ انی لاخشاکم اللّٰہ و اتقاکم لہٗ و لکنی اصوم و افطر و ارقد و اتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی.

(بخاری شریف: ۲/ ۷۵۷)

میں تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا متقی ہوں پھر بھی نکاح کرتا ہوں، نکاح کرنا میری سنت ہے، جو اس سے اعراض کرے گا اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب شوہر بیوی:

مجھے ایک بات یاد آ گئی، شیخ عبد القادر جیلانیؒ، قطب ربانی، محبوب سبحانی، شیخ یزدانی، پیر حقانی، آنکھیں مستانی، خندہ پیشانی، چہرہ نورانی، عامل قرآنی، ولایت کی نشانی، سینہ میں آیات قرآنی اور یہ سب اللہ کی مہربانی، سناؤں ان کی زبانی۔ ان کی کتاب میں لکھا ہے، اللہ کی نظر میں سب سے محبوب وہ شوہر ہے جو اپنی عورت کے لئے محبوب ہو اور فرمایا: سب سے محبوب عورت وہ ہے جو اپنے شوہر کو محبوب ہو۔ اگر دونوں آپس میں لڑتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کی نظر میں محبوب نہیں تو کیا وہ اللہ کی نظر میں محبوب ہیں؟ تو محبوب

کے بیٹے سے بھی ہماری یہی نصیحت ہے۔ یہ ہمارے پاس پڑھا ہوا ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی بہترین تعلیم دی۔

گھر جنت کا نمونہ بن جائے گا:

فرمایا: بیوی اپنے شوہر کی اطاعت گذار بن جائے۔ جو شوہر کہے اس پر قربان ہو جائے، جو حکم دے اس کو بجالائے۔ یعنی جائز کے اندر اس کی پوری پوری اطاعت کرے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری شریعت کے اندر غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ مردوں کو سجدہ کریں لیکن میری شریعت میں غیر اللہ کے لئے سجدہ کرنا حرام ہے، اس سے بڑھ کر اور کیا حکم ہوسکتا ہے اور شوہر سے کہا کہ محبت اور الفت کے ساتھ، پیار و محبت کے ساتھ اپنی بیوی کے ساتھ پیش آئے۔ اگر شوہر پیار و محبت سے پیش آئے اور بیوی پوری پوری اطاعت کرے تو اس گھر میں کبھی جھگڑا ہوسکتا ہے؟ وہ گھر تو رحمت بن جائے گا، وہ گھر تو جنت کا نمونہ بن جائے گا تو اس لئے ایک دوسرے کے حقوق کو پہچانیں، ان کو ادا کریں، اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کا مطالعہ کریں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔ اگر دونوں ان تعلیمات اور ایک دوسرے کے حقوق کو سامنے رکھیں گے اور ان پر عمل کریں گے تو زوجین میں شوہر بیوی میں محبت پیدا ہوگی، اور اس طرح دو جسم ایک قالب ہو جائیں گے، دو جسم ہیں لیکن ایک دل ہو جائیں گے اور جب آپس میں ایسی محبت سے رہیں گے تو اللہ کی نظر میں بھی محبوب بن جائیں گے۔

محبت رنگ دے جاتی ہے گر دل دل سے ملتا ہے

بڑی مشکل تو یہ ہے کہ دل بڑی مشکل سے ملتا ہے

اور نکاح کی غرض بھی یہی ہے کہ نکاح صرف ایک دلہا اور ایک دلہن کا ملاپ، صرف ایک لڑکے اور ایک لڑکی کا ملاپ نہیں ہے بلکہ یہ دو خاندانوں کا ملاپ ہے تو یہ صرف دو دل کا ملاپ نہیں، دو خاندانوں کا اتحاد ہے۔ اللہ رب العزت نے نکاح کو اپنی آیات میں سے فرمایا ہے۔ اسی لئے نکاح مسجد میں کیا جاتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نکاح مسجد میں کیا کرو، نکاح بھی عبادت ہے اور بہت بڑی عبادت ہے۔

معاشرتی زندگی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ:

محترم سامعین ومخلص دوستو! آج کی مبارک مجلس میں بندہ ماں باپ کو ایک بڑی اہم بات کہنا چاہتا ہے۔

ہمارے لئے محمد رّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر گوشہ نمونہ ہے، تاریکی میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ نمونۂ حیات ہے، اور آپ کا اسوہ ہر دور کے لئے اور ہر علاقہ کے رہنے والے لوگوں کے لئے - چاہے وہ یورپ کا رہنے والا ہی کیوں نہ ہو - نمونہ ہے، اس ملک میں کبھی کبھی شادی کو زیادہ دن نہیں گذرتے کہ آپس میں تو تو میں میں شروع ہو جاتی ہے، ازدواجی زندگی کے کچھ ہی دن گذرتے ہیں کہ میاں بیوی میں جھگڑے ہونے لگتے ہیں، اس پریشانی کا حل ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ڈھونڈیں تو ہمیں ضرور اس کا حل ملے گا، ازدواجی زندگی کے متعلق ہدایات نبوی احادیث کی کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے، گھریلو زندگی میں ناچاقی، اختلافات، زوجین کے آپس میں جھگڑے کو سرکاری قانون سے حل کروانے

کے بجائے ہدایات نبوی کی روشنی میں حل کر کے، شرعی قوانین سے مسئلہ معلوم کر کے زندگی کے مسائل کو صرف حل ہی نہیں بلکہ زندگی کو خوش گوار اور مسرت و راحت سے بھر پور بنایا جا سکتا ہے۔

ازدواجی زندگی اور زوجین کے تعلقات کا خلاصہ یہ ہے کہ بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کو اپنے لئے سب سے بالاتر سمجھے، اور اس کی فرماں بردار بنے اس کی خیر خواہی اور معروف کاموں میں اس کے حکم کو سر آنکھوں پر رکھے، اس کی رضا جوئی میں کمی نہ کرے، اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی اس کی خوشی سے وابستہ سمجھے۔ اور شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کو اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمت سمجھے اس کی قدر کرے، اس سے محبت سے پیش آئے، اگر اس سے غلطی ہو جائے تو چشم پوشی کرے، صبر و تحمل دانش مندی کا ثبوت دے، چھوٹی چھوٹی بات پر مار پیٹ کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں، اور حکمت کے ساتھ اس کی اصلاح کی کوشش کرے اپنی استطاعت کے مطابق اس کی ضروریات اچھی طرح پوری کرے، اس کی راحت رسانی اور دل جوئی کی بھر پور کوشش کرے، دربار رسالت میں ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کئی بار Husbend or Wife میاں بیوی میں سے ایک فریق اپنی شکایت لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور اپنے مسائل و شکایت آپ کے سامنے بیان کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جھگڑے کو اپنی حکمت عملی سے حل کر دیتے تھے۔

حضرت فاطمۃ الزہراءؓ کا ایک سبق آموز واقعہ:

ایک مرتبہ خود آپ کی چہیتی اور لاڈلی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اپنے شوہر نامدار

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شکایت لئے حاضر خدمت ہوئیں، سیرت کی کتابوں میں اس واقعہ کواس طرح بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان کسی معاملہ میں اختلاف ہو گیا، حضرت فاطمۃ الزہراءؓ اپنے شفیق والد کی خدمت میں پہنچیں، پیچھے پیچھے داماد پیمبر حضرت علیؓ گھبرائے ہوئے پہنچے، اور دروازے کی آڑ میں کھڑے ہو گئے، فکر میں تھے سوچنے لگے کہ اگر خدانخواستہ اللہ کے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہو گئے تو دین و دنیا دونوں تباہ ہو جائیں گے، حضرت فاطمہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے شوہر کی شکایت کی، حال سنایا اور زاروقطار رونے لگیں لیکن

حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ گھر بسانے والا تھا:

آپ کو تعجب ہوگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر جو ردعمل ظاہر کیا وہ عقلوں اور سوچوں کے بالکل برعکس تھا، گھر بسانے والا رویہ تھا، باپ وہ بھی رحمۃ للعالمین اور اپنی لاڈلی بیٹی لخت جگر اور نور نظر بیٹی کو جو اس طرح روتے ہوئے دیکھا تو دل بھر آیا، آب دیدہ ہو گئے، آنسوؤں کی لڑی سے چہرۂ مبارک تر ہو گیا، بیٹی کو سمجھاتے ہوئے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و سلم نے کہا: اے میری نور چشم بیٹی! میں نے تمہارا نکاح ایک ایسے شخص سے کیا ہے جو میرے خاندان قریش کے جوانوں اور اسلام لانے والوں میں سب سے افضل ہے، بیٹی! میاں بیوی میں کبھی کبھی ایسی باتیں ہو جایا کرتی ہیں، وہ کون سے میاں بیوی ہیں جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش کی بات نہ ہوئی ہو، اور بیٹی! یہ کیسے ممکن ہے کہ مرد سارے کام ہمیشہ عورت اور بیوی کی مرضی کے مطابق ہی کیا کرے، اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے، جاؤ اپنے گھر جاؤ، خداوند تعالیٰ تمہیں خوش اور آباد رکھیں اور میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھوں۔

بیٹی بھی کس کی تھیں؟ فخر دو عالم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھیں۔ فاطمۃ الزہراء خوش ہو گئیں اور ادھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دل بھر آیا، آڑ سے نکل کر سامنے آئے، آنکھوں میں آنسو اور رقت انگیز لہجہ میں حضرت فاطمہؓ سے کہا خدا کی قسم! آئندہ تم ایسی کوئی بات نہ دیکھو گی جس سے تمہارے نازک دل کو دکھ پہنچے، حضرت فاطمہؓ کا بھی دل بھر آیا اور کہنے لگیں غلطی تو میری ہی تھی پھر دونوں خوشی سے سرشار اپنے گھر لوٹ آئے۔

اس واقعہ سے ہمیں کیا سبق ملتا ہے؟ ہم غور وفکر کر کے بڑے بڑے اختلافات و جھگڑے کو- جذبات کی رو میں اور آپے سے باہر ہونے کے بجائے- صبر وتحمل اور حکمت و دانش مندی کے ساتھ حل کریں تو دو گھر دو خاندانوں کو ٹوٹنے سے بچایا جا سکتا ہے۔

گھریلو زندگی میں جو جھگڑے ہوتے ہیں اس کی اکثر وجہ یا تو غلط فہمی ہوتی ہے یا ایک دوسرے کی رعایت نہ کرنے یا درمیان میں تیسرا شخص ہوتا ہے، بعد میں یہی جھگڑے اور اختلافات سنگین صورت حال پیدا کر دیتے ہیں، بسا اوقات جدائی اور علیحدگی تک نوبت آ جاتی ہے، اگر ان تنازعات و جھگڑوں اور اختلافات کو شروع ہی سے سیرت طیبہ کی رہنمائی میں حل کر لیا جائے، یا کسی اچھے عالم کے سامنے صورت حال رکھ کر شرعی تعلیم کے مطابق حل معلوم کر لیا جائے تو علیحدگی وطلاق کی نوبت نہیں آئے گی۔

نکاح عبادت ہے، اس پر اجر ملتا ہے:

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نکاح بھی عبادت ہے اور اس پر اجر بھی ملتا ہے۔

حدیث میں ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه و سلم في بضع احدكم صدقة قالوا يا

رسول اللہ ایاتی احدنا شھوتہ و یکون لہ فیھا اجر قال ارایتم لو وضعھا فی حرام اکان علیہ وزر فکذالک اذا وضعھا فی الحلال کان لہ اجر.

(مسلم؛مشکوۃ:۱۶۸، باب فضل الصدقہ)

[حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنے نفسانی تقاضوں کو (اپنی بیوی سے) پورا کرو، یہ بھی صدقہ ہے، عبادت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! وہ کس طرح عبادت اور صدقہ ہے؟ ایک شخص اپنی خواہش پوری کرے اور اس پر اسے اجر ملے؟ تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر انسان غلط اور حرام جگہ اپنی خواہش پوری کرتا تو اسے گناہ ہوتا۔ لہذا جب اس نے حلال جگہ اپنی خواہش پوری کی تو اسے اجر ملے گا۔]

تو ثابت ہوا کہ نکاح بھی عبادت ہے اور اس پر اجر ملتا ہے اور عبادت بھی ایسی جو برسہابرس تک جاری رہتی ہے اور انسان جس حالت میں بھی ہو، سویا ہو یا بیدار ہو، کھڑا ہو یا بیٹھا ہو، خاموش ہو یا محو گفتگو ہو، دن ہو یا رات۔ غرض ہر وقت انسان کی یہ عبادت جاری رہتی ہے۔ نماز، روزہ، حج وغیرہ جو عبادات ہیں وہ وقتی عبادتیں ہیں۔ جب انسان وہ عبادت ادا کرتا ہے تو وہ عبادت جاری رہتی ہے اور جب فارغ ہو جاتا ہے وہ عبادت موقوف ہو جاتی ہے لیکن یہ نکاح ایسی عبادت ہے کہ ہر وقت موجود رہتی ہے بلکہ یہ نکاح جنت میں بھی رہیگا۔ دنیا کی یہ چیز ان شاء اللہ جنت تک پہنچے گی۔

نکاح پر نصف دین کی حفاظت کی سند:

نکاح پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نصف دین کی حفاظت کی سند عطا

فرمائی ہے۔حدیث میں ہے:

قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی. رواہ البیھقی فی شعب الایمان.

(مشکوۃ:۲۶۸)

[حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص نکاح کرتا ہے تو اس نے اپنا نصف دین مکمل کرلیا، اب نصف دین کی حفاظت کے لئے اللہ سے ڈرتا رہے اور اس کے حفاظت کی فکر کرتا رہے۔]

دعا:

نکاح سے متعلق الحمدللہ بہت سی باتیں آپ کے سامنے آئیں۔آئندہ نکاح کی مجلس میں بھی ان شاءاللہ کچھ باتیں آتی جائیں گی، کچھ جمع بھی رہنے دو۔اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ ہونے والے نکاح میں خیر و برکت نازل فرمائے، دونوں میاں بیوی میں اللہ پاک خوب مودت، محبت، الفت، انسیت عطا فرمائے۔دونوں خاندانوں میں اتفاق و اتحاد، مودت و محبت نصیب فرمائے اور ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ جوڑا تا قیامت سلامت رکھے اور دونوں خاندانوں کا محبوب نظر بنے اور اس سے زیادہ اللہ کی نظر میں محبوب بنے۔آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.

﴿۱۵﴾

قرض کے احکام

ہمارا حال یہ ہے کہ جب قرض لینا ہوتو بڑے میٹھے ہوتے ہیں اور جب دینے کا وقت آتا ہے تو چھپتے پھرتے ہیں۔ ہمارے اس رویہ سے اس آدمی کے دل میں خیال آنے لگتا ہے کہ پتہ نہیں میرا قرضہ ادا کرے گا یا نہیں کرے گا۔اس وجہ سے آج مسلمانوں میں قرض دینے کا رواج ختم ہوگیا ہے' لوگ ڈرتے ہیں۔

﴿۱۵﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قرض کے احکام

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ شَفِيْعَنَا وَحَبِيْبَنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ اَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَهْلِ طَاعَتِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْراً كَثِيْراً...... اَمَّا بَعْدُ !

قال النبی صلی اللہ علیہ و سلم فی دعائہ :

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ.

(بخاری و مسلم)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سنت کی ادائیگی:

ایک مرتبہ آمین کہہ دیجئے، میں دعا پڑھ رہا تھا آپ کو شاید محسوس نہ ہوا ہوگا کہ یہ دعا ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے یہ فرمایا: کہ میرے ساتھ تم بھی یہ دعا پڑھو۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا پڑھ کر سنائی اور صحابہؓ نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

ساتھ یہ دعا پڑھی۔اس سنت کو ادا کرنے کے لئے پھر ایک مرتبہ یہ دعا پڑھتا ہوں، آپ بھی میرے ساتھ ساتھ پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ جَھَنَّمَ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ الدَّجَّالِ وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ.

ایک وعدہ:

بزرگان محترم! آپ حضرات کو شاید یاد ہو یا نہ ہو کہ رمضان المبارک میں ایک دن وعدہ کیا تھا کہ ان شاء اللہ کسی دن قرض کے عنوان پر بیان کروں گا، جس میں قرض کی حقیقت، قرض کی اہمیت اور اس کے احکام اسلام میں کیا ہیں؟ اس کی تفصیلات ان شاء اللہ ذکر کروں گا۔تو آج کی رات خیال آیا کہ اس وعدہ کو پورا کروں۔اس لئے کہ

الکریم اذا وعد وفی

[کریم وہ ہے جو وعدہ کو پورا کرتا ہے]

تو میں نے بھی سوچا کہ اس وعدہ کو پورا کرلوں، زندگی کا بھروسہ نہیں۔اس لئے میں نے یہ دعا جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اور نورانی دعاؤں میں ہے، اس دعا کا انتخاب کیا۔ اس دعا کا ترجمہ ہے:

[اے اللہ! ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں عذاب جہنم سے، اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں عذاب قبر سے، اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں مسیح دجال سے، اور ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں گناہ سے اور قرض سے اور نہیں ہے ان چیزوں سے بچنے کی

طاقت اور قدرت مگر اللہ ہی کی طرف سے جو بڑا عالیشان اور عظمت والا ہے]

اس دعا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے پانچ چیزوں سے پناہ مانگی ہے کہ یا اللہ! ان ان چیزوں سے ہماری حفاظت فرما۔ جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے وہ یہ ہیں: عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے اور دجال کے فتنہ سے۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین) ایک بڑا دجال قیامت سے پہلے نکلے گا، اس سے پہلے چھوٹے چھوٹے دجال نکلیں گے، اللہ تعالیٰ تمام دجالوں کے فتنہ سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

وَ نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْمَاْثَمِ

[اور اے اللہ ہم گناہ سے بھی پناہ چاہتے ہیں۔]

اور آج جس کو بیان کرنا ہے وہ ہے:

وَالْمَغْرَمِ

[اور اے اللہ ہم قرض سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔]

اس دعا میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے ان تمام کی تفصیلات مختلف وقتوں میں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں اور ان تفصیلات میں جانے کا فی الحال وقت بھی نہیں ہے۔ آج مجھے جو بیان کرنا ہے وہ ہے ''قرض''، اور میں نے ابھی آپ کے سامنے جو دعا پڑھی اس دعا میں بھی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض سے پناہ مانگی ہے، اسی مناسبت سے اس دعا کو آج میں نے خطبہ میں پڑھا ہے۔

قرض سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے:

اس دعا کا ترجمہ سننے کے بعد آپ کو اس کا اندازہ ہو گیا ہوگا کہ قرض ایسی چیز

ہے جس سے رحمۃ للعالمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پناہ چاہتے ہیں کہ اے اللہ! قرض سے حفاظت فرما۔ یہ ایک دعا ہوگئی اور آپ حضرات کو یہ دعا بھی یاد ہوگی:

رَبَّنَـا اٰتِـنَـا فِـى الدُّنُيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ وَقِنَا عَذَابَ الْقَبْرِ وَقِنَا عَذَابَ الْفَقْرِ وَقِنَا عَذَابَ الْحَشْرِ وَقِنَا عَذَابَ الدَّيْنِ.

[اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھی بہتری عطا فرما اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرما اور جہنم کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما، قبر کے عذاب سے ہمیں پناہ عطا فرما اور فقر سے ہماری حفاظت فرما اور حشر کے عذاب سے ہماری حفاظت فرما اور دین یعنی قرض کے عذاب سے بھی ہماری حفاظت فرما۔ اس سے بھی اے اللہ ہم پناہ مانگتے ہیں، قرض سے اے اللہ! ہمیں بچانا۔]

ایک حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں کہ

سمعت رسول الله ﷺ و سلم يقول اعوذ بالله من الكفر و الدَّيْنِ فقال رجل يا رسول الله اتعدل الكفر بالدَّيْنِ قال نعم. رواه النسائی
(الترغیب والترہیب: ۲/۵۹۶)

[میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں کفر سے اور دین (قرض) سے، ایک صحابی نے سوال کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپ کفر کو قرض کے برابر قرار دے رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جی ہاں۔]

قرض سے بچو اور قناعت اختیار کرو:

قرض کے دو پہلو ہیں۔ انسان کو اپنی زندگی کی ضروریات کے لئے کبھی قرض

لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔کوئی ایسا نہیں جسے ضرورت نہ پڑی ہو، الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ ایسے ہوں گے جن کو قرض کی ضرورت نہیں پڑتی۔قرض انسان کے ایک ضرورت کی چیز ہے لیکن اسلام نے یہ سبق دیا کہ حتی الامکان جب تک تم اس سے بچ سکتے ہو اس سے بچنے کی کوشش کرو اس لئے آپ نے بار بار احادیث مبارکہ میں سنا ہے اور اسی طرح بزرگان دین کی تعلیم میں یہ فرمایا ہے کہ قناعت کے ساتھ زندگی گذارو، قناعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس پر شکر کرو اور اسی پر گذر بسر کرلو۔زیادہ کی لالچ نہ کرو۔جو کچھ اللہ نے دیدیا ہے اللہ کا شکر ہے۔آپ کی اتنی آمدنی ہے کہ آپ اس میں سے بیس پاؤنڈ والا سوٹ پہن سکتے ہیں تو بیس پاؤنڈ والا سوٹ پہن لو، یہ نہ سوچو کہ فلاں آدمی سو پاؤنڈ والا سوٹ پہنتا ہے تو میں بھی سو پاؤنڈ والا سوٹ پہنوں۔تو اگر آپ اپنی آمدنی کے اعتبار سے بیس پاؤنڈ والا سوٹ پہن سکتے ہو اور آپ نے اللہ کا شکر کر کے وہی پہن لیا اور سو پاؤنڈ والے سوٹ کی لالچ نہ کی تو اس کا نام ہے ''قناعت'' اور اس آدمی کو کہتے ہیں ''قانع''۔قانع یعنی قناعت کرنے والا، جو مل گیا اس پر خوش رہنے والا۔

قناعت سے مالداری:

فرمایا قناعت سے زندگی بسر کرنے والا جس جگہ بھی ہے مالدار ہے اور جو قناعت سے زندگی نہیں گذارتا وہ کتنا بھی مالدار ہو تب بھی وہ فقیر ہے۔

جب مالدار تھا تو دل کڑھتا رہتا تھا:

ایک بزرگ عبداللہ بن مبارکؒ بڑے پایہ کے محدث اور بڑے مالدار تھے۔وہ فرماتے ہیں کہ جب مال و دولت تھی تو میرا اٹھنا بیٹھنا مالداروں کے ساتھ ہوتا تھا تو ہر وقت

میرا دل کڑھتا رہتا تھا اس لئے کہ ایک دوست کو میں نے دیکھا کہ قیمتی سوٹ پہن کر آیا ہے پانچ سو درہم کا اور میں نے سوٹ پہنا ہے چار سو درہم کا تو میرے دل میں کڑھن پیدا ہوئی کہ اس نے پانچ سو کا پہنا ہے اور میں نے چار سو کا۔ اب میں اس سے بڑھ کر چھ سو درہم کا سوٹ سلواؤں گا۔ پیسے تو تھے ہی، چھ سو کا سلوالیا۔ اب چھ سو درہم کا سوٹ پہن کر چلے اور کوئی دوست ملا اس نے ہزار درہم کا سوٹ پہنا تھا تو پھر دل میں کڑھن پیدا ہوئی کہ میرا تو چھ سو کا ہے اس نے ہزار کا پہنا ہے، لہذا بارہ سو کا سلوایا۔ پھر کسی کو اس سے قیمتی سوٹ پہنا ہوا دیکھا تو دل میں کڑھن پیدا ہوئی۔ تو اسی طرح دل کڑھتا رہتا تھا، صبر نہیں آتا تھا مگر جب اللہ پاک نے پلٹایا اور اس کے بعد غرباء اور مساکین اور فقراء کے ساتھ بیٹھنے لگا فرماتے ہیں دل میں سکون ہوگیا اس لئے کہ میرے بدن پر سو درہم کا سوٹ ہوتا تھا، فقراء کے بدن پر پانچ درہم کا بھی نہ ہوتا تھا تو دل سے شکر ادا کرتا کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے سو درہم والا عطا فرمایا، اس بیچارے کے پاس تو پانچ درہم کا ہے۔

قرض خواہوں کے تقاضے کی تلخی برداشت نہیں ہوگی:

شیخ سعدیؒ نے گلستاں بوستاں میں بڑی عجیب حکایتوں سے بڑے سبق سکھائے ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے ایک حکایت لکھی ہے۔ ایک نیک آدمی کو ایک دن بخار آ گیا، اس کے ساتھی نے کہا شکر (suger) کی ضرورت ہو تو فلاں شخص سے مانگ لاؤ، اس نیک دل شخص نے کہا عزیزِ من! موت کی تکلیف تو اٹھا سکتا ہوں مگر قرض خواہوں کے تقاضے کی تلخی برداشت نہیں ہوگی۔ کوئی عقلمند آدمی ایسے شخص سے شکر (چینی) نہیں مانگتا جو سوال سن کر ترشی سے اپنا چہرہ سرخ کرلے۔

اگر کوئی شخص اپنی قسمت پر راضی نہیں ہوتا تو وہ خدا کی ناراضگی مول لیتا ہے، کیونکہ اس طرح وہ خدا کی تقسیم سے بغاوت کرتا ہے۔ اس کے بعد شیخ سعدیؒ نے بڑی پیاری بات لکھی ہے: کہ مشہور بات ہے کہ پہلے زمانہ میں قطب وابدال کے ہاتھوں میں پتھر سونا چاندی بن جاتا تھا۔ اس کی دلیل اس طرح ثابت ہوتی ہے کہ اگر کوئی مسلمان صابر وشاکر ہو جائے تو اس کے نزدیک پتھر اور سونا برابر ہو جاتا ہے۔ معصوم بچہ پاک صاف دل رکھتا ہے اس کو سونے اور مٹی میں فرق محسوس نہیں ہوتا۔ بادشاہوں اور مالداروں کے آگے جھکنے والے فقیروں کو یہ معلوم نہیں کہ بادشاہ اور مالدار تو اس سے بھی زیادہ محتاج ہیں۔ کیونکہ فقیر کو تو چار آنے مل جائیں اس سے بھی فقیر کا پیٹ بھر جاتا ہے مگر مالدار کو لاکھوں مل جائیں اور بادشاہ تو ایک ریاست حاصل کر کے بھی بھوکا ہی رہتا ہے۔ اس طرح محتاج بادشاہ ہوا نہ کہ فقیر جو بے فکر رہتا ہے۔ اس لئے دوستو! جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے، اس پر قناعت کرو۔ صبر وشکر اور قناعت سے زندگی گزارنا بہت خوش نصیبی کی بات ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ایسے قناعت پسند شخص کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعریف فرمائی ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ

ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ و سلم قال: قد افلح من اسلم و رزق کفافا و قنعه اللّٰہ بما اٰتاہ.

(مسلم شریف، مرقاۃ:۹/۳۶۳)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ آدمی کامیاب ہو گیا جو اسلام لایا اور اسے ضرورت کے بقدر رزق دیا گیا، اور جو کچھ اس کو دیا گیا اس پر اس کو قناعت کی توفیق نصیب ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک عجیب تعلیم:

ایک حدیث شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:

عن ابی هريرةؓ قال قال رسول الله ﷺ: اذا نظر احدكم الى من فضل عليه فى المال و الخلق فلينظر الى من هو اسفل منه (متفق عليه) و فى رواية المسلم قال انظروا الى من هو اسفل منكم و لا تنظروا الى من هو فوقكم فهو اجدر ان لا تزدروا نعمة الله عليكم.

اس حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی ایسے آدمی کو دیکھے جو اس سے زیادہ مالدار اور اس سے زیادہ اچھی شکل وصورت کا ہو تو اس کو دیکھ کر اپنی حالت پر رنج وحسرت ہو جاتی ہے اور خداوند تعالیٰ کے شکر ادا کرنے میں کوتاہی و سستی ہو جاتی ہے اور اس طرح دیکھنے وغور کرنے سے حسد و لالچ وجلاپے کے جذبات بھڑک جاتے ہیں، اس کو چاہئے کہ اس آدمی پر نظر کرے اور دیکھے جو اس سے کم درجہ کا ہے تا کہ اس کو دیکھ کر اپنی حالت پر خدا کا شکر ادا کرے اور قناعت نصیب ہو اور مالک نے جو کچھ عطا کیا ہے اس سے خوش ہو جائے۔ مسلم شریف کی روایت کا مفہوم یہ ہے کہ تم اس شخص کو دیکھو جو مرتبہ میں تم سے کم تر ہے، اس شخص کی طرف نہ دیکھو جو مرتبہ میں تم سے بڑا ہے۔ ایسا کرنا تمہارے لئے نہایت مناسب ہے تا کہ تم اس نعمت کو جو خداوند تعالیٰ نے تمہیں دی ہے حقیر نہ جانو۔

حسد وحسرت کا علاج:

اس حدیث پاک میں سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی زبردست حکمت سے بھری ہوئی بات فرمائی اور مسلم معاشرہ کے افراد کو دنیاوی مال و متاع و جاہ، حشمت باہمی، بغض وعداوت، رشک وحسرت اور بددلی و مایوسی سے بچانے کے لئے ایک نفسیاتی طریقہ وعلاج تجویز فرمایا اور یہ حقیقت ہے بلکہ انسان کی فطرت و جبلت ہے کہ وہ جب کسی شخص کو اپنے سے زیادہ مالدار اور اپنے سے زیادہ اچھی حیثیت والے کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر طرح طرح کے جذبات جنم لیتے ہیں جو اس کو بددل، مایوس، رنج خوردہ وحسرت زدہ اور اپنے محسن ومربی پروردگار عالم سے شاکی بنادیتا ہے۔

حسد وجلن ناجائز طریقہ سے مسابقت کا قلع قمع:

اور اس طرز سے غور وفکر کرنے کے نتیجہ میں اپنے اندر حسد وجلن اور ناروا مسابقت کا مادہ پیدا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے وہ ناجائز جائز ہر طرح سے اپنے آپ کو اوپر جانے اور دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے اور اس طرح معاشرہ میں عجیب قسم کی مال ودولت کی جنگ اور ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے والی سماجی ومعاشی دوڑ شروع ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ایک دوسرے کو گرا کر اپنا مقصد پورا کرنے کی ایسی ہوس پیدا ہو جاتی ہے جس سے انسان انسانیت سے نکل کر حیوانیت کی صف میں آجاتا ہے اور عموماً مسلمان اس حقیقت سے بے خبر ہوجاتا ہے کہ آیا اس شخص کو حاصل شدہ تمام دنیوی مال و دولت وجاہ وحشم دراصل آخرت کے اعتبار سے اس کے حق میں عذاب اور وبال بنتی ہیں یا ثواب؟ اور ان چیزوں کی وجہ سے آخرت میں مواخذہ وعذاب کا مستحق بنتا ہے یا ثواب کا؟

ایک سوال:

ایک سوال یہاں کوئی کرسکتا ہے کہ کوئی شخص ہر حیثیت اور ہر اعتبار سے اپنے معاشرہ کے تمام ہی لوگوں پر فوقیت وفضیلت رکھتا ہو، اپنے علاقہ میں سب سے زیادہ مالدار اور چودھری وڈیرہ ہو تو کیا ایسا شخص اپنے سے کم تر درجہ کے حامل شخص کو دیکھے، ہرگز نہیں بلکہ یہ اس کے لئے بالکل مناسب نہیں کیونکہ ”**و فوق کل ذی علم علیم**“ ہر سیر کا سوا سیر ہوتا ہے۔ اگر وہ اپنے سے کمتر کو دیکھے گا تو کچھ بعید نہیں کہ اس کے اندر عجب و غرور اور اظہار فخر کا مادہ پیدا ہو جائے لہذا اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ ذات جس نے اسے یہ انعام ونعمتوں سے نوازا ہے اس کا شکر ادا کرے اور اپنی برتری وفضیلت کو اپنے بلند کردار واعلیٰ اخلاق کے ذریعہ سے تواضع وانکساری وخدمت خلق کا ذریعہ بنالے۔

آمدم برسر مطلب:

محترم بھائیو! میرے استاذ المکرّم شیخ الحدیث حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیریؒ اس حدیث شریف کے مفہوم کو سمجھانے کے لئے اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے کہ ”دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو۔“ اللہ اکبر! کیا تعلیم دی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس سے آدمی کی حرص ختم ہو جائے، کتنی بہترین تعلیم ہے۔ اس تعلیم سے دو فائدے ہیں۔ (۱)......حرص ختم ہو جائے (۲)......اور شکر والی زندگی میسر ہو جائے۔ لیکن ہم لوگ اس کو بالکل الٹا کر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو فرمایا کہ دین کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھو اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھو اور ہم لوگ الٹا کر کے دین کے

معاملہ میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھتے ہیں اور دنیا کے معاملہ میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھتے ہیں تو اس کی وجہ سے ہمارا پیٹ بھرتا ہی نہیں۔

قناعت کی وضاحت:

میرے پاس ایک گاڑی ہے دو ہزار کی، چل رہی ہے، چلتی کا نام گاڑی الحمدللہ، اللہ کا شکر ہے۔ اگر میں یہ دیکھوں کہ میرے فلاں دوست کے پاس پانچ ہزار پاؤنڈ کی گاڑی ہے تو دل جلیگا لیکن اگر یہ دیکھوں کہ میرے پاس دو ہزار پاؤنڈ کی گاڑی ہے اور دوسرا تو پانچ سو پاؤنڈ کی گاڑی چلا رہا ہے تو دل سے اللہ کا شکر ادا کرے گا کہ اے اللہ تیرا شکر ہے تو نے مجھے دو ہزار کی گاڑی دی اس کے پاس تو پانچ سو کی ہے۔ جس کو دونوں وقت عزت کے ساتھ روزی مل جاتی ہے اگر وہ کسی اور کو دیکھے کہ فلاں تو دونوں وقت بہترین مرغ مسلّم کھاتا ہے اور میرا روکھا سوکھا ہوتا ہے، اگر یہ دیکھے گا تو آدمی کا دل اندر سے جلے گا اور اگر یہی شخص ایسے شخص کو دیکھے جس کو ایک وقت کھانا ملتا ہے یا ایک وقت بھی ٹھکانہ سے نہیں ملتا تو بتلایئے یہ شخص شکر ادا کریگا یا نہیں؟ یقیناً شکر ادا کرے گا؟ جس کے پاس سیدھا سادا مکان ہے وہ اللہ کا شکر ادا کرے کہ اے اللہ! آپ نے مکان دیا ہے، ایسے بہت سارے لوگ ہیں کہ جن کے پاس رہنے کو جھونپڑیاں ہیں، جھونپڑے والے سوچیں کہ اے اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے سر چھپانے کے لئے جھونپڑا دیا ہے، کئی ایسے ہیں جن کے پاس یہ جھونپڑا بھی نہیں، میدان میں پڑے ہیں۔

تو دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے والوں کو دیکھے گا تو اللہ کا شکر ادا کرے گا اور دین کے معاملہ میں فرمایا کہ اپنے سے اوپر والوں کو دیکھو مگر اس میں بھی ہم الٹا کرتے ہیں

جو پنج وقتہ نمازی ہیں وہ کہتا ہے الحمدللہ میں پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں فلاں تو صرف جمعہ پڑھتا ہے۔ جمعہ والا کہتا ہے میں تو جمعہ پڑھتا ہوں فلاں تو عید میں آتا ہے۔ عید والا سوچتا ہے میں تو عید کی نماز پڑھتا ہوں فلاں تو عید بھی نہیں پڑھتا۔ چند قسم کے نمازی ہیں۔ایک نمازی وہ ہیں جو حقیقی نماز پڑھتے ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلائی اسی طرح نماز پڑھتے ہیں۔ایک جمعہ جمعہ والے ہیں، آٹھکی کھاٹکی تین سوساٹھ کی۔آٹھکی یعنی آٹھ دن کی، جمعہ جمعہ والے ہیں اور کھاٹکی کہتے ہیں کہ کسی کا جنازہ ہوگیا تو آگئے اور تین سوساٹھ کی یعنی عید بقرعید کی پڑھ لی۔اللہ تعالیٰ ہمیں ان میں سے نہ بنائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں پنج وقتہ نماز اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین) تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جو پنج وقتہ نمازی ہے اگر وہ یہ سوچے گا میں تو پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں، کتنے اللہ کے بندے تہجد پڑھتے ہیں، میں تو صرف پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہوں، تو وہ ان شاء اللہ ترقی کرے گا اور تہجد گذار بنے گا۔جو پاؤ پارہ پڑھتا ہے وہ یہ سوچے کہ میں تو صرف پاؤ پارہ پڑھتا ہوں کتنے لوگ ایک پارہ پڑھتے ہیں تو اس کے دل میں زیادہ پڑھنے کا شوق پیدا ہوگا۔ایسی ہی چیزوں کے بارے میں اسلام نے کہا ہے ﴿وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ﴾ کہ ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو، آگے بڑھنے کا شوق ہو تو ایک دوسرے کا تقابل کرو۔تو دین کے بارے میں اپنے سے زیادہ اوپر والے کو دیکھیں گے تو اور زیادہ عمل میں بڑھو گے۔

قرض وعدہ پر ادا کرو:

تو بات اس پر چلی تھی کہ قناعت کے ساتھ زندگی گزارنے والا ہر جگہ مالدار رہے

اور جس کی زندگی میں قناعت نہیں ہے وہ چاہے جتنا مالدار ہو تب بھی فقیر ہے۔ تو اسلام نے کہا کہ قرض سے جتنا ہو سکے بچنے کی کوشش کرے۔ جب بچنے کی کوئی صورت نہ ہو، بالکل مجبوری ہو تو اس وقت قرض لے لیکن جو وعدہ کرے اس وعدے کے موافق ادا کر دے اور وعدے پر ادا کرنے کی فکر ہو کہ مجھے اپنا قرضہ ادا کرنا ہے، اللہ سے مانگے بھی دعا بھی کرے اور فکر مند بھی ہو۔ اب اگر کسی وقت وعدہ کے موافق آپ کے پاس قرض ادا کرنے کا اہتمام نہ ہوا تو چھپتے نہ پھریں بلکہ جس سے قرض لیا ہے اس کے پاس جائیے، اس کو سمجھائیے کہ وعدہ کا وقت پورا ہو رہا ہے مگر میرے پاس کوشش کے باوجود انتظام نہ ہو سکا، مجھے کچھ اور مہلت دے دو۔

ہمارا رویہ:

ہمارا حال یہ ہے کہ جب قرض لینا ہو تو بڑے میٹھے ہوتے ہیں اور جب دینے کا وقت آتا ہے تو چھپتے پھرتے ہیں۔ ہمارے اس رویہ سے اس آدمی کے دل میں خیال آنے لگتا ہے کہ پتہ نہیں یہ میرا قرض ادا کرے گا یا نہیں کرے گا! اس وجہ سے آج مسلمانوں میں قرض دینے کا رواج ختم ہو گیا، لوگ ڈرتے ہیں۔ اس وجہ سے فرمایا جلدی کرنا چھ کاموں میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان کے علاوہ سب کاموں میں جلدی شیطان سے ہے۔

۱......مہمان کی خاطر مدارات کرنا۔

۲......مردے کی تجہیز و تکفین۔

۳......لڑکی بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرنے میں۔

۴......قرض ادا کرنے میں جلدی کرنا۔

۵......گناہ سے توبہ کرنے میں۔

۶......نماز کا وقت ہو جائے تو ادا کرنے میں۔

قرض دینے کا ثواب:

حالانکہ قرض دینے کا بہت ثواب ہے۔آپ کو یاد ہوگا میں نے حدیث سنائی تھی کہ

قال رسول اللہ ﷺ رایت لیلة اسری بی علیٰ باب الجنة مکتوباً الصدقة بعشر امثالها و القرض بثمانية عشر.

(الترغیب والترہیب:۲/۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے تو جنت کے دروازہ پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ دے تو ایک کا دس گنا ثواب اور قرض دے تو ایک کا اٹھارہ گنا ثواب۔اور قرض میں پیسے بھی باقی رہیں گے، جب قرضدار نے قرض ادا کر دیا تو آپ کے پیسے بھی واپس آ گئے اور اٹھارہ گنا ثواب بھی مل گیا۔

مہلت دینے کا ثواب:

اور اگر اس بھائی نے آپ سے مہلت مانگی کہ ایک ہفتہ کا چانس دے دو، ایک ہفتہ کے بعد دے دوں گا۔آپ نے مہلت دے دی کہ ٹھیک ہے، ایک ہفتہ کے بعد دے دینا۔ جتنا قرض دیا ہے اتنا صدقہ کا ثواب اور آپ کے پیسے تو باقی ہیں۔ ہفتہ پورا ہو گیا اس نے آ کر پھر کہا انتظام نہیں ہو سکا ایک ہفتہ کی اور مہلت دے دو، آپ نے کہا اچھا، ایک ہفتہ کی اور مہلت دی۔آپ نے پانچ سو پاؤنڈ قرض دیئے تھے۔ایک ہفتہ اور مہلت دی تو پانچ سو پاؤنڈ صدقہ کا ثواب آپ کو مل گیا اور آپ کے پانچ سو پاؤنڈ بھی باقی ہیں، کتنا

بڑا ثواب ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: کہ جسے یہ خواہش ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے غم و گھٹن سے بچائے تو اسے چاہئے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے، یا قرض کا بوجھ اس کے سر سے اتار دے۔ (الترغیب والترہیب: ۴۲/۲)
ایک دوسرے کا تعاون کرنا، ایک دوسرے کے کام آنا بہت بڑا ثواب کا کام ہے لیکن ہمارے معاملات جو ہیں عوام کو تو چھوڑ دیں خواص بلکہ ہمارے جیسے مولوی وہ بھی اس میں بہت پیچھے ہیں۔ بڑے دیندار آدمی سمجھے جاتے ہیں لیکن وعدے پر قرض ادا نہیں کرتے تو لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ پھر لوگ قرض نہیں دیتے، پیسے ہوتے ہیں پھر بھی معذرت کر دیتے ہیں کہ میرے پاس گنجائش نہیں ہے۔ ہمارے اس رویہ کی وجہ سے سوچتے ہیں کہ ابھی قرض دے دیں گے بعد میں کون لڑتا پھرے گا۔ تو اس بدعملی کی وجہ سے امت اس کار خیر سے محروم ہو گئی۔ چند آدمیوں کے اس رویہ کی وجہ سے اس ثواب کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو گئی۔

قرض لینے کی عادت بنانا:

تو اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ قرض سے حتی الامکان بچے، بہت مجبوری ہو تو لے مگر وعدہ پر ادا کرنے کی نیت بھی ہو اور وعدہ پر ادا بھی کر دے۔ تو مجبوری میں قرض لینے کی گنجائش ہے مگر ایک ہے قرض لینا اور ایک ہے قرض لینے کی عادت بنا لینا، یہ بہت بری عادت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اس سے حفاظت فرمائے۔ لقمانؑ کی نصائح میں یہ بھی بڑی اہم نصیحت ہے کہ چار چیزوں کو تھوڑا اور حقیر نہ سمجھو۔ ۱......قرض ۲......مرض ۳......دشمنی ۴......آتش (آگ)۔

آرام وراحت کے لئے قرض لینے کی مذمت:

امام احمد بن حنبلؒ نے مسند احمد میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنتا ہے جس میں پیوند پر پیوند لگے ہوں، تو ایسی زندگی لاکھ درجہ اس زندگی سے بہتر اور اچھی ہے جس میں وہ آرام کے لئے کسی سے قرض لے اور اس کے ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ محترم مخلص بھائیو، میرے دوستو! اس حدیث پر غور کیجئے اور ہماری زندگی عیش اور ظاہری شو اور اپنی بڑائی کے خاطر ہم لوگ قرض ہی نہیں بلکہ بینک سے سود پر قرض ''لون'' لیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہترین مکان، کپڑے کار وغیرہ سب دیا ہے مگر اپنی چودھراہٹ دکھلانے کی خاطر قرض پر قرض لیتے رہتے ہیں اور اس کو ادا کرنے کی فکر نہیں کرتے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: میں نے طواف کرتے ہوئے حضرت عمرؓ کو دیکھا، ان کے کرتے پر ۲۱/ پیوند تھے جس میں چند پیوند چمڑے کے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ ہمارا غلط خیال اور خام ہے کہ اچھے کپڑوں سے عزت بڑھتی ہے حالانکہ اس کو خریدنے کی ہماری طاقت نہیں ہے۔ جو لوگ قرض لیتے ہیں یا قرض لینے کے عادی ہوتے ہیں اصل میں وہ لوگ متوازن لوگ نہیں ہوتے، بہت مجبوری کی بات الگ ہے لیکن فقط نام ونمود ونمائش کے لئے قرض لینے والے تو ایک طرح سے مجرم ہوتے ہیں اس لئے قرض ایک لعنت ہے جو اس میں گرفتار ہوتا ہے بہت مشکل ہی سے اس کی مصیبتوں سے بچ سکتا ہے۔ جو لوگ سامان آسائش خریدنے یا اپنی ناک اونچی رکھنے کے لئے قرض لیتے ہیں وہ حقیقت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

بدترین مثال:

اس عادت بد کی بدترین مثالیں ابھی ماضی قریب ہی کی تاریخ میں دیکھئے۔ سرزمین ہند میں مغلیہ سلطنت ٹوٹی اوران کی حکومت کوزوال آیاتو جنہوں نے نسلاً بعد نسل دولت کے انبار لگارکھے تھے انہیں کے گھرانوں پر ایساوقت بھی آیا کہ اپنی عیش و مستی پوری کرنے کے لئے اپنی جائیداد گروی (رہن) رکھ کر رنگ رلیاں مناتے رہے جو محض دنیا کو دکھانے کے لئے شاہ خرچی کرتے رہے اوراس پر غور وفکر اور ٹھنڈے دل سے کبھی نہیں سوچا کہ احکام الٰہی کی سرتابی سے بچتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جن کے گھروں پر ہاتھی جھولتے تھے ان کی میت کوکفن دفن دینے کے لئے چندہ کیا گیا۔ اسی دنیا میں انہوں نے قرض کے چنگل میں پھنس جانے کا انجام بد دیکھ لیا۔ اس وجہ سے فرمایا کہ مانگنے سے بچو مانگنے والا ہاتھ بھیک کے لئے اٹھے یا قرض کے لئے ہمیشہ ذلیل ہوتا ہے۔

قرض رات کوافسوس اوررنج ہےاوردن میں ذلت وخواری ہے:

امام بیہقیؒ نے شعب الایمان میں لکھا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کونصیحت فرمائی ہے: کہ قرض لینے سے بچو کیونکہ قرض رات کوافسوس اوررنج میں مبتلا کرتا ہےاوردن کوذلت وخواری میں ڈالتا ہے۔ (تفسیر درمنثور) بشرطیکہ احساس ہو، جو محنت سے جی چراتا ہے وہ قرض کے دام میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ جوقرض لینے کونکلتا ہے وہ اپنی خودداری جیسی عظیم دولت کا جنازہ اپنے کندھے پر رکھ لیتا ہے۔ مفلسی سے نجات یا فراغت کی صورت قرض نہیں بلکہ محنت ہے۔ اکل حلال کے لئے محنت ہونا چاہئے جس میں برکت ہی برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

قرض کی وجہ سے جھگڑے:

قرض کی وجہ سے ہم نے یہاں تو ایسے واقعات نہیں دیکھے مگر ہندوستان میں دیکھا کہ کئی مکانوں میں اس کی وجہ سے جھگڑے ہیں، وہاں ہم نے دیکھا ہو سکتا ہے پاکستان میں بھی ایسا ہی ہو، پانچ سات دوستوں کی پارٹی بنی، ایک کمپنی بنی، شام کو کام سے آ گئے، شام کو کھانا دانا کھا کر ٹہلنے کے لئے نکل گئے۔ مشورہ ہوا کہ چلو آج فلاں ہوٹل میں جائیں، ہوٹل میں گئے اب اس میں کوئی ایسا بھی ہوتا ہے جس کو ''نام'' چاہئے۔

دوست کئی قسم کے ہوتے ہیں:

دوست بھی کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے کہ ایک دوست ہوتا ہے نانی، ایک ہوتا ہے قولی اور ایک ہوتا ہے حقیقی۔ قولی دوست وہ ہے کہ آپ اس کی تعریف کر دیں تو خوش ہو جائے۔ ایک شاعر نے ایک بادشاہ کی بہت تعریف لکھ کر ایک قصیدہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا۔ بادشاہ نے کہا آئندہ کل تم آنا، ہم تم کو بہت بڑا انعام دیں گے۔ شاعر صاحب خوش ہو گئے۔ دوسرے دن شاعر صاحب پہنچ گئے، جا کر کہا السلام علیکم مگر بادشاہ صاحب دیکھتے ہی نہیں، کوئی توجہ ہی نہیں، گھنٹہ ہو گیا دو گھنٹے ہو گئے، تین گھنٹے ہو گئے مگر بادشاہ صاحب متوجہ ہی نہیں ہوتے، آخر شاعر صاحب جب انتظار کی گھڑیاں گذار گذار کر تھک گئے تو کہا جہاں پناہ! آپ نے گذشتہ کل وعدہ فرمایا تھا مجھے بلایا تھا، آج آپ توجہ نہیں فرما رہے ہیں۔ بادشاہ نے کہا: کیا وعدہ کیا تھا؟ شاعر صاحب نے کہا آپ کی شان میں ایک قصیدہ لکھا تھا، آپ نے کہا تھا کل آنا بہت بڑا انعام دوں گا۔ بادشاہ نے کہا ''بات سے تم نے ہمیں خوش کیا ہم نے بھی بات سے تمہیں خوش کر دیا'' تو ایک

دوست ہوتے ہیں قولی، بات والے۔ آپ ان کی تعریف کردیں تو بہت خوش ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوست ہوتا ہے ''نانی'' نان والے، نان روٹی کو کہتے ہیں یعنی ان کو کھلاؤ پلاؤ تو خوش۔ آپ کی جیب بھری ہوئی ہو، کھلا پلا رہے ہوتو آپ کے دوست، جیب خالی ہوگئی تو کہاں کی دوستی، اس کے بعد دوستی بھی ختم۔ اور ایک حقیقی دوست ہوتا ہے، مصیبت ہو یا راحت ہو ہر وقت آپ کا ساتھ دیتے ہیں۔ اللہ پاک ہمیں حقیقی دوست بنائے۔ نانی اور قولی دوست نہ بنائے۔ تو خیر میں عرض کر رہا تھا کہ پانچ سات دوستوں کی کمپنی ہوٹل میں گئے، کھایا پیا، پچاس سو روپے کا بل آیا۔ ایک دوست کو نام کمانا ہے فوراً اس نے بل دے دیا۔ چائے پینے گئے بیس روپے کا بل آیا دے دیا۔ جتنی تنخواہ ملتی ہے وہ تو دوستوں میں اڑ گئی گھر میں فاقے چل رہے ہیں، گھر کی عورتیں ادھر ادھر سے قرض لے کر گھر چلا رہی ہیں، قرض ادا کرنے کے لئے پیسے نہیں ہے جو ملتا ہے وہ چٹخاروں میں اڑا دیا۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اس کی وجہ سے کتنے گھر ٹوٹے ہیں۔ اگر ہم اپنی آمدنی کے موافق خرچ کرتے اور اس کے موقع پر خرچ کرتے تو گھر میں یہ جھگڑے ہوتے؟ گھر ٹوٹتے؟ جتنی آمدنی ہو اس کے اعتبار سے خرچ کرنا چاہئے۔ آپ کی تنخواہ پانچ سو پاؤنڈ ہیں تو اس طرح خرچ کرو کہ پانچ سو پاؤنڈ کے اندر پورا ہو جائے۔ آپ اپنا خرچ اتنا کیوں بڑھاتے ہیں کہ چھ سو ہو جائے، سو پاؤنڈ آپ کہاں سے لائیں گے؟ ایک مہینے آپ نے سو پاؤنڈ قرض لے لیا آپ کی آئندہ ماہ تنخواہ تو بڑھنے والی نہیں ہے، آئندہ پھر آپ کو چھ سو کی ضرورت پڑے گی۔ ایک سو تو پہلے ہی قرض لے چکے ہیں اب سو اور قرض لیا تو دو سو قرض ہو گئے۔ اس کے ادا کرنے کی کیا صورت ہوگی؟ پریشانی اور قرض بڑھنے کے سوا کوئی اور صورت

ہوگی؟ بتایئے!! تو سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے خرچ کا نظام اس طرح بنائیں کہ پانچ سو پونڈ سے کچھ بچانا ہے گھٹے نہیں، تو گذر بسر بھی ہو جائے گا اور قرض کا بوجھ بھی نہ پڑے گا اور پریشانیاں اور فکریں بھی نہ ہوں گی۔ تو اپنی اِنکم (آمدنی) سے زیادہ خرچ کرنے اور فضول خرچی اور غیر ضروری خرچوں کی وجہ سے آدمی قرض کھانے کا عادی بن جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرض ان پر پچاس ہزار، بیس ہزار (انڈیا کی بات کر رہا ہوں) چڑھا ہوا ہے اور تنخواہ بارہ سو، پندرہ سو ہے۔ غلط عادت اور جوا کی وجہ سے لوگ پاگل ہو جاتے ہیں۔ اللہ بچائے ایسی بری عادتوں سے۔ آمین

بلاضرورت قرض لینے کا انجام:

تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ غیر ضروری خرچ، شاہی خرچ، نوابی خرچ کرنے والے کو بلاضرورت قرض لینے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ ایک کی ٹوپی دوسرے کو پہنائی۔ دوسرے کی ٹوپی تیسرے کو پہنائی، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ قرض ختم ہی نہیں ہوتا اور پھر ایسی فکریں اور ذلت ہوتی ہے کہ الامان والحفیظ اور اسی بناء پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس دعا میں جہاں عذاب جہنم سے پناہ مانگی، عذاب قبر سے پناہ مانگی، مسیح دجال کے فتنہ سے پناہ مانگی، گناہ سے پناہ مانگی۔ ان چیزوں کے ساتھ قرض سے بھی پناہ مانگی۔ قرض بری چیز ہوگی جب ہی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پناہ مانگی۔ لہذا بلاضرورت انسان کبھی قرض نہ لے اور جب ضرورت کے وقت قرض لے تو پہلے سے سوچ سمجھ کر وعدہ کر کے لے۔

ایسا وعدہ کرو جسے پورا کرسکو:

آپ کا اندازہ ہے کہ دو مہینے میں ادا کروں گا تو آپ شروع ہی سے دو کے

بجائے ڈھائی تین مہینے کا وعدہ کریں۔اب آپ نے دو مہینے میں ادا کردئے تو دوست بھی خوش ہو جائے گا کہ تین مہینے کا وعدہ کیا تھا دو مہینے میں ہی ادا کردئے۔ دوسری مرتبہ آپ جائیں گے تو دل کھول کر وہ بھی دے دیگا کہ وعدہ کا پکا ہے۔اگر اس طرح عام ماحول بن جائے اور لوگ اس طرح وعدہ پورا کردیا کریں تو ان شاءاللہ پھر ہمارے معاشرہ میں قرض لینے دینے کا بہترین طریقہ شروع ہو جائے گا،اور کتنے ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری ہو جائیں گی اور آسانی سے کام بن جائے گا اور کتنے لوگ تو سودی قرض سے بچ جائیں گے۔

نیت اچھی ہوتی ہے تو اللہ کی مدد ہوتی ہے:

اور جس کی نیت قرض لے کر دینے کی ہوتی ہے وعدہ پر۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد بھی ہوتی ہے اور جس کی دینے کی نیت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی نہیں ہوتی۔امام بخاریؒ نے اس واقعہ کو اپنی کتاب میں کئی جگہ ذکر فرمایا ہے۔بنی اسرائیل کا ایک عجیب واقعہ نقل فرمایا ہے۔فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک دوست اپنے ایک دوست کے پاس گیا اور اس کو اپنی ضرورت پیش کی کہ مجھے بہت سخت ضرورت ہے، مجھے ایک ہزار درہم قرض چاہئے،فلاں تاریخ کو میں دے دوں گا۔تو اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن تم فلاں تاریخ کو مجھے واپس کردینا اس لئے کہ مجھے بھی فلاں تاریخ کو ضرورت ہے۔دوست نے کہا آپ بےفکر رہیں میں وعدہ پر ادا کروں گا ان شاءاللہ۔پھر اس نے کہا میں ہزار درہم دیتا ہوں لیکن اس پر کوئی گواہ لاؤ۔اس نے کہا میرے پاس تو کوئی گواہ نہیں ہے، میرا گواہ اللہ ہے،اللہ کو حاضر و ناظر رکھ کر میں وعدہ کرتا ہوں۔

قرض لکھ لو:

ویسے شرعی حکم یہ ہے کہ قرض کا لین دین ہو تو لکھ بھی لو۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ
(البقرہ:۲۸۲)

قرآن مجید میں یہ تعلیم دی گئی ہے۔ انسان کی زندگی کا کیا بھروسہ ہے، آپ نے مجھے قرض دیا اور آپ نے لکھوالیا کل میں مر گیا تو آپ میرے گھر والوں سے اپنا قرض وصول کر سکیں گے، آپ کے پاس ثبوت موجود ہوگا اور اگر لکھا ہوا نہیں ہے اور پھر آپ کہیں کہ میرا قرضہ تھا تو گھر والے کہیں گے آپ کے پاس کیا ثبوت ہے؟ آپ کے پیسے ضائع ہو سکتے ہیں اس لئے لکھ لو، قرآن کہتا ہے لکھ لو، ایک پاؤنڈ کا لین دین ہو تو بھی لکھ لو۔

تو اس آدمی نے کہا کوئی گواہ ہے؟ تو اس نے کہا گواہ اللہ ہے، میں وقت پر دے دوں گا۔ چنانچہ اس نے ایک ہزار درہم قرض دے دئے۔ اب جس تاریخ پر دینے کا وعدہ تھا اللہ پاک نے ہزار درہم دینے کا انتظام بھی کر دیا اور یہ شخص ہزار درہم ادا کرنے کی نیت سے لے کر چلا۔ اس کا دوست بہت دور دوسری بستی میں رہتا تھا، راستہ میں دریا پڑتا تھا۔ اتفاق سے دریا میں طوفان تھا، یہ جا نہیں سکتا تھا، نہ کشتی تھی۔ یہ شخص بڑا متفکر ہوا کہ اے اللہ! میں نے آپ کو گواہ بنایا تھا، اگر میں آج قرض ادا نہ کر سکا تو اس کا اعتماد ختم ہو جائے گا، کیا کروں؟ اس نے بہت سوچا بہت افسوس کر رہا تھا کہ میں پہونچ نہ سکوں گا۔ بڑے غور و فکر کے بعد ایک بات اللہ نے اس کے ذہن میں ڈالی، وہاں ایک لکڑا پڑا ہوا تھا اس نے وہ لکڑا اٹھایا اس میں سوراخ کیا، سوراخ کے اندر ایک ہزار درہم رکھ دئے اور اپنے دوست کے نام ایک چھٹی لکھی، ایک رقعہ لکھا کہ بھائی میں آیا تھا تمہارا قرض ادا کرنے کے لئے

لیکن راستہ میں دریا تھا اور دریا میں طوفان تھا، بڑی زوروں کی ہوا چل رہی تھی، پہونچنے کی کوئی شکل نہیں تھی، نہ کوئی کشتی تھی نہ برتج (پل) تھا۔ میں نے اللہ کو گواہ رکھا تھا، اللہ ہی کے بھروسہ پر میں یہ ہزار درہم اس تختہ میں رکھتا ہوں، اور پھر سوراخ بند کر دیا اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ یہ ہزار درہم تم کو پہونچادے۔ اللہ سے دعا کی اور دعا کر کے وہ لکڑی سمندر کے اندر ڈال دی اور یہ اپنے گھر واپس آ گیا اور دل میں کہتا رہا اللہ کو پہونچانا ہوگا تو پہونچ جائیں گے اور اگر نہیں تو بعد میں ہزار درہم اس کو دے دوں گا۔ تختہ سمندر میں بہتا رہا، وہ دوست بھی انتظار میں تھا۔ جہاں کشتی کنارے لگتی تھی وہاں کھڑے ہو کر اپنے دوست کا انتظار کرتا رہا کہ میرا دوست آئے گا اور قرض ادا کرے گا مگر وہاں تو اسے نہ کشتی نظر آئی، اور نہ اس کا دوست نظر آیا، انتظار کرتے کرتے تھک گیا، کافی انتظار کر کے جب تھک گیا تو اس نے کہا کہ میرے دوست نے اللہ کو گواہ رکھا تھا مگر وعدہ خلافی کی۔ اب واپس جانے لگا تو اس نے دیکھا کہ ایک لکڑا بہتا ہوا آ رہا ہے اس نے کہا کہ دوست تو آیا نہیں یہ لکڑا پکڑ لیتا ہوں، اس کو کاٹ کر جلانے کے کام آ جائے گا۔ چنانچہ وہ لکڑا اٹھا کر اپنے گھر لے گیا اور اس کو کاٹنے اور چیرنے کے لئے بیٹھا اور کلہاڑی ماری تو کھن کر کے آواز آئی، اسے تعجب ہوا کہ آواز کیسی؟! جب اس نے دیکھا تو اس کے اندر درہم اور دوست کی چٹھی نکلی، اس نے چٹھی پڑھی اور ہزار بھی لے لئے اور کہا کہ اس نے اللہ کو گواہ رکھا تھا اور اللہ پر بھروسہ کیا تھا اور اللہ ہی کے بھروسہ اس لکڑے کے اندر ہزار درہم رکھ دئے وہ تو وعدہ پورا کرنے کے لئے آیا تھا، اللہ نے کیسی مدد فرمائی اور کس طرح یہ ہزار درہم مجھ تک پہنچا دئے، اور اس کا وعدہ پورا کر دیا۔ جب معاملہ ٹھیک ہو گیا اور طوفان ختم ہو گیا تو وہ دوست دوسرے ہزار درہم لے

کر کشتی میں بیٹھ کر اپنے دوست کے پاس پہنچ گیا اور سلام کے بعد اس نے کہا معاف کرنا میں اپنا وعدہ پورا نہ کر سکا، اس دن میں ہزار درہم لے کر چلا تھا مگر دریا میں طوفان تھا کوئی کشتی نہیں تھی اور آپ کے پاس پہنچنے کی کوئی صورت نہیں تھی، معاف کرنا میں اس روز پہنچ نہ سکا، دو چار دن تاخیر ہوگئی، لیجئے! آپ کے ہزار درہم لے کر آیا ہوں۔ لکڑے کے اندر درہم رکھے تھے اور اس کو بہا دیا تھا اس کا تذکرہ نہ کیا اس لئے کہ کیا معلوم وہ پہنچتا ہے یا نہیں، دوست نے کہا: اب کیسے ہزار درہم؟ تمہارے ہزار درہم تو میرے پاس پہنچ گئے۔ اس نے کہا کس طرح پہنچے؟ تو اس دوست نے اپنا سارا واقعہ سنایا۔ تو میرے دوستو! جس کی نیت اچھی ہوتی ہے اور ادا کرنے کی فکر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے انتظام بھی کر دیتے ہیں اور جس کی نیت دینے کی نہیں ہوتی تو اس کے مال میں کچھ برکت بھی نہیں ہوتی اور جس کی نیت اچھی ہوتی ہے اللہ پاک اس کو برکت دے دیتا ہے، غیب سے انتظام بھی کر دیتا ہے۔ مسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ میری امت میں جو شخص قرض کے بار میں پڑ جائے پھر اس کے ادا کرنے میں پوری کوشش کرے اور پھر ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو میں اس کا مددگار ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقروض کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے تھے:

ضرورت کے وقت لینے کو شریعت منع نہیں کرتی مگر حتی الامکان اس سے بچنا چاہئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی جنازہ آتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ و سلم دریافت فرماتے اس کے ذمہ کوئی قرض ہے؟ اگر کوئی کہتا ہاں اس کے ذمہ قرض ہے تو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ سے فرماتے تم اس کی نماز جنازہ پڑھ لو میں نہیں پڑھاتا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص جس نے قرض لیا اور ادا نہیں کیا تو اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔ ہاں کوئی صحابی یہ کہہ دے اے اللہ کے رسول! یہ قرضدار ہے لیکن اس پر جتنا قرض ہے وہ میرے ذمہ ہے میں ادا کروں گا، اگر کوئی ان کا ساتھی قرض ادا کرنے کی ذمہ داری لے لیتا تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ پڑھاتے ورنہ آپ اس مقروض کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے۔

شہید کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں سوائے قرض کے:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا مجاہد جہاد میں جاتا ہے، اپنی گردن اللہ کی راہ میں کٹا دیتا ہے، کتنا بڑا کار خیر ہے۔ شہید کا کتنا بڑا درجہ ہے۔ قرآن شہید کا درجہ بیان کرتا ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ　(البقرہ:۱۵۴)

[جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے ان کے بارے میں مت کہو کہ "مات فلان" فلاں مر گیا]

بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ

[بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں]

ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ایک شخص جہاد میں جائے اور اللہ کے راستہ میں اپنی جان قربان کردے تو کیا وہ سیدھا جنت میں جائے گا اور اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اس نے جام شہادت نوش کر لیا تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے یہ جواب دیا ابھی دو منٹ بھی نہ گذرے ہوں گے وہ صحابیؓ ابھی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ جبریلؑ وحی لے کر آ گئے اور فرمایا:

یغفر الشهید الذنوب كله الا الدين او كما قال ﷺ

یہ حدیث توجہ سے سنیں۔[شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں سوائے قرض کے۔] نسائی وطبرانی نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ سے ایک طویل حدیث بیان فرمائی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر کوئی شخص جہاد میں شریک ہو اور شہید ہو جائے اس طرح تین بار ہو جائے یعنی زندہ ہو اور شہید ہو جائے اور اس کے ذمہ کسی کا قرض نکلتا ہو وہ جنت میں نہ جائے گا، جب تک اس کا قرض ادا نہ کیا جائے گا۔

بندہ کا حق معاف نہیں ہوتا:

اس لئے کہ وہ بندہ کا حق ہے۔ اللہ اپنے سارے حق معاف فرما دیتے ہیں، لیکن بندہ کا حق معاف نہیں کرتے جب تک بندہ معاف نہ کرے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو بلایا کہ کس نے ابھی یہ سوال کیا تھا، فرمایا: کہ ابھی جبریل امینؑ میرے پاس آئے تھے اور تین مرتبہ یہ فرمایا: کہ شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، شہید کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض اس کا بھی معاف نہیں ہوتا۔

حضرت ابوبکرؓ نے پورا وظیفہ واپس کر دیا:

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور خلافت ہے، آپ نے خلافت کے زمانہ میں کتنی

سادہ زندگی بسر کی ہے۔اس کے متعلق میں نے آپ کو سنایا ہے۔جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت معیقیب دوسی رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ان کے پاس بیت المال کی چابی اور اس کا پورا نظام تھا۔آج کے زمانہ کے اعتبار سے وزیر خزانہ، وزیر مالیات کہہ دیجئے۔یہ وہ صحابی ہیں جن کے پاس حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر رہتی تھی۔یہ مہر ایک انگوٹھی تھی جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہوں کو اسلام کی دعوت کے سلسلہ میں خط لکھتے تو اس سے مہر لگاتے تھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مہر کا سنبھالنا معمولی چیز نہیں ہے، بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے اور بہت بڑی امانت داری کا کام تھا۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو وزیر مالیات بنایا کہ جن کے اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعتماد کیا اور اتنی بڑی ذمہ داری کا کام ان کے حوالہ فرمایا۔لہذا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ان کی امانت داری پر اعتماد فرماتے ہوئے بیت المال کا نظام اور اس کی چابی ان کے حوالے فرمائی۔حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے آٹھ دس روز پہلے ان سے پوچھا: کہ دوڈھائی سال جو میری خلافت کا زمانہ ہے اس مدت میں، میں نے بیت المال سے کتنا وظیفہ لیا۔انہوں نے بتایا کہ اتنا وظیفہ لیا۔تو آپ نے فرمایا میری فلاں فلاں زمین بیچ دو اور بیت المال سے میں نے جتنا وظیفہ لیا ہے وہ سارا بیت المال میں جمع کر دو۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ زار و قطار رو رہے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایسی زندگی گذاری ہے کہ بعد میں آنے والے خلیفہ کے لئے کوئی جگہ نہیں چھوڑی، کوئی گنجائش نہیں رکھی، بعد میں آنے والے خلفاء کو مشکل میں ڈال دیا۔

کتنا قرض باقی ہے؟

اسی طرح حضرت معیقیبؓ کو بلا کر حضرت ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ بھائی تمہارا میرے ذمہ قرض باقی ہے، ہم تو اس بات کو پوچھنے کے لئے بھی شرماتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق العبد سے متعلق ایک سبق آموز واقعہ:

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا پیارا قصہ یاد آ گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک مرتبہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کر کے ارشاد فرمایا تھا: کہ بتاؤ کسی کا میرے ذمہ کوئی حق ہے؟ تو مجھ سے اپنا حق لے لے، جس کا جو حق ہو اور فرمایا کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھ سے بدلہ لینے اور اپنا حق وصول کرنے سے میرے دل میں اس کی طرف سے کوئی کدورت پیدا ہوگی اور میرے دل میں کوئی بغض پیدا ہوگا، بغض رکھنا نہ میری طبیعت ہے اور نہ میرے لئے موزوں ہے، خوب سمجھ لو کہ مجھے وہ شخص بہت محبوب ہے جو اپنا حق وصول کرے یا معاف کر دے کہ میں اللہ جل شانہ کے یہاں بشاشت قلب کے ساتھ جاؤں، اللہ اکبر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام رفیع اور عبدیت کا یہ حال۔ ہمارے ماں باپ اور ہماری جانیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں، حقوق العباد کی اہمیت کو کس انداز سے بتایا اور امت کو اخلاق حسنہ کی کس قدر بلند معیار کی تعلیم دی اور عبدیت کو عملی طور پر امت کو سمجھایا، جزاہ الله عنا احسن الجزاء و افضل الجزاء.

بہر حال حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کا جو بھی حق ہو، کسی سے پیسے لئے ہوں، کسی کو کچھ کہہ دیا ہو، کسی کو مارا ہو، بہر حال جو بھی حق ہو آج وصول کر

لے۔صحابہؓ نے عرض کیا ہمارا کوئی حق نہیں۔آپ نے سب حقوق ادا کر دئے،ایک کو نے میں سے ایک صحابی کھڑے ہو گئے،انہوں نے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرا حق باقی ہے۔صحابہؓ کو تعجب ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حق مانگ رہا ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا حق ہے؟ آجاؤ اور اپنا حق وصول کرلو۔انہوں نے کہا ایک دن میں جا رہا تھا،آپ نے دو تین قمچیاں (لکڑی) میری پیٹھ پر ماری تھی، میں آج وہ حق لینا چاہتا ہوں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آجاؤ اور اپنا حق وصول کرلو۔صحابہؓ کو بہت غصہ بھی آیا۔انہوں نے عرض کیا کہ خدا کے بندے تم کیا بات کر رہے ہو،تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات کہتے ہو،اگر تم کو لکڑی سے حق لینا ہو تو ہماری پیٹھ حاضر ہے مگر انہوں نے کسی کی بات نہ سنی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ نے مجھے مارا تھا اس وقت میری پیٹھ ننگی تھی۔آپ نے چادر اوڑھ رکھی ہے، آپ بھی اپنی چادر مبارک ہٹا دیں تا کہ برابر سرابر کا بدلہ ہو۔میرے دوستو! یہ واقعہ پڑھ کر گھر جا کر ذرا سوچنا،آج کا کوئی پرائمنسٹر ایسا کہہ سکتا ہے؟ وزیر اعظم کو چھوڑئے آج کا کوئی معمولی تھانیدار ہو،اس نے کسی پر ظلم وستم کیا ہو اگر کوئی اس سے کہے کہ تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس کا بدلہ مجھے لینے دو۔کیا کوئی تھانیدار بھی اس کو برداشت کرے گا؟ برداشت کرنا تو دور رہا پتہ نہیں اس غریب کا کیا حال ہو جائے گا۔لیکن سید الاولین والآخرین محبوب رب العالمین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر ایک بل بھی نہیں آیا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھائی اگر میں نے تیرے برہنہ بدن پر مارا تھا تو تو بھی اسی طرح بدلہ لے لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک اٹھا کر

فرمایا کہ تو بھی میرے برہنہ بدن پر مار کر حق وصول کر لے تا کہ میں اللہ کے پاس اس حالت میں پہنچوں کہ میرے ذمہ کسی کا کوئی حق باقی نہ ہو۔ وہ صحابیؓ آگے بڑھے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک پر پیچھے کے حصہ میں تھی اس کو بوسہ دیا اور چوما اور فرمایا کہ میں نے سنا تھا کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کی زیارت کر لی اور اسے چوم لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اسے حاصل ہوگئی۔ مجھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت کو چومنا اور بوسہ دینا اور زیارت کرنا تھا، مجھے بدلہ لینا نہیں تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں جو غصہ اور ہیجان کی کیفیت تھی وہ ساری خوشی کی لہر سے بدل گئی، سبحان اللہ۔ اس مجلس میں صحابہؓ کی ایک عجیب کیفیت ہوگئی اس کو میں زبان سے ادا نہیں کر سکتا ہوں۔

میں اللہ سے اس طرح ملنا چاہتا ہوں کہ کسی بندہ کا مجھ پر حق نہ ہو:

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے حضرت معیقیبؓ سے فرمایا میرا تمہارا معاملہ ہے، تمہارا میرے ذمہ کوئی قرض ہو تو لے لو۔ تمہارے ساتھ اتنی مدت تک معاملہ رہا۔ حضرت معیقیبؓ نے فرمایا: یا امیر المؤمنین! میرا آپ کا معاملہ سب معاف ہے، بڑی رقم باقی نہیں ہے۔ آپؓ نے فرمایا نہیں بھائی، مجھے امید نہیں ہے کہ اس مرض سے اٹھ سکوں گا، اب تو اللہ کے یہاں ملاقات ہوگی، میں چاہتا ہوں اللہ سے میری اس حالت میں ملاقات ہو کہ اللہ کے بندوں میں سے کسی بندہ کا میرے ذمہ کوئی حق باقی نہ ہو، بالکل پاک صاف ہو کر اپنے رب سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ لہذا اے معیقیبؓ! تم بتا دو کتنا حق ہے؟ حضرت معیقیبؓ نے عرض کیا آپ مجھے شرمندہ نہ فرمائیں، معمولی رقم ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق

نے فرمایا نہیں تم بتادو، میں ادا کروں گا تو انہوں نے کہا: یا امیر المؤمنین! پچیس درہم ہیں۔ آپؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ معیقیبؓ کو پچیس درہم ادا کردو۔ تو آپ نے وفات سے پہلے جو قرض معمولی باقی تھا تحقیق فرما کرادا فرمادیا۔

بندوں کے حقوق ٹیڑھی کھیر ہے:

میرے دوستو! بندوں کے حقوق کا معاملہ بہت ٹیڑھا ہے۔ یہ بہت ٹیڑھی کھیر ہے۔ بندہ جب تک اپنا حق معاف نہیں کرے گا اللہ بھی معاف نہیں کرے گا، ہمیں اس کی فکر کرنا چاہئے، ڈرنا چاہیے، مرنے سے پہلے پہلے حق ادا کردو، اپنا معاملہ بندوں کے ساتھ صحیح کرلو۔ اللہ پاک رحمان ورحیم ہیں وہ تو اپنا حق ان شاء اللہ معاف فرمادیں گے۔

قرض کی ادائیگی کی دعا:

امید ہے کہ قرض کے سلسلہ میں جو باتیں عرض کی ہیں سمجھ میں آئی ہوں گی، جن کے ذمہ اگر کوئی قرض ہے تو اللہ پاک اس کی ادائیگی کی صورت پیدا فرمائے، آمین۔ ایک بہت مشہور حدیث ہے، دعا ہے اسے یاد کرلو۔ حضرت علیؓ پر بہت قرض تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر بہت قرض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھا کرو اگر پہاڑوں کے برابر بھی قرض ہوگا تو ان شاء اللہ ادا ہوجائے گا۔ وہ دعا یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ.

چھوٹی سی دعا ہے۔ اور دوسری ایک دعا بھی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَالْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَضَلَعِ الدَّیْنِ وَغَلَبَۃِ الرِّجَالِ.

(مرقاۃ:۵/۳۶۷)

اللہ تبارک وتعالیٰ ہم کو اپنی زندگی کے اندر قرض سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور اگر ہماری کوئی ضرورت آپڑے اور اس کی وجہ سے قرض لیا ہے تو اس کی ادائیگی کی شکل و صورت اللہ تبارک وتعالیٰ پیدا فرمائے اور زندگی میں قرض سے سبکدوشی عطا فرما کر اپنے پاس بلائے۔ آمین بحرمۃ سید النبی المرسلین۔

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.